

تحقیق مسئلہ تقلید

تحقیق مسئلہ آمین

مراور سحر کی نماز میں فرق

تحقیق مسئلہ تراویح

غیر متقلدین کا جھوٹ

غیر متقلدین کے سوا سوا

نماز جنازہ میں سحر فاتحہ

ہاتھ ناف سے نیچے بازو

فقہ کے دو مسائل

تحقیق مسئلہ رفع یدین

مجموعہ رسائل

تاریخ

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفد اوکاڑوی

مطب

سید مشتاق علی شاہ

تحقیق مسئلہ قراۃ خلف الامام

غیر متقلدین کے اکتالیس سوا

www.besturdubooks.wordpress.com

مکتبہ

مکتبہ فاروقیہ گویند گڑھ

مجموعہ رسائل

— از —

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

— جمع و ترتیب —

سید مشتاق علی شاہ

— اس مجموعہ میں —

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ کے بارہ رسائل جمع کیے گئے ہیں۔ تحقیق مسئلہ تقلید - تحقیق مسئلہ قرۃ خلف الامام - تحقیق مسئلہ تراویح - تحقیق مسئلہ رفع یدین - تحقیق مسئلہ آمین - مرد اور عورت کی نماز میں فرق - نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا - نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی شرعی حیثیت - غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل - غیر مقلدین سے دو سو سوالات - مسائل قربانی کے متعلق غیر مقلدین سے اکتالیس سوالات - نماز کے متعلق غیر مقلدین کی غلط بیابیاں اور جھوٹ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸، گویند گڑھ گوجرانوالہ

طبع اول

نام کتاب _____ مجموعہ رسائل مولانا محمد امین صفدر

جمع و ترتیب _____ سید مشتاق علی شاہ

تاریخ اشاعت طبع اول _____ اکتوبر ۱۹۹۱ء

ناشر _____ مکتبہ فاروقیہ

تعداد _____

قیمت _____ ۷۵ روپے

تاریخ اشاعت طبع دوم _____ جون ۱۹۹۲ء

ملنے کے پتے

مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ حنفیہ بخاری روڈ گوجرانوالہ

مکتبہ حسینیہ قدافی روڈ گمہ جاکھ گوجرانوالہ

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ مذہبیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مکتبہ بنوریہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ، اَمَّا بَعْدُ !

ناظرین کرام - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکتبہ فاروقیہ نے اب تک

کافی کتابیں شائع کیں ہیں جن میں بڑی اہم اور پرانی کتابیں بھی شامل ہیں مثلاً۔

(۱) الجواب الکامل فی انہا حق الباطل (۲) الاجوبۃ اللطیفۃ عن بعض رد ابن ابی

شیبہ علی ابی حنیفہ (۳) ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات (۴) دُرِّ مختار

پر اعتراضات کے جوابات (۵) نظام الاسلام (۶) اکٹھی تین طلاق کا شرعی

حکم (۷) احادیث نبوی اور فقہ حنفی حصہ اول (۸) بیس رکعات تراویح کا ثبوت

۹ - نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت (۱۰) رکعات تراویح (۱۱) نام نہاد

اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں (۱۲) فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات اور ان کے

حقیقت حصہ اول دوم (۱۳) فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات (۱۴) انتظام

المساجد بانتمراج اہل الفتن والمفاسد وغیرہ

یہ سب نئے نظر کتاب میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اذکار دی

مذللہ کے بارہ رسائل جمع کیے ہیں۔ یہ رسائل پہلی بار یکجا شائع کیے جا رہے

ہیں۔ شروع میں بطور مقدمہ اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے آج سے تقریباً

دو تھو سو سال پہلے کی ایک نایاب تحریر آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے یہ

تحریر نواب قطب الدین صاحب محدث دہلوی کی ہے انہوں نے یہ تحریر اپنی کتاب

تحفۃ العرب والعجم میں بطور مقدمہ کے لکھی ہے۔ اصل تحریر پرانی اردو میں ہے

جو کہ آج کل کے دور میں سمجھنی کافی مشکل ہے۔ ہم نے حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گو حبر انوار سے فرائض کی کہ آپ اس کو آسان کر دیں۔ انہوں نے اسحق کے کہنے پر اسے آسان اور دو میں منتقل کیا۔ نواب قطب الدین صاحب کا نام حضرت شاہ اسحاق محدث دہلوی کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی میاں نذیر حسین دہلوی کے ساتھی بھی تھے۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے جب حنفی مسلک چھوڑا اور کھل کر غیر مقلدیت کی تبلیغ کرنے لگے تو نواب قطب الدین نے حنفی مسلک کے دفاع میں اور عوام کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کیلئے کچھ رسائل تصنیف کیے۔ تحفۃ العرب والعجم بھی اسی زمانہ کی تصنیف ہے۔ اسس مقدمہ میں غیر مقلدیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور نواب صاحب نے اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔

کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں غیر مقلدیت کا آغاز انگریزوں کے آنے بعد شروع ہوا انگریزوں کے آمد سے پہلے غیر مقلدیت لاندہ ہند کا نہیں ہے وجود نظر نہیں آتا۔

برصغیر میں انگریزوں کے زمانہ سے پہلے نہ اس فرقہ کی کوئی مسجد ہے، اور نہ مدرسہ، نہ کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی پمفلٹ۔ کتاب تو کجا کچی جماعت کا قاعدہ بھی نظر نہیں آتا۔ نہ کوئی ماہنامہ سالہ ہے نہ ہفت روزہ یا سہ ماہی مجلہ، نہ کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہے اور نہ قرآن پاک کا، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو دلائل کے ساتھ حوالہ اس بات کا ثبوت دے۔ اہل حدیث نام تو انگریزوں سے

مولانا محمد حسین بٹالوی نے الماٹ کرایا ہے۔ یہ بات خود غیر مقلدین مانتے ہیں۔

دیکھتے سیرت ثنائی وغیرہ۔

میں نے کئی بار ان سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ آپ یہ بتائیں کہ فلاں مسجد میں انگریزوں کے زمانے سے پہلے آٹھ رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔ دہلی کی شاہی مسجد، لاہور کی شاہی مسجد، فتح پور میں مسجد دہلی، مسجد ونہیر خان لاہور وغیرہ یہ پرانی مسجدیں ہیں اور یہ سب حنفیوں کی ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین بھی اپنی کسی مسجد کا نام لیں کہ فلاں مسجد کا نام انگریزوں کے زمانہ سے پہلے جامع مسجد اہل حدیث تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے

”تعارف علمائے اہل حدیث“ اول، دوم

ہم اپنی بات کو یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اکابرہ علمائے اہل سنت و جماعت حنفیہ کے درجات بلند ہوں جنہوں نے دین حق کے لیے محنت کی اور آج ہم ان کی محنت سے صحیح مسلک پر ہیں۔

والسلام

سید مشتاق علی شاہ

مقدمہ

الحمد لله الذي هدانا الى سبيل الایمان والصلوة والسلام على رسولہ الذی ارشدنا لطریق الامان وعلى الہ الاطهار واصحابہ الابرار ابدا ابدا۔ امتا بعد! مسلمان بھائیوں کی خدمت عالیہ میں سلام پہنچانے کے بعد مکین محمد قطب الدین النصیح لکھنؤ والی حدیث کے مطابق التماس کرتا ہوں کہ حضرت سید احمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب کا پنجاب کی طرف تشریف لے جانے کو تقریباً چالیس یا بیالیس سال کا عرصہ گزرا کہ بعض فاسد مزاجوں کے خیال میں تقلید ائمہ دین متین علیہم الرحمۃ کے انکار کا کچھ خیال آیا اور فقہاء اور فقہ کی طرف سے تحم عناد کا خصوصاً امام صاحب کی طرف سے ان کے دل میں جماعتھا۔ چنانچہ ان کے مولوی عبدالحق بنارسی نے حضرت سید احمد کی خلافت کا مدعی بن کر اس پردہ میں لاندہی کی خوب داد دے کر مہبت سے مسلمانوں کو بہکایا اور نئے مذہب کی ایجاد کا فساد پھیلایا تھا تو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور حضرت سید احمد صاحب کے خلفاء اور مریدین خاص نے عزمین شریفین سے فتویٰ طلب کیا۔ چنانچہ وہاں کے چاروں فقیہوں نے اور وہاں کے دیگر تمام علماء نے مثلاً شیخ محمد عابد سندھی مصنف طوابع الانوار شامیہ درمختار وغیرہ نے بالاتفاق لکھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور اس فتویٰ پر انھوں نے اپنی مہریں لگا دیں ان کے اس فتویٰ پر کلکتہ کے

تمام علماء اور مدرسین وغیرہ اور خصوصاً حضرت سید احمد صاحب کے خلفاء نے بھی اپنی مہریں لگائیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہو گیا۔ اس عرصہ میں مولوی محمد وجہ الدین صاحب جو کہ مدرسہ کلکتہ کے پہلے مدرس اور پورب کے جتید علماء میں سے ہیں انھوں نے ایک رسالہ موسوم بہ نظام الاسلام تالیف کیا، جو کہ اس فتنہ انگیز فرقہ کے رد میں اور اپنے مذہب حنفی کے استدلالات میں اور مخالفین کے شکوک کو رفع کرنے میں آیات و احادیث نبوی سے خوب مدلل ہے اس کی خوبی اس کے دیکھنے سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب پر تمام علماء کلکتہ اور مدرسین حضرات اور حضرت سید احمد کے خلفاء سے مہریں لگوائی گئیں تب کہیں یہ لاندہی ناکام اور نامراد ہوئے بعض تو خاموش ہو گئے اور بعض نے تقیہ پر کام کیا مگر شور و فساد کا جوہر (چریا) نقادہ نابود اور مٹ گیا۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد ایک شخص عبد اللہ صنفی پوری کے دماغ میں یہی خلل پیدا ہوا اور مکہ معظمہ میں وہ اسی مجرم میں قید ہوا اور مار کٹائی کی بہت ذلت اور خواری اس نے اٹھائی پھر وہاں سے اس نے توبہ کا اظہار کر کے بعض رحم مزاجوں کی اعانت کے باعث رہائی پا کر اور کتنے ہی شہروں میں پھرتے پھرتے دہلی میں آکر وہی لاندہی کا فساد پھیلانا شروع کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو لاندہی بنایا اور کتنے ہی لوگوں کو شبہ میں ڈال کر تباہ کیا۔ اس وقت جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم اور مولوی محبوب العلی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالحق صاحب مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں سے بہت ہی ناراض ہوتے تھے اور ان کے کلمات سن کر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کا چہرہ مبارک سرخ

ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور مولوی محبوب العلی صاحب ایسے لوگوں کو
بہتر (۷۲) فرقوں کا مغلوبہ فرماتے تھے اور ان لوگوں کا بڑے احسن طریقے سے قلع قمع کرتے
تھے اور کوئی لاندہبب ان کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا اور مولوی عبدالحق صاحب
بھی بڑے احسن طریقے سے ان کا روڈ و قدح کرتے تھے اور خوب ان کی گت
بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ چھوٹے رافضی ہیں۔ چنانچہ اس وقت کے لوگوں
کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تھے وہ بہت ہی رنج اٹھاتے تھے
من عبد انکے سید نذیر حسین نے بھی اس فتنہ کے ختم کرنے میں بہت کوشش کی
چنانچہ مولوی حق اور عبدالمجید پوربی سے اس موضوع پر ان سے کافی گفتگو کر کے
ان کا جواب کر کے خاموش کر دیا۔ اور ان کے شکوک و شبہات کے رد میں ایک
رسالہ لکھا اور اس میں امام صاحب کی تعریف مذہب حنفیہ کی حقانیت اور مخالفین
کے جوابات اور مذہب غیر کی مرجوحیت کو بیان کیا اور مذہب حنفی کے خلاف
اصو بیث متمک کے راویوں پر بڑے اچھے طریقے سے جرح و قدح فرما کر ان کو
ضعیف ثابت کیا اور بار بار اپنی زبان مبارک سے ان لاندہببوں کو رافضیوں کا
بھائی کہا لیکن عبد اللہ صفی پوری اور ان کے تابعداروں نے نہ مانا۔ آخر کار مجبور ہو کر
سب نے صلاح و مشورہ کیا ان میں خاص طور پر سید نذیر حسین صاحب اور مولوی
خواجہ ضیاء الدین صاحب بھی شریک تھے۔ چنانچہ ۱۲۵۲ھ میں مولانا محمد اسحاق صاحب
نواسہ و جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک استفتاء پیش
کیا تو انھوں نے اس کے جواب میں امام معین کی تقلید کو واجب مجہر اور اس
کے منکر کو گمراہ تحریر فرمایا۔ پھر اس فتویٰ پر پھر کے دوسرے علماء نے بھی کچھ نہ کچھ عبارتیں
لکھ کر حصریں لگائیں۔ ان علماء کے نام یہ ہیں: مولوی مفتی صدر الدین صاحب،
مفتی اکرام الدین صاحب، مفتی رحمت علی صاحب، مولوی عبدالحق صاحب۔

استاذ سید نذیر حسین صاحب و مولوی محمد حیات لاری صاحب، مولوی ملوک علی
صاحب، مولوی سید محمد صاحب، میاں شاہ احمد سعید صاحب، سجادہ نشین
شاہ غلام العلی صاحب مرحوم، مولوی محمد علی صاحب رامپوری، خلیفہ سید احمد صاحب،
برادر مولوی حیدر علی صاحب، مولوی محبوب العلی جعفری تلمیذ خاص حضرت مولانا
شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ (یہ تمام جوابات جو کہ عربی یا فارسی میں تھے) پھر
اس فتوے کا اردو ترجمہ مولوی محبوب العلی جعفری صاحب نے ایسے انداز
میں کیا کہ ہر مولوی کے جواب کا الگ باب بنا دیا گیا۔ پہلے ترجمہ لکھا پھر اس کا
خلاصہ لکھا اور اس رسالہ کا نام فتح الاسلام رکھا۔ پھر اس رسالہ کو طبع کرانے
کے لیے مولوی خواجہ ضیاء الدین نے حاجی عبداللہ صاحب کے ہمدست
اخون ہادون کے مکتبہ ارسال کیا۔ حاجی صاحب نے حرمین شریفین کا وفتویٰ
جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس کو رسالہ میں ضم کر کے چھپوایا اور اس رسالہ کا نام
تنبیہ الضالین رکھا اور وہ رسالہ یہاں دہلی آ کر کئی بار چھپا ہے اور خدا کے
فضل سے لاندہببوں کا مذہب نابود ہوا اور اگرچہ بعض اسی وطیرہ پر ہی ہے
لیکن دبے ہوئے اور تقیہ میں اپنا کام نکالتے رہے۔ اسی زمانہ میں کئی بار
مکہ معظمہ میں ایسے لوگ سزایاب ہوئے، بعض تو تائب ہوئے اور بعض وہاں
سے نکال دیئے گئے۔ پھر اس مصیبت کے دور کرنے میں سید نذیر حسین
صاحب دل اور جان کے ساتھ ہمارے ساتھ رہے حتیٰ کہ تنویر العینین کے
مضامین کے رد میں جس کو لوگ مولانا اسماعیل صاحب کی طرف منسوب کرتے
ہیں۔ ایک رسالہ مدلل عربی زبان میں لکھا اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے
نہ پڑھنے کے بارے میں بھی ایک رسالہ لکھا اور آہستہ آہستہ کہنے اور رفع
یدین نہ کرنے کے بارے میں بھی خوب عبارتیں اور روایتیں لکھیں اور لکھا کہ

عدم رفع یدین نماز میں زیادہ حق ہے اور رفع منسوخ ہے اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں۔ چنانچہ وہ اب تک میرے ایک دوست کے پاس موجود ہیں اور چونکہ سید صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے ہر جمعہ کو میرے ہاں آتے تھے اور بار بار فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں ہم کو کوئی بتا دے کہ حنفیہ کا فلاں مسئلہ قرآن یا حدیث کے خلاف ہے تو پھر دیکھو کہ ہم کیسے قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا امام کی تقلید واجب ہے تو سید صاحب نے کہا واجب کیا بلکہ فرض ہے چوتھائی سر کا مسح اگر کوئی نہ کرے گا تو حنفی کا وضو صحیح نہ ہوگا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد بعض لوگوں کو شیطان نے درغلنا شروع کر دیا، وہی دوسو سے پھر پیدا ہوئے اور تقلید مذہب خاص کو بدعت و ضلالت و شرک بتانے لگے بلکہ ایک فتویٰ ٹونک کے نام سے منگوا کے چھپوایا اور اس وقت ولی عہد میرزا فتح الملک زندہ تھے ان کے ایمار سے مولوی بشیر الدین صاحب جو کہ ولی عہد بہادر کے ہاں منسلک تھے انھوں نے تقلید امام معین کے وجوب میں فتویٰ لکھا اور اس پر شہر کے تمام علماء کی مہریں لگیں، لامذہبی کا چرچا نہ رہا لیکن چپکے چپکے اپنا جرگہ بنانے لگے اور غدر (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے بعد ان لامذہبوں نے یہ روش اختیار کی کہ سید نذیر حسین صاحب کے پاس حلقہ باندھ باندھ کر مسجد میں یا ان کے مکان میں بیٹھنا شروع کر دیا اور جب کوئی بات لامذہبی کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں تو حوالہ سید صاحب کا دے دیں۔ ہم لوگ ان کو جھٹلائیں کہ تم جھوٹے ہو وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں اور جب سید صاحب سے کوئی ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں تو سید صاحب یہی فرمائیں کہ وہ جاہل ہیں ان کا کیا اعتبار ہے۔ آخر کار

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اماموں اور ان کے اتباع پر کھلم کھلا تبری ہونے لگے، اور اَلتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ کَامَصْدَاقٍ ٹھہرانے لگے تو حنفیوں نے وہی فتویٰ مولوی بشیر الدین صاحب والا نکالا اور جن جن کی مہریں ولی عہد مرحوم کے فوت ہونے کے سبب اس پر نہ لگ سکی تھیں وہ ٹکوائی گئیں چنانچہ سید نذیر حسین صاحب نے یہ عبارت لکھ کر مہر لگائی کہ جو شخص مذہب خاص کی پیروی کو بدعت و ضلالت کے وہ مردود و گمراہ ہے چنانچہ فتویٰ چھپ گیا لیکن لامذہبوں نے نہ مانا اور لامذہبی میں زیادہ مصر ہوئے اور سید صاحب کے پاس نشست و برخاست زیادہ کرنے لگے اور سید صاحب کو ایسا درغلایا اور اپنے ساتھ ملایا کہ سید صاحب بھی ان کی منمنائی اور شکوری میں لٹوبن کر ان کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس بائیس برس سے ایسا ہی تھا لیکن کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں مجھ کو تولیوں ہی سوجھتی ہے تب کہیں فقیر نے مسنون استخارہ کے بعد دو رسالے ایک "تنویر الحق" اور دوسرا "توفیر الحق" لکھا اور ان میں قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے اپنے مذہب کے دلائل لکھے اور امام معین کی تقلید کے وجوب میں جو کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کتب معتبرہ سے لکھے "تنویر الحق" کے جواب میں رسالہ "معیار الحق" لکھا گیا کہ اس رسالہ میں تمام مقلدین علماء، اولیاء و صلحاء، متقدمین و متاخرین کو مشرک و بدعتی گردانا گیا۔ سید صاحب کی ذات سے بعید ہے کہ وہ ایسی واهیات باتیں لکھیں اگرچہ اس کام سے وہ شہروں اور ملکوں میں ایسے بدنام اور ذلیل ہوئے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں لیکن اس کو بھی انھوں نے اپنی ثنرت ہی سمجھا۔ غرضیکہ جب "معیار الحق" چھپا اور ملکوں میں اس کی گمراہی پھیلی اور مختلف اطراف سے فقیر کے پاس اس کے پیروکاروں کی

گمراہی لاندہی فساد اور انکار تابعیت امام اور تقلید معین کی شکایات کے خطوط پہنچے تو اگرچہ اس معیار کے کئی جگہ بخوبی رد ہوئے اور رد ہو رہے ہیں اور اس کے مؤلف کی تمام دھوکے بازیاں اور سرقتے اور بددیانتیاں اور ابلہ فریبیاں اور تجاہل عارفانہ اور ہٹ دھرمیاں ظاہر ہو رہی ہیں بلکہ ایک رسالہ اس کے رد میں مولوی محمد شاہ صاحب نے پوری کوشش کے ساتھ اہل سنت کی معتبر کتب یعنی قرآن و حدیث و اصول و فقہ و عقائد وغیرہ سے "مدار الحق" کے نام سے لکھا ہے وہ اتمام کو پہنچا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ چھپتے ہی اسکی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی اور حق تو یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حلال نہیں ہے اس شخص کے لیے کہ حاکم کی تصحیح پر غرہ ہو جب تک کہ میری معقبات اور تحقیقات کو نہ دیکھے اسی طرح حلال نہیں اس کے لیے جو معیار کو دیکھ کر غرہ ہو جب تک رسالہ "مدار الحق" مولفہ مولوی محمد شاہ کو نہ دیکھے۔ لیکن تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ اس عاجز نے عوام و خواص کی مزید حفاظت کے لیے ایک استفادہ دیا رہند و ولایت کے شہروں کے علماء کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب لیا اور ان کی مہر اس پر لگوائیں پھر اب اس برس ۱۲۸۴ھ میں جب نواب محمد محمود علی خاں صاحب والی قصبہ چھتاری جج کے لیے بیت اللہ شریف میں اپنے قافلہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور یہ فقیر بھی ان کے ہمراہ تھا اس فقیر نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یعنی مزید عبارات اور دلائل اور نقول علماء اور عبارت کی صفائی کے ساتھ وہی استفادہ خود حرین شریفین کے مفتیوں اور علماء کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب حاصل کیا اور اس کو ان کی مہروں سے مزین کیا جو آدمی بھی اسے غور کے ساتھ دیکھے گا راہ مستقیم سے نہ ہٹے گا اور اس کا ترجمہ اردو میں کروا

کے بطور رسالہ کے مرتب کیا اور اس کا نام "تحفۃ العرب والعجم رکھا اور اس فقیر نے کئی بار حرین شریفین میں سنون استخارہ کیا اور بالالاح تمام پوری عاجزی کے ساتھ دعا کی کہ یا الہی اگر یہی راہ جدید حق ہے تو ہم کو بھی اسی کی طرف ہدایت ہو۔ ورنہ ان سب کو راہ قدیم کی طرف ہدایت ہو۔ لیکن جب استخارہ کیا تو قلب پر یہی الہام ہوا کہ لاکھوں کروڑوں اچھے لوگ کیوں کر حق کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار (ابن ماجہ) یعنی کثیر جماعت کی پیروی کرو۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جس پر اکثر مسلمان ہوں کہ ما قال المسلما علی القاری پس بلاشبہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہو تو الگ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

اور فرمایا: "ان الله لا يجمع امتی اوقال امة محمد علیہ السلام وید الله علی الجماعة من شد شد فی النار" رواہ الترمذی یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہیں جمع کرتا میری اُمت کو یا فرمایا اُمت محمدیہ کو گمراہی پر۔ اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر جو کوئی جماعت سے الگ ہو تو الگ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق و مدد اور محافظت جماعت پر یہ خاصیت ہے اس اُمت مرحومہ کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کہ جس پر اُمت حضرتؐ کی متفق ہوتی ہے حق ہی ہوتی ہے۔ اور فرمایا: "ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الخنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشحاب وعلیکم بالجماعة والعامة" رواہ احمد۔ یعنی تحقیق شیطان بھڑیا ہے آدمی

کیلئے مانند، بھیڑیے بکری کے، کہ لیتا ہے بکری بھاگنے والی کو ریڑ میں سے اور اس بکری کو جو دور ہو گئی ہو ریڑ سے اور اس بکری کو جو کہ کنارے پر ہو ریڑ سے اور پہاڑوں کے دروں سے تم بچو اور لازم ہے تم پر جماعت۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ جس طرح بھیڑ یا کیلی بکری پر بہت دلیر ہوتا ہے، ایسے ہی شیطان اس آدمی پر مسلط ہوتا ہے کہ جو جماعت علماء سے الگ ہو کر نیا مذہب نکالتا ہے۔ اور پہاڑوں کے دروں سے بچو یعنی شاہراہ اسلام کو چھوڑ کر گمراہیوں کی گھاٹیوں میں مت بھٹکو بلکہ فرمایا کہ "مَنْ فُكِرَ قِیَامُ الْجَمَاعَةِ شَبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ" رواہ احمد والبوداؤد۔ یعنی جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے جدا ہوا یعنی ایک ساعت پس تحقیق نکالا اس نے پٹہ یعنی اسلام کا ذمہ اپنی گردن سے۔ اس کو احمد اور البوداؤد نے روایت کیا ہے۔ یعنی اب اس درجہ کو پہنچا ہے کہ شاید اس کے قید اسلام اور بند احکام سے باہر آجائے بلکہ دورا با کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال فرمائی ہے جو کہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں موجود ہے۔ مثل المنافق کمثل الشاة العائرة بین الغنمین تعیر الی هذه مرة والی هذه مرة۔ یعنی منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دور ریڑوں میں ماری ماری پھرتی ہو کبھی اس ریڑ میں اور کبھی اس ریڑ میں۔

فائدہ: یعنی وہ کجخت نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔ اور بعض احمق لوگ جو عرب کے علماء پر طعن کرتے ہیں۔ بڑی خطا پر ہیں۔ اس لیے کہ وہ خیر البقاع کے رہنے والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے حق میں

فرمایا ہے کہ تحقیق ایمان سمٹ آئے گا مدینہ کی طرف جیسا کہ سانپ اپنی بل کی طرف سمٹتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "تحقیق البتہ دین سمٹ آئے گا حجاز کی طرف یعنی مکہ، مدینہ اور ان کے متعلقات کی طرف جیسا کہ سانپ اپنی بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور البتہ دین حجاز میں جگہ پکڑے گا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر جگہ پکڑتی ہے۔" اس کو ترمذی اور نے روایت کیا ہے۔ **فائدہ:** یعنی معنی یہ ہے کہ آخری زمانہ میں فتنوں کے ظہور کے وقت دین حجاز کی طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ اول شروع ہوا تھا اس سے (حجاز سے) مرقاة۔ چہ جائے علماء کہ وہ بڑے مخلص اور بے غرض ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سبحان اللہ! ایک تو وہ وقت ہم نے دیکھا کہ جناب مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس وقت حدیث پڑھاتے تھے تو جہاں حدیث اور روایت فقہی کے درمیان تعارض ہوا تو اس وقت حنفیہ کی دلیل پکڑنے والی حدیث بیان فرما کر تعارض کو رفع کر دیا کہ پڑھنے والے کو تسکین ہو گئی، اور سورنظنی بہ نسبت مذہب کے نہ ہونے پائے بلکہ حقیقت اپنے مذہب کی خوب دل میں جم گئی۔ یا یہ وقت دیکھا کہ معاملہ ہی اُلٹ ہو گیا کہ جو روایت فقہی ظاہر میں حدیث کے خلاف معلوم ہوئی تو وہ توجیہ و تاویل جو شارحین مقبول الہی کر گئے ہیں ان کو قبول نہ کر کے اور فقہاء کو حدیث کا مخالف ٹھہرا کر پڑھنے والوں کو خلیجان میں ڈال کر اور اپنے اجتہاد کو دخل دے کر شاگردوں کو منکر فقہ و فقہاء بنا کر تقلید مذہب سے نفرت دلا کر اپنے تقلید کے جال میں پھنسا کر لا مذہب بنایا۔ مثل مشہور ہے "بڑی ہو کو

بلاؤ کہ کھیر میں نون ڈالے، حقیقت ہے کہ غیر مجتہد کو اپنی رائے سے فتویٰ دینا درست نہیں، جیسا کہ علماء نے اکثر اصول اور فروع میں تصریح فرمائی ہے۔ افسوس صد افسوس ان لوگوں سے کہ جو مذہب مجتہدین خیر القرون کا چھوڑ کر اس فساد انگیز زمانے کے ناہم غیر مجتہد کی تابعداری کرتے ہیں اور طعن کی زبان دن رات اکابرین دین پر چلاتے ہیں۔ بیت

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنے پاکاں برد

اللهم اهدنا الصراط المستقيم وارنا
الحق حقا، وارنا الباطل باطلا - وصلى
الله تعالى على خير خلقه محمد وآله
واسحابه اجمعين برحمتك يا ارحم
الراحمين.

www.besturdubooks.wordpress.com

تحقیق مسئلہ تقلید



افادات

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صنفد اوکاڑی خانہ

مرتب

سید مشتاق علی شاہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸، گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوال نمبر ۱ | تقلید کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے ؟

جواب | تقلید کا لغوی معنی : تقلید کا معنی لغت میں پیروی ہے ، اور لغت کے اعتبار سے تقلید ، اتباع ، اطاعت اور اقتدار سب

ہم معنی ہیں۔ تقلید کے لفظ کا مادہ قلادہ ہے۔ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو ہار کھلتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو پیڑ کھلتا ہے ہم چونکہ انسان ہیں اس لیے انسانوں والا معنی بیان کرتے ہیں اور جانوروں کو جانوروں والا معنی پسند ہے۔

تقلید کا شرعی معنی : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاوے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا“ (الاقصا ص ۵)

تقلید کی اس تعریف کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایۃ ہے اور مجتہد کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الدرایت ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے اور کسی محدث کی رائے سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی ائمہ کے بنائے ہوئے اصول حدیث ، اصول تفسیر ، اصول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

تقلید جائز اور ناجائز: جس طرح لغت کے اعتبار سے گتیا کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہا جاتا ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہتے ہیں۔ مگر حکم میں حرام اور حلال کا فرق ہے اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر حق کی مخالفت کے لیے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین، خدا و رسول کی مخالفت کے لیے اپنے گمراہ و ڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔ اگر حق پر عمل کرنے کے لیے تقلید کرے کہ میں مسائل کا براہ راست استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ مجتہد ہے۔ اس لیے اس سے خدا و رسول کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

۱۔ کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟ صرف مسائل اجتہاد میں تقلید کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جس کو نواب صدیق حسن خاں صاحب حدیث مشہور فرماتے ہیں۔ الردۃ الندیہ ص ۲۲۲) میں اجتہاد کا مقام متعین ہے کہ جو مسئلہ صراحتہ کتاب و سنت سے نہ ملے اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نوٹ: محدثین کا اصول حدیث بنانا، کسی حدیث کو صحیح، ضعیف، کنا، کسی راوی کو ثقہ یا مجروح قرار دینا بھی ان کا اجتہاد ہے۔

ب۔ کن کی تقلید کی جائے؟ ظاہر ہے کہ مسائل اجتہاد میں مجتہد کی ہی تقلید کی جائے گی اور مجتہد کا اعلان ہے کہ القیاس مظہر مثبت و شرح عقائد نسفی، کہ ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بتاتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و سنت و اجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں وہاں نہ ملے تو سنت سے، وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہ سے، اگر صحابہ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف خلفائے راشدین ہوں، اس سے لیتے ہیں اور اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے

اسی طرح مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں جس طرح حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔

ج کون تقلید کرے؟

ظاہر ہے کہ حساب دان کے سامنے جب سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھ لے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہاد میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد اجتہاد سے مسئلہ تلاش کرے کہ کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و سنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کتاب و سنت کے ماہر سے پوچھ لوں کہ اس میں کتاب و سنت کا کیا حکم ہے۔ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مقلد ان مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد خدا اور مراد رسول سلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیا ہے۔

غیر مقلد کی تعریف

نوٹ ۱: مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ نے جان لیا اب غیر مقلد کا حنیٰ بھی سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی نہ مجتہد ہو نہ مقلد۔ جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی۔ لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے یا جیسے ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے باقی رعایا۔ لیکن جو نہ حاکم

جہور صحابہ کرام و تابعین فحاش و تبع تابعین ذی شان کی بات مان لی جاتی
لیکن وہ غیر مقلد ہی کیا جو صحیح بات مان لے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے
یہ کیا ابن سب تفسیرات کو پس پشت ڈال کر سب سے اعراض کر کے
ایک مفسر کی مرجوح تفسیر کو گلے لگایا۔ گلے کا ہار بنایا۔ اسے آنکھوں سے
لگایا۔ دل میں بٹھایا، دماغ میں جمایا۔ اس بارے میں تشدد کر کے
دشمنوں کو ہنسایا، دوستوں کو رلایا، مسلمانوں کو ستایا۔ سادہ لوح مسلمانوں
کو بہکایا اور غلایا۔

وہ مرجوح تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے
میں نازل ہوئی ہے مان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم پوری توجہ اور
خاموشی سے سنیں اور شور و غل نہ مچائیں۔
باوجودیکہ یہ تفسیر نہایت مرجوح بلکہ غلط اور باطل ہے لیکن چونکہ
بظاہر ان کے مطلب و مقصد اور مسلک و مشرب کے موافق تھی اس لئے قبول
کر لی گئی۔

جہو سلف و خلف کی صحیح ترین تفسیر چونکہ ان کے مطلب و مشرب کے
خلاف تھی اس لئے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئی بلکہ پائے
استحقار سے ٹھکرا دی گئی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اسے کہتے ہیں مطلب پرستی۔ خود غرضی۔ بجز تعصب میں غوطہ زنی اور
دریلے غلو میں غواہی۔

سب انسان اندھے بہرے تعصب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تشدد کو

ایسا اور ڈھنا بچھونا بنا لیتا ہے اور غلو کو شعار و دثار۔ تو وہ حقائق بینی کی
کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ واقعات دیکھنے کی قابلیت سے محروم ہو جاتا
ہے جس کے طاغوت آئیاں دماغ کو تعصب کی کدو روئوں سے گدلا
کر رکھا ہو تو وہ حقائق دیکھے تو کیونکر، واقعات پر کھٹے تو کیسے؟
غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مذکورہ آیت کفار و مشرکین کے بارے میں
نازل ہوئی بالکل غلط اور باطل ہے۔

اولاً اس لئے کہ مذکورہ سطور میں احادیث صحیحہ، اجماع امت اور
مفسرین کرام کی تصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس آیت
کا شان نزول منانہ ہے۔

بایں ہمہ یہ کہنا کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی
ہے تفسیر ہارے بدعت ستیہ اور آیت کریمہ کی حقیقت کے انکار
کے مترادف ہے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی بیجا جسارت اور ناروا،
و ناپسندیدہ حرکت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

ثانیاً اس لئے کہ قرآن کریم میں کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جسکی
تعمیل صرف کفار پر واجب ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا
ممنوع و مغلوط ہو۔

اگر فریق ثانی کی یہ الٹی منطق صحیح تسلیم کر لی جائے تو نہ معلوم ان کا
قرآن کریم کے ان عمومی احکام کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا جو بظاہر
ایک کافر اور مشرک قوم کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔

مَنْ أَذَى يَكُونُ بِكُمْ مِنْكُمْ بِرَحْمَةِ رَبِّكُمْ فَتَبَا وَتَعَالَى ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا
حَرَّمَ رَبِّيَ فَمَنْ يَمَسُّ مَا
فُتِيَ عَنْكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا
تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ
بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ
لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ
إِمْلَاقٍ غَنٍّ مَرْزُوقَكُمْ
وَأَيُّكُمْ - وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطْنٌ - وَلَا تَقْتُلُوا
النَفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
إِلَّا بِالْحَقِّ ذِكْرُكُمْ وَصَلُّوا
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ط

پ ۸ رکوع 4

ایا فریق ثانی کی منظر کی رود سے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ان احکام
کے مخاطب صرف کافر اور مشرک ہیں۔ کفار و مشرکین کے لئے تو نیک
کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل اولاد کا ارتکاب کرنا، فواحش و
منکرات کے قریب جانا حرام اور گناہ ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ان
ال قبیحہ کا ارتکاب بالکل جائز اور مستحسن ہے۔ مومنوں کے لئے

مشرک کرنا اور قتل کرنا بالکل درست ہے۔

اگر بعض محال یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ مذکورہ آیت کریمہ
کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہو گا کہ
کفار و مشرکین کو تو قرآن کریم کی تلاوت کے وقت شور و غل مچانے سے
منع کیا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت
کے وقت خوب شور و غل کیا کریں۔ کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ
اس مسئلہ کے۔ آنکھیں اگر بند ہیں پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت کریمہ کافروں اور مشرکوں
کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی اس کو کافروں میں منحصر سمجھنا
اور مسلمانوں کو اس سے خارج کر دینا باطل ہے۔ حالانکہ اس کا شان
نزول ہی مومنوں کی نماز ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ فریق مخالف
بڑی جرأت اور جسارت سے یہ بات کہتا ہے کہ اس آیت کا جو
اولین صدیق ہے اس کو یہ آیت شامل نہیں بلکہ یہ صرف کفار و مشرکین
کو شامل ہے۔ یا للعجب۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آیت

کریمہ کا شان نزول کفار و مشرکین کا شور و غل مچانا ہے تو گذارش ہے کہ
تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم اور
آیت کو اس کا شان نزول اور خاص سبب پر منحصر کر دینا غلط اور باطل ہے

اس کو صرف سبب نزول میں محصور و مسدود سمجھنا ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کا ارتکاب کوئی ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کر سکتا۔
قرآن کریم کی سینکڑوں ایسی آیات ہیں جو کسی خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم چونکہ عام ہے اس لئے وہ اسی سبب پر محصور و مقصور اور بند و مسدود نہیں ہیں۔

دیکھئے حضرت زید بن حارثہؓ کو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ اس آیت کریمہ کا سبب گو خاص ہے لیکن حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ اس آیت مقدسہ کی رو سے جیسا کہ زید بن حارثہؓ کو حضور علیہ السلام کا بیٹا کہتے تھے، ایسا ہی زید، عمر بکر اور خالد وغیرہ دیگر افراد و اشخاص کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہنا جائز نہیں جس طرح حضرت زید بن حارثہؓ کے باپ کے حکم ہے کہ ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے بلا یا جائے اس طرح ہر شخص اور ہر فرد کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے۔

کیا غیر مقلدین حضرات اس آیت کریمہ کا یہ مطلب لیں گے کہ صرف حضرت زیدؓ کو ہی حضور علیہ السلام کا بیٹا کہنا منع ہے اور دوسرے افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا جائز ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث

عن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلّمنا صلوٰتنا فقال اقموا صفو فکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کثر تکبروا واذ اقرء فانصتوا واذ قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین۔
صحیح مسلم ج ۱ - ابوداؤد شریف ج ۱
ابن ماجہ ج ۱ - مسند ابوعبیدہ ج ۱
بیہقی ج ۱ - مشکوٰۃ شریف ج ۱
دارقطنی ج ۲

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (صحابہ کرام رضو کو) خطاب فرمایا پس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم و تلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ پس حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (نماز شروع کرنے سے قبل) اپنی صفیں درست کر لو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

ناظرین بانیکن ! یہ حدیث صریح صحیح اور مرفوع ہے اور ہمارے

دوئی پر واضح اور واشگاف دلیل ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے، ہتمام سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور نماز میں امام اور مقتدیوں کے فرائض، وظائف، ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کو بڑی وضاحت اور صراحت اور بڑے واضح اور بین طریقے سے بیان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ، التباس اور شک و شبہ باقی نہیں رہا۔

آپ نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کا فریضہ، وظیفہ اور ذمہ داری ہے۔ مقتدیوں کا کام اور وظیفہ صرف اور صرف خاموشی، توجہ اور انصاف ہے۔

چونکہ یہ روایت مطلق ہے اس لئے سہری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔ لہذا اس حدیث کی رو سے مقتدیوں کے لئے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سہری امام کے پیچھے پڑھنے کی مطلق گنجائش نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد اس حدیث سے امام اور مقتدی کے فرائض اور وظائف پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام اور مقتدی کے فرائض بیان کرتے وقت امام کے فرائض تو بیان کر دیئے ہوں اور مقتدی کے فرائض ترک کر دیئے ہوں۔ کیونکہ اگر آپ ایسا کریں تو تبلیغ احکام میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے اور نبی سے ایسی کوتاہی ناممکن ہے۔ اور یہ بھی

ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان احکام کے وقت مقتدی کے فریضہ کو تو بیان نہ فرمائیں بلکہ اس فریضہ کی خدا اور اللہ اور عکس بیان فرمادیں۔ مثلاً اس کے ذمہ امام کے پیچھے قرأت کرنا فرض ہو لیکن آپ مقتدی کو قرأت کا حکم دینے کی بجائے اس کو قرأت نہ کرنے کا امر فرمائیں

ایک اور انداز سے

امام اور مقتدی کے لئے جو افعال و اعمال فرض تھے وہ حضور علیہ السلام نے بڑی تشریح اور توضیح سے بیان فرما دیئے۔ تکبیر تحریمہ دونوں کے لئے فرض تھی اس کی فرضیت اِذَا کَبَّرَ نَکْبَرُ وَا کے الفاظ سے بیان فرمائی رکوع دونوں کے لئے فرض تھا اس کی وضاحت اِذَا رُكِعَ فَا رُكِعُوا جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو (سے فرمائی۔ سجدہ دونوں کیلئے فرض تھا اس کی تشریح کے لئے آپ زبان فیض ترجمان سے اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا (جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو) کا جملہ صادر ہوا۔

جب حضور علیہ السلام نے امام اور مقتدی کے مشترکہ فرائض بیان فرما دیئے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے قرأت (جو بقول غیر مقلدین مقتدی کیلئے فرض ہے) کی فرضیت کے بیان سے نہ صرف پہلوتی فرمائی بلکہ اس کی جگہ اس کی ضد انصات کو ذکر فرمایا۔ اگر قرأت مقتدی کے لیے بھی فرض ہوتی تو حدیث شریف کے الفاظ یوں ہوتے اذاکبر تکبیر واذا قرء فاقراء وا جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب امام پڑھنے لگے تم بھی پڑھو۔ لیکن حدیث شریف میں اذاقراء فاقراء وا کی بجائے اذافرء فانصتوا کے الفاظ

میں اگر امام کے پیچھے قرأت فرض تھی تو رکوع سجود وغیرہ کی طرح اسکی فرضیت کی تشریح کیوں نہیں کی گئی۔

ایک اور طرز سے

اگر بالفرض اس حدیث میں واذا قرء فالنصوا کے لفظ نہ بھی مذکور و موجود ہوتے تب بھی یہ روایت اس پر دلالت کرتی کہ قراعت کرنا امام کا وظیفہ ہے نہ کہ مقتدیوں کا۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث شریف کا مفہوم و مضمون اور مطلب یہ ہوتا۔

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو (پہلے) اپنی صفیں درست کر لو اور تم میں سے ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر سورہ فاتحہ فرض ہوئی تو واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بجائے جمع کا صیغہ واذا قلتم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین ہوتا۔ جیسا کہ فقولوا آمین میں قولوا جمع کا صیغہ ہے ایسے ہی یہاں بھی قلتم جمع کا صیغہ ہوتا۔

صحیح مسلم ^{۱۶۱} کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ واذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفه آمین کہ جب پڑھنے والا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ آمین کہیں۔ اس حدیث میں پڑھنے کی نسبت صرف امام کی طرف ہوئی ہے یہ اس امر کی واضح اور بین دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا فریضہ ہے۔

مقتدی کا کام صرف خاموش رہنا اور انصاف کرنا ہے ہاں سب سے آمین کہنے میں مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

دوسری حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتَمَّا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا اقْرَأَ فَاقْرَءُوا وَإِذَا أَمَّنَ فَأَمِّنُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

نسائی شریف ^{۱۶۱}۔ ابن ماجہ شریف ^{۱۶۱}۔
طحاوی شریف ^{۱۶۸}۔ مشکوٰۃ شریف ^{۱۶۸}۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر امام اور مقتدی دونوں کے فرائض اور وظائف کی تعیین کرتی ہے کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی اور انصاف ہے۔

تیسری حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتَمَّا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا اقْرَأَ فَاقْرَءُوا وَإِذَا أَمَّنَ فَأَمِّنُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ مُفْقَرَةٌ
الْأَمَامُ لَهُ قِرَاءَةٌ -
ابن ماجہ شریف ص ۶۱

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام
کی اقتدار میں نماز پڑھ رہا ہو
تو اس کے لئے امام کی قرأت
ہی کافی ہے۔

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کو انگ پڑھنے
اور علیحدہ قرأت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کی قرأت مقتدی
کی قرأت اور امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اس حدیث شریف
میں بھی سری اور جبری کی کوئی قید نہیں لہذا یہ بھی اپنے عموم پر ہونیکی
وجہ سے ہر نماز کو شامل ہے۔

چوتھی حدیث

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ مُفْقَرَةٌ
الْأَمَامُ لَهُ قِرَاءَةٌ -
ابن ماجہ شریف ص ۶۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز
پڑھا کہ ہماری طرف متوجہ ہوئے
اور دریافت فرمایا کہ کیا تم امام
کے پڑھتے وقت امام کی اقتدا
میں پڑھتے ہو۔ صحابہ کرام خاموش ہوئے

رہے۔ آپ نے تین دفعہ دریافت فرمایا تب صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں
حضرت امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ (آئندہ) ایسا مت کرنا۔

پانچویں حدیث

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ كَانُوا يَقْرَأُونَ خَلْفَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
خَلَطْتُمْ عَلَى الْقُرْآنِ -
طحاوی شریف ص ۶۱

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶
کتاب القراءات ص ۱۴۴

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت
ہے کہ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی اقتدار میں قرأت کیا کرتے تھے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم
لوگوں نے (میرے پیچھے پڑھ کر)
مجھ پر قرآن کریم کی قرأت مخلط
(خلط ملط) کر دی ہے۔

چھٹی حدیث

عَنْ الزَّهْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ وَإِذَا قَرَأَ فَالْصُّنُوتَا
مِثْلُ الْقِرَاءَةِ ص ۱۱۳

امام زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب
امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس روایت میں بھی امام اور مقتدی دونوں کے وظائف پر
روشنی ڈالی گئی ہے کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں خاموشی سکوت
اور انصاف ہے اور امام کا فریضہ یہ ہے کہ وہ قرأت کرے۔

دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَذُو قِرَاءَةٍ طَحَاوِي شَرِيفٌ مِّنَّا إِمَامٌ كَاطِرٌ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ

آٹھویں حدیث

عَنْ جَابِرِ قَالَ إِنْ رَجُلًا صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لَعِنِي لِقِرَاءَةٍ فَأَوْحَى إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَنَاهَا فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَنْتَهَانِي أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَكَّرْتُ حَتَّى سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَذُو قِرَاءَةٍ طَحَاوِي شَرِيفٌ مِّنَّا إِمَامٌ كَاطِرٌ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ هَذَا هِيَ اسْمُ الْكَاطِرِ

کتاب القراءۃ ص ۱۲۶

نویں حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ حَبَرٌ فِيهَا بِأَلْقَرَاءَةٍ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ أَلِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَقُولُ مَا لِي أُنَازِعُ الْقُرَّاءَ

وہ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے اس کو الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کا پڑھنا ہی تقدی کا پڑھنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام موجود تھے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ساتھ قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جی تو میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا

دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ - طحاوی شریف ص ۱۶

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے اسے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

آٹھویں حدیث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنْ رَجُلًا صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لَعِنِي لِقِرَاءَةٍ فَأَوْحَى إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَهَاةٌ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اتَّهَمَانِي أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرَا حَتَّى سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار میں قرأت کی اثناء نماز میں ایک شخص نے اسکو اشارۃ منع کیا لیکن وہ دوسرا شخص باز نہ آیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو قرأت کرتے وقت شخص نے منع کر دیا میں نے کہا تم مجھے نہ ملامت کیے و علم کے پیچھے پڑھنے سے کیوں گئے تو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ

کتاب القراءة ص ۱۲۶

نویں حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّصْرُفَ مِنْ صَلَاةٍ حَبَّرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِنِّهَا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أَنْ أَزْعُ الْقُرْآنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام موجود تھے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ساتھ قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا

فَاَنْتَهَى النَّاسُ عَنْ
الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِمَا
جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نُوطًا إِمَامٌ مَلِكٌ ۲۹ - نسائی شریف ص ۲۹
ابوداؤد شریف ص ۱۳۱ - ترمذی شریف ص ۵۲
ابن ماجہ ص ۶۷ - کتاب القراءات ص ۱۱۷

کمرے ساتھ قرآن کی قرأت میں
جھگڑا کیوں کیا جا رہا ہے منازعت
اور کشمکش کیوں ہو رہی ہے مجھ
سے قرآن کریم کیوں چھینا جا رہا ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس
ارشاد گرامی کے بعد صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے (ملاحظہ فرمائیے سنن کبریٰ ص ۱۵۱ اور
سنن ابی داؤد ص ۱۲۱) جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام موجود تھے لیکن
ان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑھنے والا صرف ایک شخص تھا
اس کو بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے پر ڈانٹا گیا۔
اگر امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہوتا تو اس فریضہ کے ادا کرنے والے کو
نہ ڈانٹا جاتا بلکہ اس کی تحسین و تصویب کی جاتی۔

جو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نہیں پڑھ رہے تھے
بقول غیر متعارفین چونکہ وہ فرض کے تارک تھے اس لئے چاہیے تھا کہ ان کو
فرض کے ترک پر ڈانٹا جاتا اور ان سے کہا جاتا کہ چونکہ تم ایک فرض کے
ترک کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی لہذا نماز کا
اعادہ کرو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ فرض کے تارکین کو تو کچھ نہیں کہا گیا

اور اتحہ پڑھنے والے شخص کو ڈانٹ پلائی گئی۔

غیر مقلدین سے ہمارا ایک سوال ہے ازراہ کرم وہ اسے حل کر کے شکر یہ
کا موقع دیں کہ کیا فرض ادا کرنے والوں کو ڈانٹا جاتا ہے یا فرض ترک
کرنے والوں کو؟

قابل غور نکتہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو اپنی اقتدار میں
قرأت کرنے کا حکم فرمایا ہو گا یا نہیں۔ اگر آپؐ نے اپنی اقتدار میں پڑھنے
کا امر فرمایا تھا تو پھر حضور علیہ السلام کا اپنے ارشاد گرامی کی تعمیل کرنے والے
کو ڈانٹنا چہ معنی دارد؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سردر کا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
پہلے خود ہی ایک چیز کا حکم فرمادیں اور پھر اس کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا
شروع کر دیں۔

نیز اگر آپؐ نے امام کی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو کیا بات
ہے کہ سب صحابہ کرامؓ میں سے صرف ایک شخص اس حکم کی تعمیل کرتا ہے
اور باقی سب صحابہ کرامؓ آپؐ کے ارشاد گرامی کی خلاف ورزی کے
مرتکب ہو رہے ہیں۔

صحابہ کرامؓ جو شمع نبوت کے پروانے اور آفتاب رسالت کے
دیوانے تھے جو آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر سب ارجان سے بچھا رہے ہونے کیلئے
ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپؐ ان دیوانگان شمع رسالت کو حکم فرماتے
میں کہ امام کے پیچھے قرأت کیا کرو اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن صحابہؓ

کی اکثریت آپ کے ارشاد کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے کیا صحابہ کرامؓ سے یہ جہارت ممکن ہے۔ بنو اتوجرو! نیز یہ امر بھی قابل غور و لائق التفات اور خاص طور پر پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ فریق ثانی کے مسلک کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کو مقتدیوں کے لئے فرض بھی قرار دیا۔ تو یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ جو چیز آپ کی منازعت خلجان اور تکدر کا باعث بنی اور جس فعل پر آپ نے اظہار ناراضگی اور ناپسندگی فرمایا اور آپ نے جس حرکت کو ناپسند فرماتے ہوئے اس پر سرزنش کی اور ڈانٹا اور پھر اسی ناپسندیدہ فعل اور باعث خلجان عمل کو فرض بھی قرار دے دیا۔

فریق ثانی کے مسلک و مشرب کا حاسل اور لب لباب یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے پڑھنے کو ناپسند بھی فرمایا ہے اور پسند بھی۔ اس سے منع بھی فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔ قرأت سے منازعت، مخالفت، مخالفت اور کشمکش ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے پڑھنے کے فعل کو ناپسند اور باعث تکدر ہونے کے باوجود فرض قرار دیا۔ حاشا وکلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ بیک وقت دو متضاد باتوں کا حکم فرما دیں۔ نیز صحابہ کرامؓ کی شان اس سے بہت ہی اونچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کیلئے

ایک امر کو ضروری قرار دیں لیکن صواب سے قابل اعتناء نہ سمجھیں بلکہ اسکی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں

دسویں حدیث

حضرت ابن عباس رضی عنہما سے ابن ماجہ میں ایک لمبی حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے امامت کے فرائض حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض فرمائے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

ایک مرتبہ جب مریض میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں شریف لائے اپنی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز شریف پڑھ کر اچھے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں سے گزرتے ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کے پہلو میں جا پہنچے اور حضرت صدیق اکبرؓ پچھل صف میں آگئے ران کی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصطفیٰ پر تشریف فرما ہوئے اور بیٹھ کر نماز پڑھا نماز شروع کی اگلے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

واخذ رسول الله صلى الله عليه	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت
من القراءة من حيث كان بلغ الوكر	وہیں سے شروع کی جہاں تک حضرت
ابن ماجہ شریف ص ۸۵	صدیق اکبرؓ قرأت فرما چکے تھے

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فاستفتح النبي صلى الله عليه وسلم	پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم
----------------------------------	---

من حیث انتہی ابو بکرؓ
من القرآن۔
سنن کبریٰ بیہقی ج ۳۱

ایک تیسری روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

فاستتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من حیث انتہی ابو بکرؓ
القرآن۔ طحاوی شریف ج ۱۹۶

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ، ثبت اور
حجت ہیں اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی پوری سورۃ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لئے کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید بیمار تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ
چلتے ہوئے مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تھے۔ آپ کے دھیرے دھیرے
تشریف لانے میں معمول سے زیادہ وقت صرف ہو گیا اور حضرت صدیق اکبر
آپ کی تشریف آوری سے قبل نماز شروع فرما چکے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل و بصیرت اور انصاف و دیانت کا تقاضا تو
یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ اگر مکمل طور پر نہ پڑھی گئی ہو کی تو اس کا اکثر حصہ تو
یقیناً پڑھا جا چکا ہو گا۔ مگر باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہو گئی
آپ نے اس کا اعادہ نہ فرمایا۔ اسے بیکار اور باطل قرار نہ دیا بلکہ اسے درست
صحیح سمجھا۔ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی یہ نماز نہ ہوتی آپ اسے باطل قرار دیکر اس کا
اعادہ فرماتے۔

گیارہویں حدیث

عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك
ركعة من الصلوة فقد ادرکها
قبل ان یقیم الامام صلیہ۔
دارنقطی ج ۳۴۸

اس حدیث شریف سے پوری وضاحت اور صراحت سے یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا یعنی
اس کی رکعت ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک
ہو گیا اس کے رکوع میں شریک ہونے سے پہلے امام فاتحہ پڑھ چکا ہو گا
کیونکہ امام فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع میں جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ
اس نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی یہ رکعت ہو گئی معلوم
ہو گا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ اس شخص کی یہ رکعت
نہ ہوتی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ غیر مقلدین حضرات بھی اس حدیث کو
صحیح مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

بارہویہ حدیث

عن ابی ہریرۃؓ انہ دخل المسجد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال النبی صلی اللہ وسلم زادک اللہ حرصاً ولا تعد۔
سنن کبریٰ ۹

حضرت ابو بکرہ سے روایت کردہ نہایت بین کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے پہلے ہی وہ رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ صف میں مل گئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر ترسیں گے پھر ایسا نہ کرنا۔

یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرہؓ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے رکوع میں شامل ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی یہ رکعت ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس نماز کو کامل مکمل اور صحیح سمجھا اور ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں فرض اور کن ہے تو حضرت ابو بکرہؓ کی یہ نماز کیسے درست ہو گئی ان کو دوبارہ پڑھنے کا کیوں حکم دیا گیا۔ غیر مقلد حضرات کو بھی بدجہ مجبوری بادل خواندہ اس حدیث کو صحیح ماننا پڑا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ مُدْرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی علی الدارقطنی میں لکھتے ہیں۔

وفی ذلک دلالة علی ادراک الركعة بادرک الركوع وقد روی صریحاً | اور اس (حدیث ابو بکرہؓ) میں اس بات پر دلالت ہے کہ امام کو رکوع میں پانیوالا

عن ابن مسعودؓ وزید بن ثابتؓ و ابن عمرؓ۔
التعلیق المغنی علی الدارقطنی ۳۴۷

رکعت پالتا ہے اور یہ سارے حضرات ابن مسعودؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی صراحتہ روایت کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ ابو محمدؒ مولوی عبدالستار صاحب تفسیر ستاریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”بیشک شرعاً مدْرک رکوع مدْرک رکعت ہے۔ احادیث نبویہؐ تعامل صحابہؓ سے اس کا کافی ثبوت پایا جاتا ہے مگر اس سے عدم وجوب فاتحہ پر استدلال کرنا محض غلط و باطل ہے۔ قرأت فاتحہ کا وجوب حالت قیام میں ہے نہ حالت رکوع میں جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا۔ تفسیر ستاریؒ ۳۶۷۔“

جواب۔ تفسیر ستاریؒ کے مصنف کے اس جواب میں قطعاً کوئی وزن اور محتولیت نہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا یہ جواب تو سراسر قیاس پر مبنی ہے جس کے متعلق یہ حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر اور چیخ چیخ کر یہ نعرہ لگایا کرتے ہیں اَوَّلُ مَنْ قَامَ قَامَ ابْلِیسُ کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ آگے یہ ان کی بلا جانے کہ ابلیس کا قیاس کس نوعیت کا تھا۔ اور قیاس محبتہ کے کہتے ہیں؟

پھر یہ بھی خوب رہی کہ جب حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا۔ اول تو اس کو ثابت کرنا

چاہیے تھا کہ رکوع کرنے سے کیا حالت بدل گئی؟ کیا نماز ختم ہو گئی یا نمازی بدل گیا۔

آخر یہ مسئلہ کس حدیث سے آپ نے معلوم کیا کہ رکوع کرنے سے نماز یا نمازی کی حالت بدل جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی حدیث اور دوسری وہ احادیث جو رکوع پالینے سے رکعت پانے پر دلالت کرتی ہیں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں رکوع قیام کے حکم میں ہے کہ سجدہ پالینے سے رکعت نہیں ملتی اور رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے۔ جب رکوع حکم قیام ہے تو رکوع سے حالت نہیں بدلی لہذا رکوع پالینے کی حالت میں رکوع میں قرات فاتحہ فرض ہونی چاہیے۔

چنانچہ بعض صحابہ کرام اس طر ف بھی گئے ہیں کہ رکوع میں فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ کتاب القراءات ہیثمی کی درج ذیل روایت ملاحظہ فرمائیے

عن حسن بن عطیة عن ابی الدرداء قال لا تترك الفاتحة خلف الامام زاد ابن ابی الحواری ولدت لقرأت راکع وفي رواية اخرى عن ابی الدرداء قال لو ادركت الامام وهو راكع لاحتببت ان اقرء بفاتحة

حسن ابن عطیہ حضرت ابو الدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ چھوڑو چاہے رکوع ہی میں پڑھ لو۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں امام کو رکوع میں پاؤں تو

انتخاب۔
کتاب القراءۃ ہیثمی ۵۲
تو اس کو پسند کر دوں گا کہ سورۃ فاتحہ رکوع ہی میں پڑھ لوں۔

اس اثر سے صاحب تفسیر تبارکی کی بنائی ہوئی عمارت دھڑام سے پیوند زمین ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ رکوع سے حالت نہیں بدلی بلکہ رکوع میں قیام کی طرح قرات فاتحہ درست ہے پس امام غزالیؒ نے الحدیث کا یہ کہنا کہ جیسے شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی ویسے ہی شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے یہ احناف کے مسلک کے توں، وزنی اور معتزل ہونے کا اعتراف و اقرار ہے۔ جب رکوع میں مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور رکوع میں پڑھنا فرض نہیں حالانکہ رکوع حکم قیام ہے تو معلوم ہوا کہ حالت قیام میں بھی مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات تصور کی جائے گی۔

حق بات یہ ہے کہ جو لوگ مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں ان کو یا تو داؤد بن علی ظاہری کی طرح اس بات کا قائل ہو جانا چاہیے کہ رکوع پالینے سے رکعت ہو گئی ہو سکتی۔ یا پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی طرح اس بات کے قائل ہو جائیں کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکوع کی حالت میں ہی سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔ اگر غیر مقلد حضرات

جمہور کی طرح اس بات کے قائل ہوں گے کہ رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے اور رکوع میں فاتحہ پڑھنا فرض نہیں تو پھر وہ کسی طرح بھی مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض نہیں کہہ سکتے۔

رہا یہ اعتراض کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لئے قیام فرض ہے اور اس حالت میں ابو بکرہ صحابی کو قیام بھی نہیں ملا اور بغیر قیام کے ان کی وہ رکعت ہو گئی پس معلوم ہوا کہ قیام بھی فرض نہیں ہے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک قیام ارکان صلوٰۃ میں سے ایک اہم رکن ہے۔

جواب۔ معتزین حضرات ہماری گزارش ہے کہ وہ ارشاد فرمائیں کیا ابو بکرہ نے تکبیر تحریمہ بھی کہی تھی یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ تکبیر کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ قیام کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ تکبیر تحریمہ بدو قیام کے صحیح نہیں ہوتی علامہ شوکانیؒ اور امام طحاویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ بغیر قیام کے صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو ساری امت کے اجماع اور تعامل کے خلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر کسی نزدیک نماز صحیح نہیں ہوتی۔

تیسری حدیث

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بآم۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

الکتاب نفی خداج الا
دراء الامام۔
کتاب القراءت بیہقی
۱۳۶

چودھویں حدیث

اخبرنا ابو سعد احمد بن محمد المالی بن ابی الواحد عبد اللہ بن عدی الحافظ نا جعفر بن احمد الحجاج و جماعۃ قالوا نا جعفر بن نصر نا یحییٰ بن سلام نا مالک بن انس نا وہب بن کیسان قال سمعت جابر بن عبد اللہ ليقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بفا تحۃ الکتاب فلم یصل الا وراء الامام۔

کتاب القراءۃ ص ۱۳۶

ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے مگر امام کی اقتدا میں جو نماز پڑھی جائے اس میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم کو ابو سعد احمد بن محمد المالی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو احمد عبد اللہ بن عدی الحافظ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن احمد حجاج نے اور ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن سلام نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک بن انس نے بیان فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وہب بن کیسان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی مگر امام

کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اس سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ ہو جائے گی اور مقتدی کے لئے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

پندرہویں حدیث

عن ابی لھر برة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب ففی خداج الا صلوٰۃ خلف الامام۔
کتاب الغزوات بیہقی ۱۷۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جاوے۔

اس میں امام کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہیں وہ امام کے پیچھے پڑھے بغیر ہی ہو جاوے گی۔

اس روایت میں خلف الامام اور امام الکتاب کی قید خاص طور پر ملحوظ خاطر اور تشریح رکھنی چاہیے اور یہ بھی پیش نظر ہے کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نمازوں میں خواہ وہ جہری ہوں یا سری سورۃ فاتحہ کی قرأت کو ضروری لازم اور واجب قرار دیا ہے مگر مقتدی کی نماز کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مقتدی کے لئے پڑھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

مبارک پوری صاحب اور ان کے ہمراہ حضرات نے جہاں قرأت مازاد علی الفاتحہ کی تاویل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے انکی یہ تاویل بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں خاص طور پر امام الکتاب کی قید مذکور ہے جو انکی مذکورہ تاویل کو غلط قرار دیتی ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام جلیل القدر صحابہ کرام کے فتوؤں کی روشنی میں

جمہور سلف و خلف کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا واضح، ناطق، اور واشگاف فیصلہ پیش کیا جا چکا ہے۔ نیز اس بارہ میں صحیح صریح، اور مرفوع احادیث بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ شمع نبوت کے پردوں اور آفتاب رسالت کے دیوانوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار، آراء و افکار اور فتاویٰ پیش کر دیئے جائیں تاکہ ناظرین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آفتاب نبوت سے براہ راست الکتاب فیض کرنے والوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں کیا سمجھا ہے اس بارے میں ان کے اقوال و فتاویٰ کیا ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرام کی اکثریت اخلاف کی مہموا، ہم صداء اور مؤید ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان سے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت وارد ہے بلکہ پڑھنے والوں کے لئے دھمکیاں اور وعیدیں بھی منقول ہیں۔

حضرت مسروق جو بہت بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَحِمَتْهُمُ اَصْحَابُ | میں نے صحابہ کرام سے الکتاب فیض
محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتھی | کرنے کے بعد دیکھا کہ ان سب کا علم

إِلَى سِتْرِهِ، إِلَى عَمْرِؤَ وَعَلِيٍّ
وَعَبْدِ اللَّهِ وَمَعَاذِهِ وَالْإِلَهُ الدُّدَا
وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمْ،

تذكرة الحفاظ ج ۲۵

چھوڑ بزرگ، صحابہ کرام کی طرف لوٹنا
ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ
حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت زید بن
ثابت رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ اجمعین

مولانا عبدالرحمن مبارکیوی دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج
کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کو تین طبقات پر منقسم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ
ایک طبقہ وہ ہے جس سے دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج
کم ہوئی ہے۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اس بارے میں متوسط رہا ہے تیسرا وہ طبقہ
ہے جس سے دینی مسائل و احکام کی نشر و اشاعت اور ترویج بہت زیادہ ہوئی ہے
مبارکیوی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے

جن صحابہ کرام سے دین کی بہت
زیادہ نشر و اشاعت ہوئی ہے ان میں
یہ سات حضرات خاص طور پر قابل ذکر
ہیں حضرت عمرؓ، الخطابؓ، حضرت علیؓ
ابن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،

وَكَاثُ الْمَكْتُورُونَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَالِيٌّ
أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن
عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ اجمعین۔
حسن اتفاق سے مذکورہ جلیلی اقتداء و عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کی اکثریت

اس بارہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے سلسلہ میں) احناف کثرتاً سوادہم
کے ساتھ ہے فلسفہ الحمد علی ذلک۔ اب صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے فتوے ملاحظہ فرمائیں۔

فتویٰ حضرت زید بن ثابتؓ

عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ
عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْأَمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ
مَعَ الْأَمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ -

مسلم شریف ج ۲/۱۶ - سنن شریف ج ۱/۱۰۲
مسند ابی عوانہ ج ۲/۲۳

طحاوی شریف ج ۱/۱۰۵

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام
کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا
تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی
نماز میں (خود سری ہو یا جہری)
کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ فتویٰ ان
الفاظ سے منقول ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ
الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ يَوْمَئِذٍ مَعَهُ إِلَّا
مَنْ قَرَأَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جس
شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اسکی
نماز نہیں ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳/۱۶ میں حضرت ابی ثوبانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ اثر
بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔

عَنْ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ
لَا يَتْرُكُ الْإِمَامُ أَنْ يَجْعَلَ مَنْ خَلْفَهُ

حضرت ابی ثوبانؓ حضرت زید بن ثابتؓ روایت
کرتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے امام بلند
آواز سے پڑھنا ہو یا لیست آواز سے

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ فتویٰ اس امر کی دلائل اور بین دلیل ہے کہ امام کے ساتھ تنقیدی کو کسی نمازیں کسی قسم کی قرأت کا کوئی حق نہیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے
کہ تم میں سے جب کوئی امام کے پیچھے
غبار پڑھے تو اس کو امام کی قرأت
ہی کافی ہے اور جب اکیلا اور تنہا پڑھے
تو اس کو پڑھنا چاہیے اور حضرت عبداللہ
بن عمر امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے

هِن ابْن عَمْرٍو قَالَ اِذَا صَلَّيْ اَحَدُكُمْ
 خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاةُ الْاِمَامِ
 وَاِذَا صَلَّيْ وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ وَكَانَ
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ
 مَوْطَأُ اِمَامٍ مَالِكٌ ص ٢٩ - طحاوى شريف ص ٢٩
 مَوْطَأُ اِمَامٍ مُحَمَّدٌ ص ٢٢

حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر موطا امام محمد میں ان الفاظ سے روایت کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتدار میں غنا زپڑی اس کے لئے امام کی ترأت ہی کافی ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال
صلى خلف الامام كفته
قراءته -
موطا امام محمد ٢٣

فتویٰ حضرت جابر بن عبد اللہ

وہب بن کیاں فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی
سے سنا کہ جس شخص نے

عن دود. بن كية ان ائمه سمع
جابر بن عبد الله يقول من صلى
ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن

فلم لیصل الا وراء الامام
موطا امام مالک ۲۹
ترمذی شریف ج ۲۲ - طحاوی شریف ج ۱
موطا امام محمد ص ۲۲ -

کوئی رکعت بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی
اس نے نازنیں پڑھی مگر امام کے پیچھے
یعنی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے
کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس اثر میں مبارک پوری صاحب کی یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ قرأت سے مراد جہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ جہر سے نہ پڑھے اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے زور سے نہ پڑھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفرد پڑھ سورۃ فاتحہ زور سے پڑھنا واجب ہے حالانکہ اہل اسلام میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نمازیں (دوسرا) مشغول ہے (یعنی قرآن کے اوامر و نواہی اور وعد و وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں، امام کافی ہے

عن ابن مسعود قال أُنْصِتْ
لِلْقُرْآنِ كَمَا أُمِرْتَ فَإِنَّ فِي
الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَيِّفِيكَ
ذَلِكَ الْإِمَامُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود کا دوسرا فتویٰ

وہ شخص جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے کاش کہ
اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِيًّا
خَوْفًا مَرَاتِبًا طَاعًا وَشَرِيفًا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ

امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں داؤد بن قیس سے اور وہ محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ عَلِيٌّ مَنْ قَرَأَ مَعَ
الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفَطْرَةِ -

مصنف عبدالرزاق ج ۱۳

دارقطنی ج ۱۲ - طحاوی ج ۱۰

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے یعنی وہ سنت پر عامل نہیں بلکہ بدعت کا پیروکار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ
الْفَطْرَةَ - مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے سنت کی خلاف ورزی اور مخالفت کی

مصنف عبدالرزاق اور کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر بایں الفاظ منقول ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ
الْإِمَامِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ -

مصنف عبدالرزاق ج ۱۲ کنز العمال ج ۱۸

حضرت علی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباس

حضرت ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ جب امام

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عَبَّاسٍ أَقْرَأُ وَالْإِمَامَ مَبْنِيَّ

قَالَ لَا -

طحاوی شریف ج ۱۲

میرے آگے قرأت کر رہا ہوتا تھا
بھی قرأت کروں (پڑھوں) انہوں
نے فرمایا نہیں۔

اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے صاف طور پر مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دوسرا فتویٰ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا گیا

إِنَّ نَاسًا يَقْرَأُونَ فِي الظُّهْرِ
وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ بِي سَبِيلٌ
لَفَعَلْتُ أَلَيْسَتْ لَهُمْ

طحاوی شریف ج ۱۲

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر میرا بس چلے تو میں ان کی زانیں لگادی سے کھینچ لوں

حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ میں اگرچہ خلف الامام کی قید مذکور نہیں مگر معمولی غور و خوض، ادنیٰ سوچ و بچار، اور تھوڑے سے تفکر و تدبیر کے بعد یہ بات بخوبی واضح و آشگاف اور روشن ہو جاتی ہے کہ امام اور متقدم کے لئے تو بالاتفاق پڑھنا ضروری ہے۔ امام اور متقدم کے بارے میں تو یہ شدید دھمکی ہو ہی نہیں سکتی لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ وعید شدید امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کا فتویٰ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ
حَضْرَتَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَرَمَاتے ہیں کہ

فی قم الذی یقرأ خلف الامام حجراً
موطا امام محمد ص ۹۸ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸

عن نافع والنس بن سیرین قال
قال عمر بن الخطاب تکفیت قراة
الامام مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶

حضرت سعد بن ابی وقاص کا فتویٰ

عن سعد قال وددت الذی
یقرأ خلف الامام فی فیہ
جمرة - موطا امام محمد ص ۹۸
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ
عن عبید اللہ بن مقسم انه
سأل عبد اللہ بن عمرو بن زید
بن ثابت وجابر بن عبد اللہ
فقالوا لا یقرأ فی شیء من
الصلوات -

لحاوی شریف ص ۱۲۰

امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے منہ میں
پتھر پڑ جائیں۔
حضرت عمر بن عمر کا یہ فتویٰ بایں الفاظ منقول ہے
حضرت نافع اور انس بن سیرین سے
روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب
نے فرمایا کہ مقتدی کو امام کی قرأت کافی
حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے
ہیں کہ میری سنا اور خواہش ہے کہ امام
کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں
انگاسے بھر جائیں۔
عبید اللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ
انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو
زید بن ثابت اور حضرت جابر بن
عبداللہ سے امام کے پیچھے پڑھنے
کے بارہ میں دریافت کیا تو ان سب
حضرات نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی
نماز میں بھی پڑی ہو یا جہری قرأت نہ کی جائے۔

قوی حضرات خلفاء راشدین

اخبر فی موسیٰ بن عقبہ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وآبا بکر و عمر و عثمان رض
کانوا ینہون عن القراة
خلف الامام -

مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹

سید بدری صحابہ کرام کا فتویٰ

قال الشعبي ادرکت سبعین
بدریاً کلہم ینعون المقتدی
عن القراة خلف
الامام -

روح المعانی ص ۱۵۲

حضرت شعبی جو بہت بڑے
تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے
ستر بدری صحابہ کرام کو پایا وہ
سب کے سب امام کے پیچھے قرأت
کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مسئلہ قرآنہ خلف الامام تابعین عظام کے فتوؤں کی روشنی میں

ناظرین کرام! صحابہ کرام کے اقوال و آثار پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب تابعین عظام کے کچھ آثار و فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کرام معلوم کر سکیں کہ خیر القرون کے درخشندہ ستاروں اور آسمان ہدایت کے روشن ستاروں تابعین عظام کا قرآنہ خلف الامام کے بارے میں مسکت تھا یا نہوں نے اس بارہ میں قرآن و حدیث کیا سمجھا ہے

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ

حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی امام کے پیچھے پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

عن مغیرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۱۱

حضرت سعید بن جبیر کا فتویٰ

حضرت ابوشیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی

عن ابی بشر عن سعيد بن جبیر قال سئلته عن القراءة خلف الامام قال ليس خلف الامام

قرآنہ

مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۱۱

حضرت سعید بن مسیب کا فتویٰ

عن قتادة عن ابن المسيب

قال انصت للامام۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۱۱

كتاب القراءة ۹۱

حضرت محمد بن سیرین کا فتویٰ

عن محمد قال لا اعلم

القراءة خلف الامام

من السنة۔

مصنف ابن ابی شیبہ

۳/۱۱۱ ج ۱

حضرت علقمہ بن قیس کا فتویٰ

عن ابی اسحق ان علقمة

بن قيس قال وددت ان

الذي يقرأ خلف الامام

ملئ فوه ثرابا اذ رصفا۔

مصنف عبدالرزاق ۱۳۹۱ موطا امام محمد ۲/۵

قسم کی قرأت نہیں یعنی سری اور جبری

دونوں قسم کی نمازوں میں قرأت نہیں

حضرت سعید بن مسیب کا فتویٰ

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت

سعید بن مسیب فرمایا کہ امام کی قرأت

کے لئے خاموش رہو۔ یعنی امام کے

پیچھے قرأت کی ضرورت نہیں۔

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ

میں امام کے پیچھے پڑھنے کو سنت

نہیں سمجھتا یعنی میرے نزدیک امام

کے پیچھے پڑھنا سنت کی خلاف ورزی

کرنا اور بدعت کا ارتکاب کرنا ہے

حضرت ابو اسحق فرماتے ہیں کہ میری

مناہ ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے

والے کا منہ مٹی یا گرم پتھر سے

بھر جائے۔

حضرت سعید بن جبیر سے امام کے

پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا

تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی

مصنف عبدالرزاق ۱۳۹۱ موطا امام محمد ۲/۵

حضرت اسود بن یزید کا فتویٰ

عبدالرزاق بن ہمام اپنے مصنف میں سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام ائمش اور وہ ابراہیم نخعی اور وہ اسود بن یزید سے۔ وہ فرماتے ہیں۔
 قَالَ وَدِخْتُ أَنَّ الذِّي يَقْرَأُ
 خَلْفَ الْإِمَامِ مَلِيٌّ فَوَهُ تَرَابًا۔
 مصنف عبدالرزاق ج ۱۳۹

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۴ میں حضرت اسود بن یزید سے یہ فتویٰ ان الفاظ سے مروی ہے۔

عَنِ الْإِسْوَدِ بْنِ يَزِيدٍ
 لِأَنَّهُ أَعْصَى عَلَى جَبْرَةِ أَحِبَّ إِلَى
 أَنْ أَتْرَعَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

حضرت عمرو بن ميمون کا فتویٰ

عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مَالِكٍ
 عَنْ عِمَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ لَا
 أَدْرِي كَمْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ كَلَّمَهُمْ
 يَقُولُونَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ
 الْإِمَامِ۔ مِنْهُمْ عَمْرُو

اشعث حضرت مالک
 بن عمارہ سے روایت کرتے ہیں کہ
 میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے
 بے شمار شاگردوں سے امام کے
 پیچھے پڑھنے کے بارہ میں سوال کیا، ان
 سب نے (بالاتفاق) کہا کہ امام کے

بن ميمون

پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے
 مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۴
 جن سے میں نے اس بارہ میں سوال کیا ان میں سے حضرت عمرو بن ميمون
 خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت ضحاک کا فتویٰ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

كَانَ الضَّحَّاكُ يَنْهَى عَنِ الْقِرَاءَةِ
 خَلْفَ الْإِمَامِ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳۴
 حضرت ضحاک تابعی امام کے پیچھے
 قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر کا فتویٰ

ہشام بن عروہ اپنے والد ماجد حضرت عروہ بن زبیر سے روایت فرماتے ہیں
 أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ
 الْإِمَامِ إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيهِ الْإِمَامُ
 موطا امام مالک کتاب القراءۃ

مسئلہ قرأت خلف الامام تبع تابعین کے فتوہ کی روشنی میں

حضرت سفیان بن عیینہ

امام سفیان بن عیینہ جو تبع تابعین میں بڑا اونچا اور ممتاز مقام رکھتے تھے ہیں وہ امام کے پیچھے مطلقاً (سری جہری و دونوں میں) قرأت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مرفوع حدیث "لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً" کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف "لمن یصلی وعدہ" ابو داؤد (ج ۱۱) اس شخص کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو۔ یعنی یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے کہ منفرد کے لئے پڑھنا ضروری ہے۔ مقتدی کے حق میں نہیں اس لئے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

امام سفیان بن عیینہ کے اس ارشاد (هذا لمن یصلی وحده) سے یہ بات بالکل عیاں اور الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلقاً پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت سفیان ثوری

حضرت سفیان ثوری سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت کے قائل نہ تھے چنانچہ مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال سفیان الثوری واصحابه | سفیان ثوری اور اصحاب رائی کا المراءى لا یقرأ خلف الامام | مذہب یہ ہے امام کے پیچھے سری

فَمَا جَهَرَ وَأَسَرَ۔

تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷

اور جہری نمازوں میں نہ پڑھا جائے۔

امام عبداللہ بن وہب

رئیس المحققین، سید المحدثین۔ سند المفسرین امام العصر حضرت العلام جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن وہب کا مسلک بھی امام ابن عیینہؒ کی طرح یہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ فصل الخطاب ص ۲۵۷

امام اوزاعی

امام اوزاعیؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کی فریضت کے قائل نہ تھے، صرف سری نمازوں میں قائل تھے وہ بھی استحباً ہی طور پر نہ کہ وجوباً چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں۔

وَمَذْهَبُ طَائِفَةٍ كَالْأَوْزَاعِيِّ

وَعِیْرِهِ مِنَ الشَّامِیِّیْنَ

یَقْرَأُهَا اسْتِحْبَابًا۔

قنادی ابن تیمیہ ص ۱۶۷

امام اوزاعی اور ان کے علاوہ شام

کے علماء کا مسلک یہ ہے کہ امام

کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف

مستحب ہے یعنی اگر پڑھے تو کوئی حرج نہیں

حضرت عبداللہ بن مبارک

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جہری نمازوں میں پڑھنے سے روکتے تھے اور سری میں پڑھنے کی صرف اجازت دیتے تھے اور کو

ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری جزء القراءت میں لکھتے ہیں
 قال ابوداؤد عن ابن
 مسعود قال انصت للامام
 وقال ابن المبارک ان هذا
 في الجهر و انما يقرأ
 خلف الامام فيما سكت
 الامام۔
 جزء القراءت ص ۱۱

مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی
 میں لکھتے ہیں۔

فان عبد الله بن مبارك
 لم يكن من القاعلين
 بوجوب القراءة خلف الامام تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۵

حضرت امام زہری جیسے حدیث کے عظیم امام بھی جہری نمازوں میں
 امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب
 مبارکپوری مشہور غیر مقلد عالم تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال الزهري ومالك و
 ابن المبارک و احمد و اسحق
 امام زہری، امام مالک، امام
 ابن مبارک اور امام احمد اور امام اسحق

يقرأ فيما ستر الامام فيه ولا يقرأ
 فيما جهر به۔
 تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۵ معنی ابن قدامہ ص ۱۱
 فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں مقتدی
 کو نہیں پڑھنا چاہیے اور ستری میں
 پڑھ لینا چاہیے۔

امام اسحق

مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری نے مذکورہ بالا عبارت میں امام
 اسحق بن راہویہ کا بھی وہی مسلک بیان کیا ہے جو امام زہری، امام مالک
 حضرت عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل کا تھا کہ جہری نمازوں
 میں نہیں پڑھنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۸۷ھ اپنی
 مشہور اور بے نظیر کتاب تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

وذهب قوم الى ان الامام
 يقرأ اذا ستر الامام و
 لا يقرأ اذا جهر و هو قول
 عروة بن زبير و احمد و اسحق
 رواه المعاني ص ۱۵۵
 علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے
 کہ مقتدی ستری نمازوں میں پڑھے اور
 جہری میں نہ پڑھے۔ یہی قول ہے
 حضرت عروہ بن زبیر کا اور امام احمد
 اور امام اسحق کا۔

امام لیث بن سعد

اہل مصر کے امام حضرت لیث بن سعد بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری
 نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن قدامہ رقمطراز ہیں۔

و هذا مالك في اهل الحجاز | یہ اہل حجاز کے امام، امام مالک ہیں

وهذا الثوري في اهل العراق
وهذا الاوزاعي في اهل الشام
وهذا الليث في اهل مصر ما قالوا
لرجل صلي وقرأ امامه ولم يقرأ
هو صلواته باطله
معنى ابن قدامه
مناج - ۱

اور یہ امام ثوری بن جراح عراق کے
امام میں اور یہ امام اوزاعی میں شام
والوں کے امام اور یہ لیث بن سعد
امام اہل مصر میں ان ائمہ مذکور میں
کسی نے بھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب
امام قرأت کر رہا ہو اور مقتدی نہ پڑھے
تو اسکی نماز باطل اور بیکار ہوتی ہے

حضرات ائمہ مجتہدین

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک

حضرت امام اعظم امام کے پیچھے مطلقاً سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل
نہ تھے نہ جہری میں اور نہ سیری میں۔

تفسیر ستاری کے مولف کی غلط بیانی اور دروغ گوئی

تفسیر ستاری کا مولف تفسیر ستاری کے مولف پر لکھتا ہے۔

”آپے ہم آپ کو بتلائیں کہ امام صاحب کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک
قول قدیم۔ دوسرا قول جدید، علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے
کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد امام محمد کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنی
چاہیے ان کا قدیم (پرانا) قول ہے۔ امام صاحب اور امام محمد نے اپنے اس
پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو مستحسن اور محبوب قرار دیا“

مولف مذکور کو امام محمد کی تصانیف اور فقہائے احناف کی مشہور و معروف
اور معتبر و متداول کتب تو یہ قول نہ مل سکا تو انہوں نے آنکھوں میں دھول جھونکنے
کی کوشش کرتے ہوئے علامہ شعرانی شافعی کی کتاب میزان الکبریٰ کا سہارا دھونڈا۔
”ذوبے کو تنکے کا سہارا“ جب علماء احناف کی کتب اطرافِ عالم اور اکتافِ دنیا
میں مشرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہیں۔ امام محمد کی کتب موطا امام محمد ”اور کتاب الآثار“
عام طور پر دستیاب ہیں تو ان سے اعراض اور صرف نظر کر کے ایک دوسرے
مکتب فکر کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا از حد تعجب اور از بس حیرت کا
باعث ہے۔ حیب امام محمد کی اپنی کتب میں اس سلسلہ میں تصریح و تفصیلات
موجود ہیں ان کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے مسلک کے عالم کی کتاب کی طرف
رجوع کرنا مطلب پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً مولف تفسیر ستاری کا یہ دروغ بے فروغ ہے کہ میزان الکبریٰ میں
امام صاحب کے دو قول مذکور ہیں اس لئے احقر نے یہ حوالہ تلاش کرنے
کے لئے میزان الکبریٰ کا ازا دل تا آخر خوب گہرا مطالعہ کیا۔ مگر تلاش بسیار
کے باوجود یہ حوالہ اس کتاب میں نہ مل سکا اس سلسلہ میں مولف مذکور نے
اپنی مطلب براری کے لئے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ کر علامہ شعرانی کے
سر پھوپ دی۔

احقر اس مقام کی تحقیق و ریسرچ میں مختلف کتب کی ورق گردانی کر رہا تھا
کہ محقق عصر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق
کتاب اعلام السنن کی درج ذیل عبارت نظر افروز ہو کر بحد مسرت کا باعث

ہوئی کہ مولانا موصوف کی تحقیق بھی اس بارے میں یہی ہے کہ میزانِ اکبری وغیرہ میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں۔ مولانا رقمطراز ہیں وطم اظفر بهذا الكلام في كتب العلامة الشعراني من الميزان او كشف الغمّة ورحمة الامة اعلاء السنن ص ۹۳

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی تحقیق امام محمد رحمہ کی اپنی تصانیف سے کر دیں۔

امام محمدؒ اپنی مشہور کتاب "کتاب الآثار" میں رقمطراز ہیں۔

قال محمد لا ينبغي ان يقرأ
حلف الامام في شيء من الصلوات
كتاب الآثار ص ۱۸۶

امام محمدؒ اپنی معروف کتاب، کتاب الآثار میں ایک دوسرے مقام میں تحریر فرماتے ہیں

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال
حدثنا حماد عن ابراهيم قال ما قرأ
علقمة بن قيس فيما يجهر فيه
ولا في الركعتين
الاخيرين اتم القرأت
ولا غير ما خلف الامام
قال محمد وبه نأخذ

امام محمد نے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ نے خبر دی فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد نے بیان کیا وہ حضرت ابراہیم غنی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی ستری میں اور نہ دوسری دو رکعتوں میں نہ سوڑ

لا تسري القراءة خلف
الامام في شيء من الصلوة
يجهر فيه ولا يجهر

کتاب الآثار ص ۱۶۴

امام محمدؒ موطا امام محمدؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال محمد لا قراءة خلف الامام
فيما يجهر فيه ولا في المجهر
فيه بذلك جاءت عامة
الآثار وهو قول ابى حنيفة
موطا امام محمد ص ۴۳

امام ابن ہمام فتح القدير ص ۲۴۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

والحق ان قول محمد كقولهما
فان عبارته في كتيبه مصححة
بالتجاني عن خلافه فانه
قال في كتاب الآثار
في باب القرأت خلف
الامام بعد ما اسند
الى علقمة بن قيس

حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول بھی امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ جیسا ہے۔ اس لئے کہ امام محمدؒ کی تصانیف کی عبارات اس اختلاف کی صراحت نہی کرتی ہیں کیونکہ امام محمد نے اپنی کتاب "کتاب الآثار" میں باب القرأت

نامتھ اور نہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت۔ امام محمد نے فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں سمجھتے نہ جہری میں اور نہ ہیہری میں۔

انه ما تقرأ تظنما يجهر فيه
ولا فيما لا يجهر فيه قال وبه
ناخذ لا نراى القراءة
خلف الامام فى شئ من
الصلوة يجهر فيه او
لا يجهر فيه - وفى موطئه
بعد ان روى فى منع القراءة
فى الصلوة ما روى قال
قال محمد لا قراءة خلف الامام
فما جهر فيه وفيما لا يجهر
بذلك جاءت عامة
الاخبار وهو قول
ابى حنيفة

فتح القدير ج ۲

خلف الامام میں علقمہ بن قیس تک
سند چنانے کے بعد کہا کہ علقمہ بن قیس
نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور
نہ ہی سہری میں۔ امام محمد نے اس
کے بعد فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی
ہے کہ ہم امام کے پیچھے جہری اور
سہری نمازوں میں مطلقاً قرأت کے
جواز کے قائل نہیں۔ موطا امام محمد
میں بھی امام محمد نے امام کے پیچھے
قرأت کی ممانعت کی روایات بیان
کرنے کے بعد فرمایا کہ امام کے پیچھے
جہری اور سہری نمازوں میں نہ
پڑھنا چاہیے۔ عام روایات ممانعت
کے بارے میں آئی ہیں اور امام اعظم
ابو حنیفہ کا قول بھی یہی ہے۔

امام اعظم اور امام محمد کا مسلک جب امام محمد کی اپنی تصانیف میں
بڑی صراحت اور وضاحت سے مرقوم و مسطور ہے تو ان کو چھوڑ کر دوسرے مکتب
فکر کے عالم کی کتب سے استدلال کرنا دارالخالیکہ وہ حوالہ اس کتاب میں مذکور و مسطور
اور مرقوم و منقول بھی نہ ہو، انتہائی ذبیہ دلیری انتہائی ناانصافی اور انتہائی کذب بانی ہر
قالی اللہ المشتکی۔

ثانیاً بالفرض اگر امام محمد کا یہ قول کہ وہ سہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے
کو مستحسن سمجھتے تھے، صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس سے فریق ثانی کا مدعی ثابت نہیں
ہوتا۔ کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جہری اور سہری نمازوں میں امام کے پیچھے
سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام محمد کی عبارت زیادہ سے زیادہ استجاب استحسان
ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی سہری نمازوں میں تو اس سے غیر مقلدین کا دعویٰ جو کہ امام کے
پیچھے سب نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا ہے کیسے ثابت ہوا۔ دعویٰ اردو میں
میں مطابقت شرط ہے جو یہاں معدوم و مفقود ہے۔

امام مالک کا مسلک

امام دارالہجرت حضرت امام مالکؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں
مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے حق میں نہ تھے اور سہری نمازوں میں گو پڑھنے
کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب فرضیت کے قائل نہیں۔ چنانچہ موطا امام مالکؒ
میں مرقوم ہے۔

قال یحیی سمعت مالکاً الامر
عندنا ان یقرأ الرجل وراء الامام
فیما لا یجهر فیہ الامام بالقراءة
و یتروک القراءة فیما یجهر فیہ الامام
بالقراءة۔ موطا امام مالک ۲۹

(امام مالکؒ کے مشہور شاگرد) امام یحیی
فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ
سے سنا کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ آدمی
(مقتدی) امام کے پیچھے سہری نمازوں
میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

وقال الزهري ومالك وابن | امام زهري رحمه الله امام مالک حضرت

المبارك واحد واسحق يقرأ
فيما استرنيه ولا يقرأ فيما جهر به
تحفته الاحوذى ۲۵۷

میں امام بلند آواز سے پڑھتا ہے ان میں مقتدی کیلئے پڑھنے کی گنجائش نہیں۔
امام موفق الدین بن قدامر حنبلی رقمطراز ہیں۔

وجملة ذلك ان القراءة
غير واجبة على المأموم
فيما جهر به الا ما رواه
فيما استر نص عليه احمد
في رواية الجماعة وبذلك
قال الزهري والثوري و
ابن عيينة ومالك و
ابو حنيفة واسحق۔
معنى ابن قدامر ۶۰۹

مذکورہ تصریحات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہوا کہ
امام مالک کے نزدیک سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں مقتدی پر
قرأت واجب نہیں۔ جہری نمازوں میں تو ان کے نزدیک پڑھنا
منع ہے۔ سری نمازوں میں پڑھنے کی صرف اجازت ہے۔

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی کے مسلک کو سمجھنے میں بڑے بڑے حضرات نے ٹھوکر
کھائی ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے اور کسی نے کچھ۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسرے علماء کے اقوال پیش کرنے کے بجائے
خود امام شافعی کی اپنی کتاب "کتاب الام" سے ان کا مسلک نقل کر دیں۔
نیز یہ بھی یاد رہے کہ کتاب الام امام شافعی کی جدید تصانیف میں سے ہے
یہ کتاب ان کتب جدیدہ میں سے ہے جو انہوں نے مصر میں تصنیف کیں۔ لہذا
اگر ان کی کسی قدیم کتاب میں اس کے خلاف نظر آئے تو یہ قول جدیدان کے
قول قدیم کے لئے ناسخ تصور ہوگا۔

امام شافعی اپنی کتاب کتاب الام میں رقمطراز ہیں۔

و نحن نقول كل صلاة صليت
خلف الامام والامام يقرأ
قراءة لا يسمع فيها قرأ
فيها۔
کتاب الام ۱۵۳

امام شافعی کی اس عبارت سے یہ بات بالکل صاف اور بے غبار
ہو جاتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کی اقتدار میں سورۃ فاتحہ پڑھنا
درست نہیں فرض ہونا تو درکنار جہری نمازوں میں مقتدی کا پڑھنا درست اور
صحیح بھی نہیں مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے جن میں

امام کی قرآن سنی شجاعتی ہو یعنی ستری نمازوں میں۔

اس سے امام شافعیؒ نے قرآن لایمیع دایسی قرآن جو سنی نہ جاسکتی ہو) کی قید لگا کر مقتدی کا کام اور وظیفہ مقرر فرما دیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی مذکورہ صاف صریح، واضح اور واضح عبارت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ امام شافعی تمام نمازوں میں مقتدی کیلئے سورۃ فاتحہ کے دو رکعت کے قائل ہیں وہ حقائق سے آنکھیں بند کر کے اپنے موعومہ خیالات اور موعومہ تصورات کی خازن رادادی میں بھٹک رہا ہے اسے آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر آخرت کی مسئولیت کے اس پریشانی نظر مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ اس پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبل بھی جبری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل نہ تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل جبری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بخلاف وجوبہا فی حال الجہر فانہ شاذ حتی نقل احمد الاجماع علی خلافہ۔ فتاویٰ ابن تیمیہؒ

امام رفیق الدین ابن تہامیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وجہ ذلک ان القرآن غیر واجبہ حاصل کلام یہ ہے کہ امام کے پیچھے

علی الامام م فیما جہر بہ

الامام م ولا فیما ستر نص

علیہ احمد فی روایۃ

معنی ابن تہامیہؒ

مشہور غیر منقول عالم مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوری لکھتے ہیں۔

قال الزہریؒ و ہالک و ابن

المبارک و احمد و اسحق یقرآن فیما

استر فیہ ولا یقر فیما

جہر بہ۔

تحفۃ الاحودی ۲۵۷

مبارک پوری صاحب ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

و کذلک الامام صالک والامام

احمد لم یكونوا قائلین بوجوب

قرآن الفاتحة خلف الامام فی

جميع الصلوات۔ تحفۃ الاحودی ۲۵۷

ناظرین کرام دیکھئے ائمہ مجتہدین کے مسالک تفصیلاً باحوالہ بیان کئے

جا چکے ہیں۔ غور فرمائیے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے مقتدی کے لئے

سورۃ فاتحہ کی قرأت کی فرضیت یا وجوب کا قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبل جبری نمازوں

میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے ہیں اور ستری نمازوں

سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ جبری نمازوں

میں واجب ہے اور نہ ہی ستری میں

علماء کی ایک جماعت نے امام احمد

سے امام اصحاب کا یہی مسلک نقل کیا ہے

امام زہریؒ امام مالکؒ حضرت

ابن مبارکؒ امام احمدؒ اور امام اسحقؒ

فرماتے ہیں کہ ستری نمازوں میں

مقتدی قرأت کر سکتا ہے اور جبری

میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اسی طرح (عبد اللہ بن مبارک کی طرح)

امام مالک اور امام احمد بھی امام کے

پیچھے تمام نمازوں میں سورۃ فاتحہ

کے وجوب کے قائل نہ تھے۔

میں وجوب کے قائل نہیں۔ امام مالک بھی تمام نمازوں میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب نہیں سمجھتے۔ سب سے نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب کے قائل نہیں۔ اور جہری میں پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک بھی مقتدی کے لئے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔ سب سے بھی صرف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں واجب نہیں کہتے۔ تو غیر مسلمین جو مقتدی کے لئے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دیتے ہیں ان کے مساک کی تائید جیسے قرآن و حدیث سے نہیں ہوتی ایسے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی انکی پشت پناہی نہیں کرتا۔ کوئی ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا۔

محبوب سبحانی پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ
حضرت پیران پیر بھی مقتدی کے لئے قرأت کو درست نہیں سمجھتے تھے چنانچہ رقمطراز ہیں۔

ان کان ماموفاً یبصت الی
قراءة الامام ویفہمها۔
غنیۃ الطالبین ص ۳۱۴

حضرت شیخ کے ظاہری الفاظ تو اسی بات کے آئینہ دار اور غماز ہیں کہ

مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں یہ ہے کہ وہ نہایت توجہ، التفات دھیان اور پورے انہماک سے امام کی قرأت سننے اور خود خاموشی و ساکت رہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا فتویٰ

حضرت شیخ الاسلام اپنے مشہور عالم فتاویٰ میں مسئلہ قرأت خلف الامام کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وایضاً فالمقصود
بالجہر استماع المامومین
ولهذا یؤمنون علی
قراءة الامام فی الجہر
دون السری۔ فاذا کانوا
مشغولین عنہ بالقراءة
فقد امر ان یقرأ علی
قوم لا یستمعون لقراءتہ
وهو بمنزلۃ من یحدث
من لا یستمع لحدیثہ
وینظیب من لا یستمع
لخطبتہ وهذا سفہ
تشرع عنہ الشریعۃ

اور نیز امام کے بلند آواز کے پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں اس لئے امام جہری نمازوں میں جب ولا الضالین پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور سب سے نمازوں میں چونکہ مقتدی نہیں سنتے اس لئے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔ اگر امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننا نہیں چاہتے اور ایسی قوم کو وعظ کرو اور خطبہ دو جو سننے

ولهذا روی فی الحدیث
مثل الذی یتکم والامام
یخطب کمثل الحمار یجمل
اسفارا فہکذا اذا کان
یقرا والامام یقرا علیہ

کتیلے آمادہ اور تیار نہیں ایسی بات
کہنا ایسی کھلی حماقت اور سفاہت ہے
جس کا شریعت مطہرہ قطعاً حکم نہیں
دے سکتی کیونکہ شریعت مقدسہ
احتمانہ باتوں اور سفاہت آمیز
چیزوں کا حکم نہیں دیا کرتی وہ
اس سے در، الوراء ثم در، الوراء ہے
ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس

فتاویٰ ابن تیمیہ ۴۷-۴۸

شخص کی مثال جو امام کے خطبہ دیتے وقت باتیں کر رہا ہو کسی سے جو گفتگو
ہو ایسی ہے جیسے گدھے پر گناہوں کا بوجھ ملا دیا گیا ہو ایسا ہی وہ
شخص جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھتا ہو یعنی جیسے گدھا کتابوں
سے مستفیض و مستفید نہیں ہو سکتا ایسے ہی وہ شخص جو جہری نمازوں میں
امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے امام کی قرأت سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔
ناظرین باتمکین ملاحظہ فرمایا اپنے کہ امام ابن تیمیہ امام کے پیچھے جہری
نمازوں میں پڑھنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ ان کو کس چیز سے
تشبیہ دی گئی ہے تشبیہ کی نزاکت ملاحظہ فرمائیے اور پھر امام کے پیچھے جہری
نمازوں میں قرأت کرنے والوں کے اصرار پر غور فرمائیے کہ امام ابن تیمیہ
کے فتویٰ کی رو سے وہ کیسی احمقانہ حرکت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔



ناظرین نے حرام: قرآن کریم کی آیت کریمہ، پندرہ احادیث، صحابہ کرام
تابعین عظام، تبع تابعین فحاش کی آراء و فتاویٰ، ائمہ مجتہدین کے مسالک، پیرن پر
حضرت محبوب سبحانی قطب بانی شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی
عبارت اقتباسات اقتاب نصف انتہار کی طرح یہ امر واضح الم نشرح اور آشکارا
ہو گیا کہ مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور واجب
نہیں بلکہ ممنوع و محظور ہے۔ اور یہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ تابعین قرأت خلف
الامام صرت احتاف ہی نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام ہیں اور جمہور فقہاء و محدثین ہیں۔
اور جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ صحیح، مترجہ اور مرفوع ہیں اور ان کے ۹۵ فیصد
راوی ثقہ، ثبوت، حافظ اور محبت ہونے کے علاوہ بخاری و مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔
فرق ثانی اگر تعصب کی عینک تار کر دامن دل کو غلو کی لٹانتوں سے جھٹک کر
اور آئینہ قلب کو تحریک کی کدورتوں سے صاف کر کے مذکورہ دلائل و براہین کا بغور
مطالعہ کریگا تو امید ہے کہ وہ دنیا کے تمام حق حضرات کو کھلے اور انعامی چیلنج دینے سے باز
آجائیکا اور ان کی نمازوں کو باطل، بیکار اور کالعدم قرار دینے کی بے باکانہ جراتوں سے
رک جائے گا۔ فرقی مخالف کے معتدل مزاج، انصاف پسند ادیب طبع انھما سے امید ہے کہ
وہ مذکورہ براہین کو نظر عمیق پڑھ کر اپنی پارٹی کے بے لگام افد متعصب مزاج، شخصوں کو پڑبانی
اور چیلنج باز سے روک کر اتحاد و اتفاق کی فصاحت پیدا کرنے میں ممد و معاون ہوں گے
دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سالہ کو شرف قبولیت لوانے اور اہل ذریعہ کیلئے اس کو
باعث ہدایت بنائے اور انہیں فراط و تفریط کے تعصبات سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرمادے

احقر بشیر احمد قادری مدرسہ قائم العلوم فقیر والی

مسئلہ قرآنہ خلف الامام پر بہترین کتابیں

نام کتاب	مصنف
تنقیح الکلام فی القرآنہ خلف الامام ولیل القوی علی القرآنہ للمقتدی توثیق الکلام فی ترک القرآنہ خلف الامام دلیل الحکم فی ترک القرآنہ للمؤتم ہدایۃ المعتدی فی قرآنہ للمقتدی دلیل المبین اظهار الحق	شیخ محمد ہاشم سندھی مولانا احمد علی سہارنپوری مولانا محمد قاسم نانوتوی " " " " مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا احمد حسن فیض پوری مولانا عبد العزیز صاحب علامہ انور شاہ صاحب کشمیری " " " " مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا محمد سر فراز خان صاحب صفدر مولانا زاہد الراشدی مولانا بشیر احمد قادری محدث کبیر مولانا عبد القدیر صاحب
فصل الخطاب فی مسئلہ ام الكتاب فارسی خاتمہ الخطاب فی مسئلہ فاتحہ الكتاب عربی فاتحہ الکلام فی القرآنہ خلف الامام احسن الکلام فی ترک قرآنہ خلف الامام اطیب الکلام تحقیق مسئلہ قرآنہ خلف الامام تدقیق الکلام - حصہ اول، حصہ دوم	

تحقیق مسئلہ

بجملہ

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی



مکتبہ فاروقیہ

۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ للہ رب العالمین وللصلوة والسلام علی سید المرسلین

وعلموا انہم واصحابہ اجمعین اما بعد

یہ عاجز تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ پاک و ہند میں قریباً تیرہ سو سال سے اسلام پھیلا یہاں اہل سنت و جماعت حنفی مقلدین اسلام، قرآن، احادیث اور فقہ لے کر آئے یہاں کے لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ بیشمار مدارس بنائے جن میں کتاب و سنت اور فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہزاروں مساجد تعمیر کیں جن میں مسکن حنفی کے موافق نمازیں ادا کی جاتیں چنانچہ نواب صدیق حسن خاں سرگودہ غیر مقلدین لکھتے ہیں: خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کی طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت کے آج تک لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور اس مذہب کے عالم، فاضل، مفتی، قاضی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبد الرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ بھی شریک تھے۔ (ترجمان و بابیر از نواب صدیق حسن خاں ص ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے قبل تمام عالم مفتی، قاضی، حاکم بادشاہ حنفی مذہب تھے ایک عالم یا ایک حاکم یا ایک بادشاہ بھی غیر مقلد نہ تھا۔ انگریز کی پالیسی "ٹراؤ اور حکومت کرو" کے تحت جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی گئی تو وہ مساجد جو بارہ سو سال سے عبادت گاہ تھیں ذکوہ تلاوت سے آباد تھیں اب میدان جنگ بن گئیں مساجد میں دن کو آئین الجہر اور رفع یدین پر قتل و غارت ہوتا، رات کو مقلدین کی مساجد میں یہ لوگ غلاطت، نجاست، گند بدبودار گوشت پھینک جاتے کئی مسجدوں میں تالے لگے۔ کتنے مقدمے کھڑے ہوئے اور ہزاروں لاکھوں روپے برباد ہوئے۔ بارہ سو سال سے اسلامی اخلاق و تعلیمات کے سامنے غیر مسلم آنکھیں اونچی نہیں کر سکے تھے اب کافر بنستے اور تالیاں بجاتے تھے اور مسلمان شرم سے سر اُپر اٹھاتے تھے۔ یہ مسئلہ آئین بالجہر بھی اُن مسائل میں سے ہے جس کو ہزاروں مسلمانوں کے خون سے سینچا گیا۔ لاکھوں روپے مقدمات کے ذریعہ اس کی بھینٹ پڑھائے اور سینکڑوں

کتابوں کی سیاہی سے اس کی سیرابی کا سامان مہیا کیا گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کس کی طرف سے ہوا جب کہ اس سے قبل بارہ سو سال تک پاک و ہند کی ایک مسجد کا نام نہیں لیا جاسکتا جو کسی غیر مقلد نے بنائی ہو اور وہاں آئین بادشاہی ملندہ کمی جاتی ہو اور آج بیسیوں مسائل اور سینکڑوں مضامین اس کی حمایت میں لکھے جا رہے ہیں۔ انگریز کے منحوس عہد سے پہلے کا ایک رسالہ بھی پورے پاک و ہند کی تاریخ میں نہیں ملتا جو اس مسئلے پر ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس خانہ جنگی کی ساری ذمہ داری غیر مقلدوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کی مقصد برآری کا ذریعہ بنے۔

غیر مقلدوں کی سب سے بڑی کمزوری

اگرچہ کئی فرق باطلہ سے بحث و گفتگو کا موقع ملا۔ بحث و گفتگو میں بنیادی اس دعویٰ کا ہوتا ہے جس کا اثبات یا ابطال مقصود ہو جب تک اُس دعویٰ کی وضاحت نہ کی جائے دلائل و شواہد کی چھان بھٹک بے فائدہ ہوتی ہے غیر مقلدوں کا یہ حال ہے کہ دعویٰ پر دعویٰ کرتے چلے جاتیں گے۔ لیکن اصل مسئلہ پوری وضاحت سے کبھی بیان نہ کریں گے۔

مسئلہ آئین ہندیا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ وہ مسئلہ ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے ہنگامہ کارزار برپا ہے۔ قتل و غارت، مقدمات، مساجد کے تقدس کی پامالی اور بارہ صدیوں کے مسلمانوں کو یہودی، منکرین سنت کہہ کر نفاق و شقاق کی خلیجوں کو وسیع سے وسیع تر کیا جا رہا ہے۔

اس پر انگریزی دور میں پچاسوں رسائل لکھے گئے لیکن کسی ایک رسالہ میں بھی

مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں۔ آخر یہ تقیہ بازی کیوں؟
اس لئے ضروری ہے کہ بحث و نظر سے قبل نقطہ اختلاف کا تعین کر لیا جائے۔

مسکراہل سنت و جماعت

اذکار و ادعیہ میں اصل اخفاء ہے۔ اس لئے نماز میں تمام اذکار اور دعائیں پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہوئے گا۔ اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آئین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح دہرایا گیا ہے اس لئے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔

غیر مقلدین کا مسک

۱۔ غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل آئین آہستہ کہتے ہیں۔

۲۔ اگر فرض باجماعت ادا کریں تو اہل علم اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آئین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے تار تہیات رکوع۔ سجود۔ تشہد۔ درود۔ آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے ان کے آئین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اُس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

بَابُ أَوَّلُ

پہلے ہم مسکراہل سنت و جماعت احناف کے مسک کو مدلل کرتے ہیں

فصل اول: آئین کا تلفظ اور معنی

آئین ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنی ہیں۔ اے اللہ قبول فرما چنانچہ اس کی تفصیل آ رہی ہے۔ (الشاء اللہ العزیز)

اس کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ ہے۔ آئین جیسا کہ حدیث میں ہے مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ

فصل دوم

جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں۔

۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں تکلم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔

۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور لپٹے کان تک آواز جائے۔

۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پچھسا مہٹ کی آواز قریب والا بھی سُن لے۔

۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سُن سکیں۔ ایک دو مبغضوں تک آواز جائے۔

جہر کا اوسط درجہ درجہ سے جو روزانہ جہر کی قرأت میں ہوتا ہے۔ لاجہر: سنوئے
ولا تخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلاً۔ یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو
کہ دور دور جائے اور اتنی پست ہی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی نہ سُن سکیں تو درجہ اوسط
یہ ہو کہ چار پانچ صفوں تک آواز پہنچ جائے۔
۴۔ جہر کا درجہ اعلیٰ یہ ہے کہ خوب کڑک کر الفاظ ادا کیے جائیں۔

فصل سوم :- آمین دعا ہے۔

۱۔ لغت کی رو سے آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے اور معانی لغویہ کے لئے اہل لغت
کا بیان ہی دلیل ہوتا ہے اگرچہ اور کوئی دلیل نہ ہو۔
۲۔ قرآن پاک سے :- قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے متعلق
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قد اجیب دعاؤکم میں نے تم دونوں
کی دعا قبول کر لی۔ حالانکہ تفسیر الدر المنثور میں حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبد اللہ
بن عباسؓ حضرت عکرمہؓ حضرت ابوصالحؓ حضرت ابوالعالیہؓ حضرت ربیع
حضرت زید بن اسلمؓ نے بیان کیا کہ دعا صرف حضرت موسیٰؑ نے فرمائی تھی۔ حضرت
ہارونؑ نے موسیٰؑ کی دعا پر صرف آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا کو
فرمایا (ص ۳۱۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آمین بھی دعا ہے۔

۳۔ حدیث پاک سے :- صحیح بخاری شریف ص ۱ پر ہے قال عطا آمین دعا
اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے عن انس بن مالک قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اعطانی التامین ولم یعطہ احداً

عن النبیین قبل الا ان یكون اللہ قد اعطاه ہارون مائد
موسیٰ و ہارون یؤمن۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے آمین عطا فرمائی ہے اور مجھ
سے پہلے حضرت ہارونؑ کے سوا کسی نبی کو نہیں ملی حضرت موسیٰؑ دعا فرماتے تھے
اور حضرت ہارونؑ آمین کہتے تھے۔

۴۔ تفسیر سے :- جلالین معالم التنزیل مدارک التنزیل منظر فی تفسیر میں بھی
آمین کو دعا کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ دعا فرماتے تھے۔ اور حضرت ہارونؑ آمین
کہتے تھے۔

پس دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ آمین دعا اور ذکر الہی ہے۔

فائدہ :- قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام
جب دعا مانگ رہے تھے تو حضرت ہارونؑ علیہ السلام بالکل خاموش مگر متوجہ رہے جب
موسیٰؑ علیہ السلام نے دعا ختم فرمائی تو آپ نے آمین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دعا
کرنے والا فرمایا۔ اسی طرح جب اہل سنت و جماعت امام سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے۔ تو
مقتدی حضرت ہارونؑ علیہ السلام کی طرح خاموش اور متوجہ رہتے ہیں جب امام
سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہہ دیتے ہیں۔ تو وہ فاتحہ دونوں کی
طرف سے شمار ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ ان قرأت الامام
قرآن کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی ہوتی ہے۔ تو اب غیر مقتدیوں کا یہ شور
کہ مقتدی کی نماز بلا فاتحہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ اور رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سے بغاوت ہے۔

تصل چہارم

اس بات کا ثبوت کہ دعا اور ذکر میں اصل آہستہ کہنا ہے۔ استدلال یہ ہے کہ رب سے اذل نمبر قرآن پاک کا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ احادیث جو قرآن پاک کے موافق ہوں پھر خلفائے راشدین کا تعامل۔

دلیل اول

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِينَ۔ دعا کرو اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور خفیہ (آہستہ) بیشک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ الاعتدال الجہر حد سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے دعا کرے یعنی آہستہ آواز سے دعا کرنے والا خدا کا محبوب ہے اور بلند آواز سے دعا کرنے والے کو خدا کا محبوب نہیں رکھتا۔

دلیل دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی آیا اور عرض کی کہ حضرت ہمارا خدا ہم سے دور ہے کہ میں بلند آواز سے خدا کو پکاروں یا نزدیک ہے کہ آہستہ دعا کروں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَانِّ قَرِيبٌ۔ جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دو کہ بے شک میں قریب ہوں۔ تفاسیر مدارک وغیرہ

۱۰۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ قریب ہے اُن سے آہستہ دعا کرنی چاہیے۔

تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ سورۃ مریم کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُن پر خصوصی رحمت اس لئے نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب سے آہستہ دعا کی۔ ذِکْرُ رَحْمَةٍ رَبِّكَ عَبْدَہٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدًا خَفِيًّا۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کرنے والے پر خدا تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔ اپنے رب کو اپنے دل ہی دل میں یاد کرو۔ (اعراف ۲۳)

پانچویں دلیل

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر شہر حج کے لئے نکلے تو لوگ ایک میدان میں پہنچے وہاں انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو بے شک تم کسی پہرے اور غائب کو نہیں

پکار رہے تھے تو اُس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری ص ۲۵۵ مسلم ص ۳۲۶)

چھٹی دلیل

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یسکفی۔ یعنی بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو مزدوریات میں کفایت کرے۔ (مسند احمد ص ۱۴۲ موارد النظم تلخیص صحیح ابن جابر سنہ صحیح (الجامع الصغير ص ۲۱ السراج المنیر ص ۲۶۲)

ساتویں دلیل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت دیتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ بے شک اُس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا ستر گنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو اُن کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور اعمال کے لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں سے کہے گا آیا ایسے شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی ان چیزوں میں

یہ جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار کر لیا اور لکھ لیا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس بندے سے فرمائیں گے کہ تیرے لئے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے تو اُس کو نہیں جانتا۔ اور میں اُس کا بدلہ تجھے دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔ (اخر حرجہ البویعلی قال الہیثی فیہ معاویہ بن یحییٰ الصدقی وهو ضعیف مجمع الزوائد ص ۸۱)

آٹھویں دلیل

قال الحسن بن علی بن دعوۃ السرو العلانیۃ سبعون
ضعفا ولقد کان المسلمون یجتہدون فی
الدعاء وما یسمع لہم صوت ان کان
ہم ساءینہم و بین ربہم (معالم التنزیل)
ترجمہ: حضرت امام حسین بن علیؓ نے فرمایا کہ دعا پوشیدہ اور دعا ظاہر کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے اور تحقیق مسلمان دعائیں کوشش کرتے تھے۔ یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ اُن کی آواز سُنی تک نہ جاتی تھی پس اُن کی دعا اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔
معلوم ہوا کہ سب صحابہ اور تابعین دعائیں نہایت اخفا کرتے تھے۔ اب کتاب و سنت سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آہستہ دعا کر۔ وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔ خدا کی رحمت آہستہ دعا

پکار رہے تھے تو اُس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری ص ۶۰۵ مسلم ص ۳۲۶)

چھٹی دلیل

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یسکفی۔ یعنی بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو مزدوریات میں کفایت کرے۔ (مسند احمد ص ۱۴۲ موارد النظم تلخیص صحیح ابن جریر سنہ صحیح (الجامع الصغير ص ۲۶۲ السراج المنیر ص ۲۶۲)

ساتویں دلیل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت دیتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ بے شک اُس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا ستر گنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو اُن کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور اعمال کے لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں سے کہے گا آیا میں شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی ان چیزوں میں

سے جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار کر لیا اور لکھ لیا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس بندے سے فرمائیں گے کہ تیرے لئے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے تو اُس کو نہیں جانتا۔ اور میں اُس کا بدلہ تجھے دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔ (آخر حیدہ البویعلی قال الہیثی فیہ معاویہ بن یحییٰ الصدقی وهو ضعیف مجمع الزوائد ص ۸۱)

اٹھویں دلیل

قال الحسن بن علی بن دعویۃ السرو العلانیۃ سبعون
ضعفا ولقد کان المسلمون یجتہدون فی
الدعاء وما یسمع لہم صوت ان کان
ہمساً بینہم و بین ربہم (معالم التنزیل)

ترجمہ: حضرت امام حسین بن علیؓ نے فرمایا کہ دعا پوشیدہ اور دعا ظاہر کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے اور تحقیق مسلمان دعائیں کوشش کرتے تھے۔ یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ اُن کی آواز سُنی تک نہ جاتی تھی پس اُن کی دعا اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔

معلوم ہوا کہ سب صحابہ اور تابعین دعائیں نہایت اخفا کرتے تھے۔ اب کتاب و سنت سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آہستہ دعا کہو وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔ خدا کی رحمت آہستہ دعا

وانے پر نازل ہوتی چہر کرنے والے پر یہ شبہ ہے کہ شاید وہ خدا کا بہرہ اور غائب جانتا ہے۔ اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زیادہ ہے۔ اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت سے دور بھی رہے۔ اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا بھی مستحق ہو جائے۔ تو آپ کس کو پسند کریں گے؟

خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے)

نتیجہ :- آمین میں اصل اخفاء ہے۔ وهو المطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے مقدمہ کو توڑیں قرآن حدیث اور لغت سے ثابت کر دیں کہ آمین دعا نہیں ہے یا دلیل کے دوسرے مقدمے کو توڑیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت کر دیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ جہر ہے۔ ورنہ دلیل کے دونوں مقدموں کو تسلیم کر لینے کے بعد ان کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت کہے تو درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔ جیسے چاؤ کہے درست کرے۔

چاؤ۔ اور تلفظ کرے بندوق۔ یا بچے کرے مکہ کے اور تلفظ کرے قادیان کا۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع بھی اس دلیل کے سامنے جھک گئے ہیں۔ شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل زبردست ہے۔

فائدہ

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اسی لئے سب اہل سنت و جماعت تنہا تعوذ۔ تسبیح تکبیرات انتقالات۔ تسبیحات رکوع و سجود۔ تشہد۔ درود شریف۔ دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور انسان دل کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لئے انسانوں کو سنانے کے لئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے۔

دائے پر نازل ہوتی ہے کہ شاید وہ خدا کے
بہرہ اور غائب جانتا ہے۔ اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زادہ
ہے۔ اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت سے
دور بھی رہے۔ اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا
ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا بھی مستحق ہو جائے۔ تو
آپ کس کو پسند کریں گے؟

خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے)

نتیجہ :- آمین میں اصل اخفاء ہے۔ وهو المطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے
مقدمہ کو توڑیں قرآن حدیث اور لغت سے ثابت کر دیں کہ آمین دعا نہیں
ہے یا دلیل کے دوسرے مقدمے کو توڑیں کہ دعائیں اصل اخفاء نہیں بلکہ
قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت کر دیں کہ دعائیں اصل اخفاء
نہیں بلکہ جہر ہے۔ ورنہ دلیل کے دونوں مقدموں کو تسلیم کر لینے کے بعد ان
کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا
انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت کہے تو
درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔ جیسے چاؤ کہے درست کرے۔

چاؤ۔ اور تلفظ کرے بندوق۔ یا سبج کرے مکہ کے اور تلفظ کرے
قادیان کا۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع بھی اس دلیل کے سامنے
ٹھک گئے ہیں۔ شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر اور امام فخر الدین رازی رحمۃ
اللہ علیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل
زبردست ہے۔

فائدہ

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار
کا آہستہ پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اسی لئے سب اہل سنت و جماعت ثنا۔ تعوذ۔
تسمیہ تکبیرات انتقالات۔ تسبیحات رکوع و سجود۔ تشہد۔ درود شریف۔
دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا، اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا
تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ ہاں بعض اذکار میں خدا
کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور انسان دل
کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لئے انسانوں کو سنانے کے لئے وہاں
آواز بلند کی جاتی ہے جیسے۔

س میں اتانوں کو بلانا۔ ۲۔ اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔ امام تکبیرات انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتے ہیں۔ کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے۔ لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

بَابُ دَوِّم

مسلمان کے لئے سب سے مقدم قرآن پاک ہے۔ جب اُس سے ا کا آہستہ کہنا ثابت ہو گیا تو اب احادیث کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن مزید اطمینان اور قرآن پاک کے اس اصل کی مزید تائید کے لئے چند احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اول

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ اذا قال الامام غیر المعضوب علیہم ولا الضالین حقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائکۃ غفر له ما تقدم من ذنبه (صحیح بخاری ص ۱۱۱) نسائی ص ۹۳ ابوداؤد ص ۹۴

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المعضوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آمین کو (اُس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اُس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل سنت و جماعت کو بشارت

ہم اہل سنت و الجماعت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور وصف میں ہر طرح ہماری آئین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آئین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام سے فاتحہ ختم ہوتی ہے آئین کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم اہل سنت احناف بھی۔

غیر مقلدوں کی نامرادی

غیر مقلدین جس طرح سابقہ آیات قرآنیہ کے باطن میں اسی طرح انہوں نے آئین کہنے میں بھی فرشتوں کی مخالفت کی ہے۔ ۱۔ یہ فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آئین کہتے ہیں۔ ۲۔ ان کی آئین کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں ظاہر ہے اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام ولا الضالین کہے اور کب ہم آئین کہیں تو پھر تو فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غیر مقلدین جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوتی اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان

آئین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سیرت کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورت پر کہنا تھا تو وہ لوگ یحییٰ و یونس علیہ السلام عن مواضعہ کے مصداق ہو گئے۔ اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آئین کہتے ہیں تو ایک تو فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے دوسری طرف آئین کا بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو آئین آئین پکارتا ہو الغرض وصف اخفاء میں تو غیر مقلدوں کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں۔ گویا پوری نامرادی غیر مقلدوں کے حصہ میں آئی ہے۔

حدیث چہارم

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم احذکمْ فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یحببکم اللہ فاذا کبر ورکع فکبروا و رکعوا فان الامام یرکع قبلکم و یرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلک بتلک قال واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم (مسلم ص ۱۶۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عین نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا اور فرمایا صفیں سیدھی کر رہو پھر تم میں سے ایک امام بن جائے پھر جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو پھر جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے تم آمین کہو خدا تم سے محبت کرے گا۔ پھر جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے۔ تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو امام رکوع میں بھی پہلے جاتا ہے اور ٹھٹھا بھی مقتدی سے پہلے ہے۔ اور جب امام سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے۔ تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

استدلال

اس حدیث میں تکبیر رکوع وغیرہ میں تو امام اور مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ دونوں ادا کریں اور فاتحہ اور آمین۔ تسبیح اور تحمید میں تقیم کر دی ہے۔ روایت کے آخری حصہ کا مطلب غیر مقلدین بھی یہی لیتے ہیں کہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ کہنی چاہیے اسی طرح آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ قولوا آمین کا معنی ہے آمین بلند آواز سے کہو۔ حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملا لیا ہے۔ گویا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دے رہے ہیں۔ کہ حضرت آپ کا یہ فرمان کافی نہیں ساتھ بلند آواز کا لفظ بھی چاہیے تھا۔

غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا احادیث کے ان جملوں کا معنی یہی ہے۔ قولوا ربنا لك الحمد۔ ربنا لك الحمد بلند آواز سے کہو۔ قولوا التحیات للہ۔ التحیات بلند آواز سے کہو۔ قولوا اللہم صل علی محمد۔ اللہم صل علی محمد بلند آواز سے کہو۔ یہاں غیر مقلد بھی بلند آواز کا لفظ شامل نہیں کرتے۔ تو قولوا آمین میں کیوں شامل کرتے ہو۔ افسوس کہ غیر مقلدین ایک ضدی فرقہ ہے جو ضد میں آکر قرآن کا بھی انکار کر جاتا ہے احادیث کے ترجمے بھی غلط کرتا ہے۔

حدیث پنجم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تا مینہ تا مین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ

رواہ احمد والنسائی والدارمی واسنادہ صحیح را آثار السنن ص ۱۹۱ درواہ بن جہان فی صحیحہ ص ۱۱۲ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے۔ تم بھی آمین کہو بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اُس کے سبب کچھ گناہ۔ صاف کر دیئے جاتے ہیں۔

استدلال

- اس حدیث سے اہل سنت نے کئی طرح استدلال کیا ہے۔
- ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولّا الضالین سن کر آمین کہے۔ مقتدی کی آمین کو ولّا الضالین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے۔ کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔
 - ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سے نہیں کہتی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اِنَّ الامام يقول آمین یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین کی طرح امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر مقتدی خود سن سکتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذ اللہ۔

ایک مشبہ کا ازالہ

ایک غیر مقلد کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا امن الامام فامنوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اُس کی آمین سن کر تم بھی آمین کہو یہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے

سن حدیث میں ہے اذا كتب فكتبوا جب امام اللہ اکبر کہتا ہے۔ تم بھی اللہ اکبر کہو تو ظاہر ہے کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔ میں نے کہا اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے۔ تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں۔ مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لئے اُمنوا تو کبروا کی طرح ہوا۔ کہ جیسے مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے ایسے ہی آمین آہستہ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہے۔ تو بالکل جائز ہے۔ لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام۔ مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہیے۔ تو اب اذا امن کا معنی ہوگا۔

اذا اراد الامام التامين جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔ اور ارادہ دل کی بات ہے۔ پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

يا اذا امن الامام فامنوا کے معنی ہوں گے اذا بلغ الى موضع استدعى التامين فامنوا یعنی جب امام اس جگہ پر پہنچ جائے۔ جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہا کرو اور یہ معنی دوسری حدیث اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين۔ تم آمین کہو اور یہی معنی بعض علماء امت نے لئے ہیں۔

حدیث ششم

عن علقمہ بن وائل عن ابيه انه صلى مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم
ولا الضالين قال آمين واخفى بها صوته
رواه احمد والبرادى والطيالى والبيهقى والدارقطنى والحاكم وقال صحيح الاسناد
ولم يخبرناه (زيلي ۱۹۹۰) واللفظ للدارقطنى
حضرت علقمہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجر سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس جب آپ نے
ولا الضالین پڑھا تو آمین کے وقت اپنی آواز کو خوب پوشیدہ کیا۔
یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث ہفتم

عن حجر بن عيسى عن وائل بن حجر قال سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا قراء ولا الضالين قال آمين
وخفى بها صوته (ابن ابى شيبة)
حضرت حجر بن عيسى حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔
کہ میں نے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ولا الضالین
پڑھا تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کر لیا۔

حدیث ہشتم

عن الحسن أن سمرة بن جندب وعمران بن حصين
رضي الله عنهما تذاكرا فحدث سمرة بن جندب
رضي الله عنه انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه
وسلم سكنتين اذا كبر وسكنة اذا فرغ من
قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سمرة
وانكر عليه عمران بن حصين فكتب في ذلك الى ابى
بن كعب رضي الله عنه فكان في كتابه اليهما ان سمرة
قد حفظ - رواه البرادى وصح مطبوعه نور محمد اوضح المطابع كراچی۔

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمیرہ بن جندب اور حضرت
عمران بن حصین کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمیرہ بن جندب
نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں
دے سکتے فرماتے تھے ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین۔ کے بعد حضرت عمران بن حصین نے اس کا انکار
کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب کو لکھیں چنانچہ
حضرت ابی بن کعب نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمیرہ نے خوب
یاد رکھا ہے۔

حدیث ہفتم

عن الحسن بن سمرہ بن جندبؓ انه كان اذا صلى بهم سكت سكتين اذا افتتح الصلوة واذا قال ولا الضالين سكت ايضا هنيئة فانكروا ذلك عليه فكتب الى ابي بن كعب فكتب اليهم ابي ان الامر كما صنع سمره - رواه احمد والدارقطني واسناده صحيح (آثار السنن ص ۹۶)

حضرت حسن بن سمرہ بن جندبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب بھی نماز پڑھاتے تو دو سکتے کرتے ایک نماز شروع کرتے ہی دوسرا ولا الضالین کے بعد پس لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ پس انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو اس کے متعلق لکھا تو حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب میں لکھا کہ بے شک حکم یہی ہے۔ جیسا حضرت سمرہؓ نے کیا ہے۔

حدیث دہم

عن عبد الله بن مسعودؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر سكت هنيئة واذا قال غير للغضوب عليهم ولا الضالين سكت هنيئة واذا قام في الركعة الثانية لم يسكت وقال الحمد لله رب العالمين

(ابو بکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے۔ تھوڑا سا رکعت کرتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا رکعت کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تھے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے۔ الحمد لله رب العالمین۔

استدلال

ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دو سکتے فرماتے تھے۔ ایک پہلی تکبیر کے بعد یعنی ثنا کے لئے دوسرا سکتہ ولا الضالین کے بعد اور آپ احادیث میں بار بار پڑھ چکے ہیں کہ ولا الضالین کے بعد آمین ہوتی ہے۔ اور اس حدیث میں سکتہ کا لفظ ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضور ثنا آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح آمین بھی آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولا الضالین کے بعد سکتہ آمین کہنے کے لئے تھا۔ یا کسی اور چیز کے لئے اگر آمین کے لئے تھا۔ تو مدعی ثابت ہو گیا کہ آمین آہستہ کہنی مسنون ہے۔ اور اگر یہ سکتہ نہ اور چیز کے لئے تھا۔ تو وہ بعد آمین ہوا بعد ولا الضالین نہ ہوا۔

کہ حدیث کے الفاظ میں
اذا فرغ من قراءة ولا الضالین
اس واسطے اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ یہ سکتے آمین
کہنے کے لئے تھا۔

ان احادیث میں حفظ کا لفظ ہے۔ یعنی جس طرح حافظ قرآن کو
خوب یاد رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ سنیہ حضرت سمرہؓ کو خوب یاد تھا
اور حضرت ابی نے اس کو امر یعنی حکم فرمایا ہے۔ گویا یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی یہی ہے۔ اور غیر مقلد تو کان۔ اذا سے دوام
مراد لیا کرتے ہیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے سے دوسرے سکتے کا وجود ہی ختم ہو
جاتا ہے۔ اور سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔

خلفائے راشدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کا ذکر فرماتے ہوئے اختلاف
سے بچنے کا زریں اصول بیان فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء
الراشدین۔ تم میرے طریقے اور میرے خلفاء کے طریقے کو لازم مکرؤ
گویا احادیث میں اختلاف کے وقت وہ احادیث راجح اور معمول بہا
قرار دی جائیں گی۔ جن کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہوگا۔

عن ابی وائل قال کان علی وعبد اللہ لا یجھران بسم
اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتأمین۔ رواہ طبرانی

نہیہ و فیہ ابوسعید البقال و عوثہ مدلس (مجمع الزوائد ص ۱۸۵)

ابوداؤد سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں نہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے
پڑھتے تھے نہ تعوذ اور نہ آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

عن ابی وائل قال لم یکن عمرو علی یجھران بسم
اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین۔

رواہ ابن جریر الطبری فی تہذیب الآثار (المجہد النقی ص ۱۳)

ابوداؤد سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ نہ آمین بلند
آواز سے کہا کرتے تھے۔

روی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال یخفی الامام
اربعا التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین وربنا
لک الحمد (یعنی شرح ہدایہ)

ابو معمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔
امام چار چیزیں آہستہ آواز سے پڑھے۔ تعوذ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
آمین۔ ربنا لک الحمد۔

ایک حقیقت

خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ کا بھی بلند آواز سے آمین

کہنا ثابت نہیں اور نہ ہی ان چاروں خلفاء کے مقتدیوں کا کبھی بھی
آمین بلند آواز سے کہنا ثابت ہے۔ بلکہ خلافت راشدہ میں کسی ایک
شخص کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں اگر کسی غیر متقدم میں کوئی دم خم ہے
تو خلفاء راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ سے یا پورے دور خلافت
راشدہ میں ایک ہی مسجد یا ایک ہی شخص کی نشان دہی کریں۔ کہ
وہ آمین بالجہر کا قائل تھا۔ اور بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ
یہودی اور بے دین خیال کرتا تھا۔ دیدہ باید۔

عن ابراہیم قال خمس یخفیطن الایام سبحانک اللہ
وبحمدک والتعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم آمین
واللہ ربنا للک الحمد۔

(رواہ عبد الرزاق واسنادہ صحیح آثار السنن ص ۹۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔ کہ امام پانچ چیزوں
کو آہستہ پڑھے۔ سبحانک اللہم۔ اعوذ باللہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
آمین۔ ربنا للک الحمد۔

حضرت علامہ ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپ دارالعلم کوفہ
کے مفتی تھے۔ یہ شہر دارالعلم تھا۔ ہزاروں محدثین اور فقہاء کا مسکن
تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہد صحابہ میں ہی پیدا ہوئے اور عہد صحابہ
میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی جلالت علم کا اندازہ اسی بات سے
لگایا جاسکتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں آپ فتویٰ دیتے تھے۔

صحابہ میں ہی حضرت علامہ نخعیؒ نے آمین کے آہستہ کہنے کا فتویٰ
دیا۔ لیکن کسی ایک صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ کہ یہ فتویٰ خلافت
سنت ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی تاریخ کا
جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس
قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان۔ مال۔ عزت۔ آبرو سب کچھ اتباع
سنت کے لئے بچھا ور کرنے کے لئے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن
آہستہ آمین کے فتویٰ کے خلاف نہ کسی صحابی کی آواز اٹھتی ہے۔
نہ تابعی کی اور نہ تبع تابعی کی۔ نہ کوئی تقریر آہستہ آمین کے خلاف
ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے۔ نہ تو کسی مسجد میں لڑائی
جھگڑا کھڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ نہ ہی بلند آواز
سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی۔ مخالف سنت کے القاب
سے نوازا جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ حضرت وائل بن حجرؒ
صحابی جن کی روایات کو آمین بالجہر کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ
بھی اُس وقت کوفہ میں موجود ہیں۔ لیکن اس فتویٰ کے خلاف کوئی
حدیث نہیں پڑھتے۔ نہایت پرسکون ماحول ہے۔ یہاں پاک وہند
میں بھی انگریز کے دور سے پہلے ایسا ہی پرسکون ماحول تھا۔ نہ کوئی
رسالہ آمین بالجہر پر لکھا گیا نہ ان بارہ صدیوں میں کوئی ایسی تقریر
ہوئی۔ جس میں بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو یہودی منکرین
نبوت و رسالت کہا گیا ہو نہ کسی مسجد میں ایسا جھگڑا ہوا۔ لیکن

جو نہی انگریز کے منحوس قدم اس زمین پر آئے۔ بس اُس سفید آقا کے اشاروں پر یہاں کے مسلمانوں کو لڑانا بعض لوگوں نے سب سے بُرا دینی فریضہ سمجھ لیا۔ اور کوئی جلسہ، کوئی تقریر ان خرافات سے خالی نہ رہی۔ سینکڑوں رسلے لکھے گئے۔ ہزاروں تقریریں ہوئیں۔ اور ملی اتفاق و اتحاد کو اس آگ میں جھونک دیا گیا۔ جو آج تک بچنے کا نام نہیں لیتی۔ الحاصل یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ نمازوں میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں اُن کا یہ مسئلہ قرآن پاک کے ساتھ موافقت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مطابقت، ملائکہ ارض و سما کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں غلط رائے راہدین کی متابعت ہے اور خیر القرون صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے تعامل کی حمایت اُن کو حاصل ہے۔ اُن کو آج ایک ایک زبان سے توتو گالیاں دینا کہ مقلد ہے۔ جاہل ہے۔ اندھا ہے۔ اس کے گلے میں پھندا ہے یہ دل و دماغ کا گندہ ہے۔ یہ بدعتی ہے۔ مشرک ہے بے دین ہے۔ جیسا کہ اکثر نئے مجتہدین نے اپنی تحریر و تقریر میں یہ طرزِ مخاطب اختیار کر رکھا ہے۔ ایسا ننگِ انسانیت طرزِ مخاطب وہی شخص اختیار کیا کرتا ہے۔ جو استدلال سے ہٹی دامن ہو اور اس تہی دامن کا اس کو احساس بھی ہو۔

بَابُ سُؤْم

اس باب میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ غیر مقلدین کی زمبیل میں کیا ہے۔ وہ اپنے رسالوں میں کیا لکھتے ہیں۔ اور کس برتے پر وہ مناظروں کے چیلنج دے دے کر سکون سے بننے والے مسلمانوں کی نیند حرام کرتے ہیں اور ہر مسجد اور ہر گھر کو میدانِ جنگ بنا دیتے ہیں۔ اس بارے میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے۔ کہ ان کا ہر مجتہد ہر مصنف اور ہر مناظر اپنے مسئلہ کے تقریباً اسی فیصد پہلو کو الیا چھپاتا اور تقیے کے صندوق میں الیا بند کرتا ہے کہ کسی کو خواب میں بھی پتہ نہ چلے وہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں۔ تمام فرقہ سنی اور نوافل میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں ان تمام جگہوں میں آہستہ آمین کہنے کے ان کے پاس کیا دلائل ہیں اس پر آج تک انہوں نے نہ کوئی رسالہ لکھا نہ کوئی مناظرہ کیا نہ کوئی دلیل بیان کی بلکہ جتنے رسائل اور مضامین مسئلہ آمین پر ان لوگوں نے آج تک لکھے ہیں۔ اُن میں کبھی بھول کر بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ ہم بھی اکثر جگہ آمین آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۲۔ اس بارے میں دوسری بنیادی بات یہ تھی کہ نماز کے تمام اذکار

اور دعائیں یہ لوگ بھی آہستہ آواز میں پڑھتے ہیں صرف آمین کو ہی ان لوگوں نے تمام تسبیحات اور دعاؤں سے کیوں مخصوص کر لیا ہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے۔ کہ مقتدی سوائے آمین کے باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھیں اس بنیادی بات کو بھی ان لوگوں نے بالکل ہی نظر انداز کر رکھا ہے۔

۳۔ مسئلہ کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ جو شخص باجماعت نماز ادا کرے وہ صرف چھ رکعات میں آمین بلند آواز سے کہے۔ اور بقیہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہے۔ یہاں بھی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنے کے ثبوت کو شاید اس لئے نظر انداز کر جاتے ہیں کہ گیارہویں سے خاص نفرت ہے۔ نو دو گیارہ کا عملی ثبوت فراہم کر دیں۔ لیکن صرف چھ رکعتوں میں تخصیص کا تو کوئی ثبوت ہوتا۔ اس تخصیص کے لئے کوئی صریح آیت یا صریح حدیث انہوں نے کبھی ذکر نہیں کی۔ اور نہ قیامت تک دکھا سکتے ہیں۔ الشارح العزیز۔

ہمارا مسئلہ چونکہ ایک پہلو ہی رکھتا ہے (یعنی ہر نماز میں آمین آہستہ کہنی چاہیے) اس لئے ہمارے سابقہ دلائل کافی ثانی اور وافی ہیں۔ اس کے برعکس چونکہ غیر مقلدوں کا مسلک چار پہلو رکھتا ہے ۱۔ ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔ اور میں یہاں ایک اپنی گفتگو درج کرتا ہوں۔

مسئلہ حصہ

نماز کے تمام اذکار اور دعائیں تم لوگ آہستہ ادا کرنے، صرف آمین بلند آواز سے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟
۱۔ کیا قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی ہے۔ جس میں یہ تخصیص ہو کہ نماز کے تمام اذکار آہستہ ادا کرو اور صرف آمین بلند آواز سے کہو۔ ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن پاک میں کوئی صریح ایک آیت نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح دنیا کے کتب خانوں میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت اور وضاحت ہو کہ نماز کے باقی تمام اذکار آہستہ ادا کرو۔ مگر آمین بلند آواز سے کہا کرو۔

دوسرا پہلو

کہ جب نمازی اکیلا نماز ادا کرے تو خواہ نماز فرض ہو یا نفل یا سنت۔ اُس کی ہر رکعت میں آمین آہستہ آواز سے کہے۔ اس بارے میں ان لوگوں نے منفرد یعنی اکیلے نمازی کی جو تخصیص کی ہے۔ یہ نہ کسی آیت قرآنی سے صراحتہ ثابت ہے۔ نہ کسی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتہ ثابت ہے۔ غیر مقلدین حضرات میں اگر علم و استدلال کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ صراحتہ

یہ تخصیص کتاب و سنت سے دکھائیں۔ ورنہ کبھی اہل سنت و جماعت کو منہ نہ دکھائیں۔ دیدہ باید۔

ایک ضروری نوٹ

شاید میرے بعض حنفی دوست خیال کریں کہ یہ مسئلہ فرعی اور اجتہادی نوعیت کا ہے۔ اس لئے بعض ائمہ میں مختلف فیہ ہے۔ تو مطالبہ میں اتنی سختی نہیں چاہیے، تو میں عرض کروں گا کہ یہ آپ کا عندیہ ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلے کو ہرگز ہرگز اجتہادی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُن کا اعلان ہے کہ یہ مسائل مثلاً آمین بالجہر۔ قرأت خلف الامام رفع یدین اجتہادی مسائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ اس لئے غیر مقلدوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دلائل ایسے پیش کریں۔ جو ثبوت اور دلالت میں قطعی ہوں۔ اور متعارض یا مرجوح نہ ہوں۔

تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

۱۔ قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے۔ کہ مقتدی صرف چھ رکعتوں میں امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتدار میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

۳۔ صحیح بخاری شریف۔ صحیح مسلم شریف۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی آپ کی اقتدار میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

۴۔ خلفاء راشدین سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتدار چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

۵۔ خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ خلفائے راشدین کے مقتدی ان خلفاء کی اقتدار میں رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے۔ کہ جب قرآن ان کے سر پر
ماٹھ نہیں رکھتا۔ اور بخاری مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے۔
باقی اصحاب صحاح نے بھی ان یتیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار
دے دیا ہے۔ تو آخر یہ کس بھروسے پر مسلمانوں میں سر بھپٹول کرا
رہے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا
کہ مقتدیوں کی آئین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صحیح
صریح حدیث ہے۔ انہوں نے فرمایا بخاری مسلم وغیرہ میں تو کچھ
نہیں صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے
ہیں کہ ترک التماس التامین سب لوگوں نے آئین کہنا چھوڑ دیا
ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے
تو آئین کہتے تھے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے۔ پھر
مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ ص ۳۱)

میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا۔ اس نے
کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحتہ تو موجود نہیں ہے۔ لیکن مسجد کے
گونجنے سے قیاس ہی ہوتا ہے۔ کہ یہ مقتدیوں کی آواز سے ہی
گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے
یہ شیطانی کام کر کے اپنی اجتہادی شان کو داغدار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود
بے بنیاد ہے اور عقل و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں ذرا
سنیے۔

۱۔ یہی روایت ابو داؤد ص ۹۴ اور مسند البویلی (آثار السنن ص ۹۴)
پر بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں ہے۔
۲۔ اس کی سند کا راوی بشر بن رافع ہے۔ میزان الاعتدال ص ۱۳۴
پر امام بخاری۔ امام احمد۔ امام ابن معین۔ امام نسائی سے اس کا ضعیف
ہونا نقل کر کے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے۔ کہ یروی اشیار
موضوۃ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ اور علامہ ابن
عبدالبر نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے۔ کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ
اس کی روایات کاشت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر بھینک دیا
جائے۔

۳۔ اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔
کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد و
عناد برپا کیا جا رہا ہے۔

۴۔ یہ جملہ قرآن پاک کے صراحتہ خلاف ہے۔ کیونکہ اس روایت
میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آئین کی آواز تو صرف
پہلی صف تک گئی۔ لیکن آپ کے خیال میں مقتدیوں کی آواز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج مٹی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اپنی آواز کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ کرام خاص طور پر مسجد میں اور خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

۵۔ اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گونجے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کچھور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے جس جگہ پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی اُس کا یہ حال ہے کہ قرآن کی بارگاہ میں اس جگہ کا گزر نہیں ہو سکتا عقل نے اُس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

۶۔ اب یہ بھی سینے کہ خود غرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا علم و عقل سے منہ موڑا۔ سب صحابہ کی نمازوں کو برباد مان لیا۔ لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ترک النکس التامین لوگوں نے آمین پڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر کے ثبوت ہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس جملے سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا دصال ۹۹ میں ہوا ہے۔ اور آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین میں سے ایک شخص بھی بلند آواز سے آمین نہ کہتا تھا۔ کیونکہ صحابہؓ کا دور ۹۹ تک عام ہے اور اس وقت لوگ صحابہؓ یا تابعین ہی تھے

۷۔ میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت آپ نے پلے باندھی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعت اور گیارہ رکعت کی تفصیل اس میں بھی نہیں یہ آپ نے کہاں سے لیا۔ کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں۔ اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

اب اُس شخص کی حالت قابل دید تھی۔ شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ میں نے دو تین بار جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ تو فرمائیے۔ آخر نہایت شرمسار ہو کر کہنے لگا۔ کہ جناب اس بارے میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کار شیطان ہے آپ

سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس کے رد میں پڑھ جایا کرے۔
 آخر آج یہ کیا قصہ ہے۔ خیر بتائیے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی
 چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہے۔ اور گیارہ رکعات میں آہستہ
 آواز سے۔

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک
 کے تابع ہے۔ اگر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند
 آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین
 بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب کسی نے خوب کہا ہے جس کا کام اُسی کو
 ساجے اور کرے تو ٹھینکا باجے۔ محترم یہ تو بتائیے کہ کیا آپ کے مقتدی
 امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں کہنے لگا نہیں۔ میں نے
 کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں۔ تو آپ کے قیاس
 کے مطابق بھی اُن کو آمین آہستہ آواز میں کہنی چاہیے۔ اب تو اُس
 پر سکڑ طاری تھا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار کہ اُن سے ڈر کر قرآن سے
 منہ موڑا۔ عقل کو پھوٹا۔ صحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا۔ شیطان کی
 خایہ بوسی بھی کی۔ مگر مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گور و کفن تڑپ رہا
 تھا۔ اور کوئی اُس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا۔ اور فیہمت الذی
 کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی میں نے پوچھا۔
 جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتدار میں چھ رکعات میں بلند آواز سے
 آمین کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا۔ یہ خدا تعالیٰ
 کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے
 نہ رسول کا۔ میں نے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ایسا
 کرتے تھے یا خلفائے راشدین کے مقتدی۔ کہنے لگا اُن سے بھی کوئی
 ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا آخر یہ مقتدیوں کو مسئلہ کہاں سے بتایا
 اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے۔ امن ابن الزبیرؓ وامن من خلفہ
 حتی ان للمسجد للحجة۔ کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے آمین کہی اور اُن کے
 مقتدیوں نے آمین کہی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ میں نے کہا۔
 یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے
 راشدین کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے
 آمین کہنا ثابت نہیں ہو سکا۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی
 سال بعد عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر۔ آپ پہلے بتائیں
 کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند ہے؟ کہنے لگا نہیں بخاری نے
 اگرچہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی لیکن امام بخاریؒ کی تعلیقات حجت
 ہیں کیونکہ ہمیں اُن کی علمی مہارت پر کُل اعتماد ہے۔ میں نے کہا۔ یہی
 اعتماد قرآن و حدیث ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جا رہا ہے
 ۔ سرک کی دلدل میں پھنس کر بھی اُس کی توحید میں فرق نہیں آتا۔

پھر اس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اور اس سے ثابت کیسے ثابت ہوگی۔ اور اس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آئین نماز کے اندر تھی یا نماز کے بعد اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد تھی یا قنوت نازلہ کے وقت جب اس میں اتنے احتمالات ہیں۔ تو استدلال کیا۔

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن حدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے یا شرک۔ اور اگر جناب نے ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ عیدین میں اذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی۔ (معارف السنن ص ۲۶ بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار میں ہے کہ وہ سرے سے آئین ہی نہ کہتے تھے منہ ۱۳ نہ رہے بالنس نہ بچے بالنسری۔ کہنے لگا عطاء نے دو صحابہؓ کو آئین کہتے دیکھا۔ میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو صحابہؓ سے ہوئی ہو۔ اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو صحابہؓ موجود ہوں۔

ازاں بعد جب خلفائے راشدین کے زمانہ میں سے ۲۰ رکعت تراویح شروع ہوئیں۔ اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیرؓ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مٹا دیں کہیں بنتے ہو۔

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے۔ کہ چھ رکعات میں بلند آواز۔ اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے کبھی بدعت کی دلدلی میں پھٹکے کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے۔ لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آئین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اُسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آئین بالجہر کہنا ثابت ہے۔ اس لئے مقتدیوں کے مسئلے کو ہم نے اُسی پر قیاس کر لیا ہے۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آکر ٹوٹتی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں اس کو کارِ شیطانی کہا جاتا ہے۔ اور اندرونِ نانہ قیاس کے سامنے سجدے کئے جاتے ہیں۔

اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے کہنے لگا جب امام بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہیے۔ میں نے کہا اولاً تو امام کے لئے بھی یہ ثابت نہیں تو بتائے قیاس بن غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔

مع اللہ لمن حمدہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ تو جناب کے قیاس پر تو مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آواز سے کہنا چاہیے۔ اب تو مجھے کہنا پڑا۔ ع۔
در کفر ہم ثابت نئی زنا ررار سوا مکن۔

دعویٰ کا چوتھا حصہ۔ امام کا آمین بالجہر کہنا۔

غیر مقلدین کا کہنا ہے۔ کہ امام کو تمام عمر روزانہ چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

غیر مقلدین کو یہ اقرار ہے۔ کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں ہمارا یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے استدلال کی بنیاد حدیث پر رکھتے ہیں۔

حدیث کا استدلال دیکھنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے۔ کہ غیر مقلدین کہتے ہیں۔ کہ آمین کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے اور اس کا بلند آواز سے کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ آمین کا سنت مؤکدہ ہونا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی احادیث سے ثابت ہے۔ آپ نے قولوا آمین کہہ کر اس کا حکم دیا۔ پھر اس پر ترغیب کے لئے بار بار فرمایا۔ کہ اس میں فرشتے بار بار سے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور مزید ترغیب کے لئے۔

بار فرمایا کہ اس میں فرشتے بھی تمہارے ساتھ شریک ہوتے۔ مزید ترغیب کے لئے بار بار یاد دہانی کرائی کہ آمین کہنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آمین نہ کہنے والے کی نافرادی بھی آپ نے مثال دے کر سمجھائی۔ یہ تمام احادیث آپ باب ددم میں پڑھ چکے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر نفس آمین کی طرح آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم دکھایا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو کہ تم نماز میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا کرو اور یہ بھی دکھایا جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ان چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ یہ ثواب ملے گا۔ اور نہ کہنے میں تم اس طرح محروم ہو گے۔

لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک غیر مقلد مجتہدین شرمائے اور منہ چھپائے بیٹھے ہیں کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور اس پر ترغیب اور مزید ثواب کا کوئی وعدہ دکھائے۔

ہم حیران ہیں کہ نماز فجر کے بعد اشراق پڑھنے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کے ثواب کا وعدہ ہو۔ جو صرف ایک نفل کام ہے سنت نہیں۔ اور نماز عصر کی پہلی چار سنتیں جو غیر مؤکدہ ہیں۔ ان پر جنت۔ محل کی خوش خبری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشادات میں مل جائے۔ لیکن آئین بالجہر جو ایسی سنت مؤکدہ ہے جسے ہر مسجد میں لڑائی و فساد اس بنا پر کھڑا ہو جاتا ہو۔ اس کا نہ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حکم دین نہ اس کا کوئی زیادہ ثواب بتائیں۔

ایک ضروری وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پریس نہ تھا کہ کسی کتاب میں تمام مسائل تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے جاتے۔ اور جو شخص آتا اُسے وہ کتاب دے دی جاتی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً نماز پڑھائی تو بلند آواز سے پڑھ کر اُن نو مسلموں کو نماز کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔ مثلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفق علیہ حدیث کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم فرماتے تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے۔ (بخاری ص ۱۱۱ مسلم ص ۲۱۱ ابوداؤد ص ۱۲۳) اس کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ صرف تعلیم کے لئے تھا (کتاب الآلام ص ۱۱) سنن بکری ص ۱۸۴ نووی شرح مسلم ص ۲۱۴ فتح الباری ص ۲۶۹ عمدۃ القاری ص ۱۲۶) ۲۔ اسی طرح بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ظہر کی نماز میں کوئی بلند آواز سے آیت سے پڑھتے کہ متہی سن لیتے (عن قتادہ) یہ بھی صرف تعلیم کے لئے ہوتا تھا۔

۳۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو نماز پڑھی۔ میں نے سنا کہ آپ پڑھ رہے تھے۔ اللہ اکبر والجمودت (نسائی ص ۱۱۳)

۴۔ حضرت برار بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے اور آپ سے سورۃ لقمان کی آیت سنا کرتے تھے۔ (نسائی ص ۱۱۳)

۵۔ اسی طرح صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سجود کی تسبیحات اور تشہد اور دعائیں سننا بکثرت احادیث میں آتا ہے۔

۶۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے نماز میں سبحانک اللہم بلند آواز سے پڑھا جیسا کہ کتاب الآثار امام محمدؒ اور طحاوی شرح معانی الآثار میں مذکور ہے۔ الغرض اس زمانہ میں طریقہ تعلیم یہی تھا۔ آج کل بھی مدارس میں

جب بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ تو وہ سب ساری نماز بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ لیکن کوئی اس کو سنت مؤکدہ نہیں کہتا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی حضرت وائلؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے جو نو مسلم تھے۔

ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ تو یقیناً ان کو نماز کا طریقہ سکھایا گیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے مثل قرأت ظہر یا دیگر اذکار و ادعیہ کے۔ اگر آمین بھی بلند آواز سے کہہ لی ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ ہمیں تو اس کے سنت مؤکدہ ہونے سے انکار ہے۔

اس کو ایک اور مثال سے سمجھیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مباشرت (بوس و کنار) فرما لیتے تھے تو اس کے ثبوت کا ہمیں انکار نہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کو روزہ کی حالت میں سنت مؤکدہ کہنا شروع کر دے۔ اور روزہ کی حالت میں مباشرت نہ کرنے والے مرد و عورت کا روزہ ناقص اور خلاف سنت بتائے تو ہم اس کا انکار کریں گے۔ اسی طرح صرف حضور کا بلند آواز سے آمین کہنا دیکھنا اس سے اس کے سنت ہونے کا ثبوت نہ ہوگا۔ جب تک اس پر دوام ثابت نہ کریں۔ یا آخری وقت تک آمین کہنا نہ ثابت کریں۔

اس وضاحت کے بعد اب گزارش ہے کہ کہنے کو تو ان کے مناظرین جب اپنے عوام پر اپنا رعب جاتے ہیں۔ یا اپنی مسند اجتہاد کو رونق بخشتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چار سو صحیح حدیثیں ہیں اور ان کے دل و دماغ میں یہ پیوست کرتے ہیں کہ دیکھو حنفی ایک ہی مسئلے میں چار سو حدیثوں کے منکر ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ آمین باکھر کی اگر کسی روایت کو کھینچنا کر حسن تک لایا جاسکتا ہے وہ صرف حضرت وائلؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات ہیں اور بس اب مرزا جی تو پانچ کو پچاس گنتے تھے۔ یہ دو چار کو چار سو بنالیں۔ وہ ایک نقطہ لگاتے تھے۔ یہ دو لگالیں تو ان اسی قسم کے بھوٹ ان لوگوں کے اجتہاد کی رونق تھیں۔ اگر

لوگ بھوٹ نہ بولیں تو ان کے اجتہاد کی منڈی سنان ہر جیسے۔

حضرت وائلؓ کی حدیث

۱۔ بھرن غنس روایت کرتے ہیں کہ وائل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ نے آمین کہی۔ مد بجا صوتاً۔
ترمذی ص ۶۳ دارقطنی ص ۱۲۴۔

اس روایت کا مدار حضرت سفیان ثوریؒ پر ہے۔ سفیان ثوری کے دس شاگرد ہیں جن میں سے ۹ شاگرد۔ یحییٰ بن سعید۔ عبد الرحمن بن مہدی۔ عبد اللہ بن یوسف۔ محمد بن یوسف۔ قبیصہ۔ دیکھ۔ عمار بن صالح۔ یحییٰ بن سلمہ۔ تو اس حدیث میں مد بجا صوتاً کہتے ہیں جو جہر پر نفس نہیں ہاں صرف ایک شاگرد محمد بن کثیر رفع بجا صوتاً کہتا ہے۔ (البداد ص ۹۳ درامی ص ۱۳۸) یہ کثیر الغلط ہے۔ (تقریباً)

پس صحیح روایت مد بجا صوتاً ہے اور رفع بجا صوتاً کثیر الغلط اور شاذ ہے۔ مد بجا صوتاً کا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ آپ نے آمین کے الف کو کھینچ کر لمبا کر کے پڑھا۔ یہاں جہر مراد نہیں کیونکہ دوسرے باب میں آپ صحیح سندوں سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت وائلؓ نے خفص بجا صوتاً اور اخفی بجا صوتاً بھی روایت کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آواز سے آمین کہی۔

۲۔ سفیان ثوریؒ کوئی ہیں اور غیر مقلد جب اپنے نفع اجتہاد میں مست

تہ ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ کوفہ والوں کی روایت بے نور ہوئی ہے۔
 (۱- فقہ الفقہ) نہ معلوم آج کیوں کوفہ والوں کے سامنے سجدہ سہو ہو رہا ہے۔
 ۲- نیز یہ سفیان ثوری خود آئین آہستہ آواز سے کہا کرتے تھے۔ اور غیر
 مقلد حضرات جب اپنی اجتہادی ترنگ میں ہوں تو کہا کرتے ہیں کہ جو
 آئین آہستہ کہتا ہے وہ منکر سنت ہے۔ یہودی ہے۔ لیکن آج غرض سامنے
 ہے مطلب برآری کرنی ہے۔ اس لئے ایسے شخص کی روایت کو بھی سمر
 آنکھوں پر رکھا جا رہا ہے۔

۳- حضرت وائل بن حجرؓ بھی آخر کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ اور
 انہیں کے ہم مسلک تھے دیکھیے اب غیر مقلد ان کا سلام بھی مانیں گے یا نہیں۔

دوسرا طریق

عبدالجبار اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئین کہی۔ یرفع بھا صوتہ (نسائی ص ۸۹)
 ۲- فسمعتہ وانا خلفہ۔ میں نے آپ کی آئین سن لی میں آپ کے پیچھے تھا۔
 (نسائی ص ۹۲)

۳- فسمعتنا ہامنہ۔ ہم نے آپ کی آئین سن لی۔ (ابن ماجہ ص ۹۲)

۴- قال آمین مذ بھا صوتہ۔ آواز کو کھینچا (دارقطنی ص ۱۲۴)

۵- اندہ سمع یقول آمین اس نے آئین سنی (مسند احمد)

۶- فقال آمین یجہلر آمین کہا بلند آواز سے (مسند احمد)

روایت عبدالجبار کی ہے اور امام بخاری۔ ابن معین۔ ترمذی۔ نسائی
 وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی
 (ترمذی ص ۲۲۹) نسائی ص ۱۲۲ شرح المہذب ص ۱۳۳ پس یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرا روای

ابو اسحاق سیبی ہے جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا (نودی
 ص ۱۴۳ تقریب) اور اس کی مرسلات بالکل قبول نہیں۔ جیسا کہ ابن معین نے
 کہا شبہ لاشئ (ترمذی کتاب العلل ص ۵۶۴)
 پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

پھر چھ سندوں میں ہر سند کا لفظ علیحدہ ہے کہ حضورؐ نے بلند آواز سے
 آئین کہی آواز کتنی بلند تھی وہ اسی روایت میں ہے۔

حضرت وائلؓ حضورؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے سن لی۔ تو

اتنی آواز کو کہ ایک دو قریبی آدمی سن لیں یہ جہر مطلوب نہیں ہے۔

دیکھو اگر امام جہری نمازوں میں قرارت صرف اتنی آواز سے پڑھے

کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں۔ یا تکبیرات انتقال صرف اتنی

آواز سے کہے کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں تو سب نمازی

کہیں گے۔ کہ اس نے جہر نہیں کیا۔ تو اس حدیث سے جہر ثابت ہی نہ ہوا

۳- پھر یہ ایک آدمی دفعہ کا قصہ ہے۔ کیونکہ حضرت وائل بن حجرؓ نے

اسلام لائے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیم کے لئے جہر کر لیا ہو تو ہمیں مفسر نہیں۔

۴۔ اس حدیث میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ حضورؐ نے پھر رکعات میں ہی جہر فرمایا تھا اور باقی گیارہ میں آہستہ آواز سے آمین کہی تھی۔

حضرت دائل بن حجرؒ کا اپنا فیصلہ

حضرت دائل بن حجرؒ

کی بلند آواز سے آمین کہنے کی روایت بسند ضعیف مروی ہے۔ اور آہستہ آمین کی صحیح سند سے پھر اپنی آمین کے متعلق فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قال آمین ثلاث مراتب۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص ۱۸۷)

یعنی آپ نے ساری عمر میں صرف تین دفعہ آمین سنی۔ اب یہ بھی خود حضرت دائل بن حجرؒ سے پوچھیے کہ یہ بلند آواز سے آمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کہی تھی۔ فرماتے ہیں۔ مَا ارَاهُ اِلَّا لِيَعْلَمَنَا۔ (رواہ الدؤلابی التعلیق الحسن عاشر آئنا السنن ص ۹۲)

۵۔ اس کی سند میں یحییٰ بن سلمہ بن کھیل ہے۔ علامہ حاشی فرماتے ہیں کہ جہور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ احمد بن حنبل نے ثقہ کہا ہے اور وضاحت کی ہے کہ جو روایات اس سے اس کا بیار روایت کرے وہ منکر ہیں اور یہ روایت اُس کے بیٹے کی نہیں۔ مجمع الزوائد ص ۱۹۱۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا ہے ہذا ایک صحیح الحدیث کو منسوخ کرنے کیلئے جو حدیث لائے ہیں اُس کی سند میں یحییٰ بن سلمہ ہے۔ (عرف الشی ص ۱۲)

یعنی یہ ہماری تعلیم کے لئے کہی تھی۔ لیجئے فیصلہ ہو گیا کہ جہر آمین صرف تعلیم کے لئے تھی اور آہستہ آمین سنت تھی۔ اسی لئے حضرت دائل بن حجرؒ سے بعد میں ایک دفعہ بھی آمین کہنا ثابت نہیں اور آپ نے سکونت کوفہ میں اختیار فرمائی تو وہاں آپ نے کبھی آمین بالجہر پر مناظرہ نہ کیا۔ کیونکہ تمام اہل کوفہ بالاتفاق آہستہ آمین کہتے تھے۔

حضرت دائل بن حجرؒ کی یہ روایت ہے۔ جس کو غیر مقلدین میں تیس نمبر دے کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناواقفوں کو مرعوب کر سکیں۔ نوٹ :- حضرت دائلؒ سے ایک روایت میں رب اغفر لی آمین آئمہ اس کی سند میں عبد الجبار الطار دی ہے۔ وہ ضعیف ہے (میزان)

بحث حدیث ابی ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہؓ بھی متاخر الاسلام راوی ہیں۔ جب یہ اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے بھی بلند آواز سے آمین کہی ہوگی۔

۱۔ پناچہ ابوسلمہ اور سعید کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی (دارقطنی ص ۱۲۷، حاکم ص ۲۲۳) سند کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے۔ جس کو ابوداؤد اور نسائی نے ضعیف کہا ہے اور محمد بن عوف محدث حمص نے جھوٹا کہا ہے (کاشف عنہ ص ۱۲۷) (میزان الاعتدال ص ۸۵)

اور دوسرا راوی عبداللہ بن سالم ہے۔ جو ناصبی تھا۔ اور حضرت علیؑ کی توہین کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ حضرت کی مدد سے ہی ابو بکر اور عمر کو شہید کیا گیا ہے (میزان الاعتدال)

یہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت علیؑ آمین بالجہر نہیں کرتے تھے تو ان کے خلاف اسحاق جیسے کذاب اور عبداللہ بن سالم جیسے بے یمن ناصبی کی روایت پیش کرنا ان ہی مجتہدوں کا کام ہے۔ جن کو انگریزوں نے مستند اجتہاد پر بٹھا کر الحمد للہ کا نام الاٹ کیا ہو۔

نوٹ:- دارقطنی نے سنن میں تو اس روایت کو حسن کہہ دیا صرف حمایت مذہب میں لیکن اصل حقیقت اس کے خلاف تھی۔ تو خود ہی کتاب العلل میں اس کو ضعیف کہہ دیا۔ آج کل غیر مقلدوں کے مجتہدین سنن دارقطنی سے اس روایت کا حسن ہونا تو نقل کرتے ہیں۔ لیکن کتاب العلل سے ضعیف ہونا بیان نہیں کرتے اسی فریب اور خیانت پر ان کا مذہب قائم ہے۔

۲- دارقطنی ص ۱۲۴ میں ابن عمر اور ابو ہریرہؓ سے روایت درج ہے کہ حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ مگر دونوں کی سند میں بحر السقام ہے۔ جسے خود دارقطنی نے ہی ضعیف کہہ دیا ہے۔

پھر یہ ایک واقعہ ہے جو یقیناً تعلیم کے لئے تھا۔ جیسا کہ حضرت اہلؑ نے صراحتاً یہ فرما دیا پھر کیا صحابہ کرامؓ نے اس کو مستقل سنت مؤکدہ سمجھا اس کے متعلق آپ خود ابو ہریرہؓ کی زبان سے پڑھ آئے ہیں۔ کہ

ترک الناس التامین کہ بلا استثنیٰ سب لوگوں نے بلند آواز سے آمین ترک کر دی تھی۔

حدیث ام حصینؓ

ایک حدیث بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین انہوں نے عورتوں کی صف میں سن لی (زیلعی ص ۳۱۷)

اس کی سند میں ایک تو اسماعیل بن مسلم کی ہے۔ جس کو امام احمد۔ امام ابن معین۔ امام ابن المدینی۔ امام نسائی۔ ابن حبان۔ بزار اور حاکم سب نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۲۲)

دوسرا راوی ہارون الاموری ہے۔ جو رافضی ہے (میزان الاعتدال) تو خلفائے راشدین کے مسلک کے خلاف رافضیوں اور جھوٹوں کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے۔

۲- پھر یہ صرف ایک واقعہ ہے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک دفعہ بلند آواز سے آمین کہہ دی۔ تو کیا اس سے دوام اور سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔؟

۳- آپ صحیح احادیث میں یہ پڑھ آئے ہیں۔ کہ فرشتوں امام اور مقتدیوں کی آمین بیک وقت ہونی چاہیے۔ حضرت ام حصینؓ نے جو عورتوں کی صف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین سن لی۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ آپ کے مقتدیوں نے آمین بلند آواز سے نہیں کہی تھی۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز عورتوں کی صف میں نہ پہنچتی تھی۔
صحابہ کی آواز میں دب جاتی۔

حضرت علیؓ سے روایت لاتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئین سنی۔ لیکن سند میں مجتبیٰ بن عدی جس کے متعلق تقریب میں لکھا ہے۔ صدوق بخفی سچا مگر خطا کار تھا۔ اور دوسرا رادی ابن ابی لیلیٰ ہے۔ رفع یدین کے باب میں اُس کو ضعیف ثابت کرنے میں اپنے دماغ کا سارا پانی خشک کر دیتے ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے حضرت علیؓ کی اسی حدیث کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث خطا ہے اور ابن ابی لیلیٰ خراب حافظے والا ہے۔ پھر اس میں مستقل عادت کا ذکر نہیں دوام سے ساکت ہے۔ اور چھ رکعت کی تخصیص پر بھی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ادھر خود حضرت علیؓ آئین بالجہر نہ کہتے تھے۔ گویا اُن کے نزدیک بھی اس روایت سے آئین بالجہر کی سنیت نہ نکلی تھی۔ تو جب بابِ مدینہ العلم اس روایت سے جہر آئین کی سنیت نہ سمجھ سکے تو (ان بنا سستی مجتہدوں کی ٹر ٹر کون سنا ہے)۔

کون ہے جو حدیث دھمل حدیث کو ان سے زیادہ سمجھ سکتا ہو۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو اس حدیث سے جہر آئین کی سنیت نہ سمجھ سکے۔ ورنہ اس کے خلاف ان کا عمل قطعاً نہ ہوتا۔ تو دوسرے کسی کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ اس حدیث سے آئین بالجہر پر استدلال کرے۔

حضرات آپ کے سامنے غیر مقلدوں کے ڈھول کا پول آگے رات دن شور ہے کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی اہل حدیث ہیں۔ دوسروں کو حدیث کا منکر سمجھتے ہیں اور ڈھنڈھو را پیٹتے ہیں۔ کہ وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اپنا یہ حال ہے۔ کہ ایک حدیث بھی ایسی ان کے پاس نہیں ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو کہ آئین بلند آواز سے کہا کرو۔
۲۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث دکھا سکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئین بالجہر پر کوئی ترغیب دی ہو۔ اور مزید اجرو ثواب کا وعدہ دیا ہو۔

۳۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر بلند آواز سے آئین کہی ہو۔

۴۔ اور نہ ہی یہ چھ رکعت میں جہر اور گیارہ رکعت میں انخفا کی تقیم کسی حدیث میں دکھا سکے ہیں۔

۵۔ نہ ہی کسی صحیح حدیث میں یہ دکھا سکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی آپ کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ سے آئین کہتے تھے۔

۶۔ نہ ہی کسی حدیث میں یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین اور اُن کے مقتدی غیر مقلدوں کے ہموا تھے۔

۷۔ بلکہ خلافتِ راشدہ اور عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مسیحا

نہیں دے سکے جہاں علی الدوام چھ رکعتوں میں جہراً اور گہرے
صوتوں میں ستر آئین کہی جاتی ہو۔

جن دو چار ضعیف اور کمزور روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ان میں
صرف اتنا ہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت
آمین بلند آواز سے کہی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کبھی کبھار ظہر اور عصر کی نماز میں قراۃ بلند آواز سے پڑھی۔ لیکن یہ
آپ کا ہمیشہ کا عمل نہ تھا۔ اسی لئے ظہر و عصر میں کسی آیت کا بلند آواز
سے پڑھنا کسی کے نزدیک بھی سنت نہیں ہے۔

ان روایات میں ہرگز یہ تصریح نہیں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ساری عمر آمین بالجہر فرماتے رہے۔ اس بارے میں غیر
مقلدین کے پاس صرف اور صرف قیاس ہے۔ کہ جب حضور نے
بلند آواز سے آمین کہی تو کہتے رہے ہوں گے۔ لیکن ان کا یہ
قیاس خلاف نصوص ہے۔

جس قسم کی یہ روایات ہیں اسی قسم کی روایات میں یہ صراحت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین بار بلند آواز سے آمین
کہی اور وہ بھی تعلیم کے لئے۔ تو اب اگر ان روایات پر عمل ضروری ہے۔
تو زیادہ سے زیادہ ساری عمر میں تین بار وہ بھی امام ہونے کی حالت
میں وہ بھی جب کسی نو مسلم کو تعلیم کا موقع آئے۔ آمین بلند آواز سے
کہیں تو ہمیں انکار نہیں۔ لیکن اس کو ساری عمر مستقل سنت مؤکدہ قرار دینا۔

اور نہ کرنے والوں کو یہودی اور منکر حدیث کہنا بالکل بے دلیل ہے
اسے کہتے ہیں چوری اور سببہ زوری۔

غیر مقلدوں کا آخری حربہ

غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہو جاتا ہے۔
مسند اجتہاد سنان ہو جاتی ہے۔ تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں کہتے
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو
آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں
حد کرتے ہیں۔

حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔
اولاً تو ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں طلحہ بن عمر ہے۔ جو سخت ضعیف
ہے۔ (دیکھو تہذیب التہذیب ص ۲۵۵ اور نیل الاوطار ص ۲۲۹)

حدیث عائشہؓ بھی ضعیف ہے۔ پھر اس میں آمین کے ساتھ سلام
اور ربنا لک الحمد کا بھی ذکر ہے۔ دیکھو بھیتی سنن کبریٰ ص ۵۶۔ بلکہ
اور قبلہ کا بھی ذکر ہے (مجمع الزوائد ص ۱۳۸)

تو غیر مقلدین جو سلام اور ربنا لک الحمد بلند آواز سے نہیں کہتے وہ
کم از کم ۲۰ یہودی تو ہو گئے۔ اور اگر اکیلے نماز پڑھیں۔ تو پھر تو آمین بھی
آہستہ کہتے ہیں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔

مذہبات یہ ہے کہ حسد کے لئے صرف علم ضروری ہے۔ جو
دیکھو ربنا لک الحمد آہستہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہود کو علم ہے۔
تو حسد کرتے ہیں۔

دیکھو ہم اہل سنت و جماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔ تو
غیر مقلدین یہودیوں سے بھی زیادہ جلتے ہیں۔ کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی
آمین کہنے والوں کو مناظرے کا چیلنج دیا نہ اُن کے خلاف رسالے لکھے۔
نہ اُن کی مسجدوں میں فتنہ فساد کھڑا کیا۔ اس کے برعکس حنفی جب
آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے۔ تقریریں
کرتے ہیں۔ رسالے لکھتے ہیں۔ گالم گلوچ اور دنگا فساد پراتر آتے ہیں۔

حسد کے معنی

حسد کے معنی تو یہ ہوتے ہیں۔ کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے) میں
کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو۔ اس لئے حاسد کی قسمت میں صرف
جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس۔ اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف
پردہ پگندہ کرے گالم گلوچ پراتر آئے۔

اب بتائیے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال ہے۔ یا زیادہ
ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے۔ کہ آمین
الجہر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔
وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم پر جلتے ہیں۔

ثابت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت۔
ہاں البتہ احناف جو آہستہ آمین کہتے ہیں۔ اس میں اُن کے فرشتوں
کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے۔
کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور قرآن پاک سے آہستہ
دعا پر خدا کی رحمت کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور ایک روایت سے اس کا
ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی موافقت
کا اجر بھی مزید ہے۔ تو احناف کی آمین پر حسد کیا جاسکتا ہے۔

یہود بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے
سے فرشتوں کی موافقت۔ نبی کی موافقت گناہوں کی معافی خدا کی رحمت
اور ستر گنا ثواب ان کو مل رہا ہے۔ چنانچہ سلام اور ربنا لک الحمد
پر بھی اُن کا حسد ہے حالانکہ سب آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے۔ جو ستر گنا ثواب
سے محروم ہیں۔ فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں۔ اور اکثر امت
کے نزدیک دعا و ذکر کا جہر بدعت ہے۔ اُس میں بدعت کا شبہ ہے
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان انکو لا تدعون اصم
ولا غائباً ان کی آمین میں یہ شبہ آتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب
جانتے ہیں تو بتائیے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگا۔

الغرض اس حسد کے بارے میں بھی یہ حاسدین اول تو ضعیف
روایات نقل کرتے ہیں پھر اُن میں جہر کا نام تک نہیں پھر حسد کے

معنی ہے بھی یہ بچارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حسد میں اتنے مل بھیجے گئے ہیں کہ نہ سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی۔ اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ بات کچھ بھی نہ بس شور و شغب وہ پکڑا دہ مارا۔ اب یہیں دیکھیے کہ ان روایات میں نہ جہر کا ذکر نہ چھ رکعتوں کی تفصیل نہ کوئی ایسا مزید ثواب مذکور جس پر حسد کیا جائے۔ لیکن ان حاسدوں نے فوراً اخاف پر چسپاں کرنا شروع کر دیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھیں۔

حقیقۂ سلسلہ معین

مولانا ابو معاویہ رحمہ اللہ

ست معکرم

مکتبہ فاروقیہ

۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیر مقلدین کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ یہ حضرات فروعی مسائل میں بے انتہا شدت برتتے ہیں یہ لوگ اپنی کتابوں اور رسالوں، تقریروں اور تحریروں میں فروعی مسائل پر بحث کرتے ہوئے قابو سے باہر ہو جاتے اور نہایت درشت اور کثرت لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں۔ مقلدین حضرات کو کوستے، ان پر برستے اور تیز و تند انداز میں ان پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے مقررین فروعی مسائل (فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر اور تراویح وغیرہ) کو ہر جگہ جا کر مہوا دیتے، ان کو اچھالتے اور ان کو کفر و ایمان کا ملاوٹ مناسط قرار دیتے ہیں، ہمارے اکابر و اسلاف شریع سے ہی ان کو سمجھاتے آتے ہیں کہ ان فروعی مسائل کو کفر و ایمان کا مدار نہ بنائیں۔ ان میں اتنی شدت نہ برتیں اور ان کی وجہ سے تکفیر و تفسیق اور تضلیل کے فتوے صادر نہ کریں۔ فضا کو مسموم اور زہر آلود نہ کریں۔ لوگوں کو امن و امان سے ہٹنے دیں ان کو آپس میں نہ لڑائیں اور جنگ و جدل پر آمادہ نہ کریں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ان لوگوں کے اذہان و عقول میں یہ معمولی سی بات آج تک نہیں آئی۔ رواداری برتنا تو ان کی جیلت اور سرشت کے منافی ہے۔ ان کی طبیعتوں میں بے انتہا شدت، کڑنگی خشکی اور سختی پائی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ غیر مقلدین بھی اس کا قرار و شرف کرنے پر مجبور ہیں۔

چنانچہ مولانا داؤد غزنوی کی سوہنیا میں تحریر ہے۔

۳ اہم حدیث حضرات عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی تھوڑی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر، مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابو بکر غزنوی ۱۸۔ اسی کتاب میں دوسرے مقام پر ہے۔

۴ ان کی تقریروں میں غلظت اور خشونت کا غلبہ ہوتا ہے۔ ۸۶۔

مثلاً: ”رفع یدین“ بھی اُن فروعی مسائل میں سے ہے جن پر بحث کرتے ہوئے ان کے قلم کار اور مقررین احناف کو بے نقط مانتے ہیں اور رفع یدین کو واجب و فرضیت کا درجہ دیتے ہیں۔

چنانچہ بہاولپور کے ایک پروفیسر صاحب ”رفع یدین“ کے موضوع پر ایک رسالہ لکھ کر قادر بخش کے نام پر چھپوایا ہے۔ اس میں تمہذیب و شرافت کی جو مٹی پلید کی ہے اور جو بازاری، سوقیانہ اور دلتانہ زبان استعمال کی ہے، اسے پڑھ کر موصوف کے بارہ میں اچھے تاثرات قائم نہیں ہوتے۔ اس پروفیسر صاحب کے ”بطور نمونہ مشق“، ”غیر نمونہ“، ”چنبٹے نقل کرتا ہے، جس سے ناظرین اس جماعت کی تنگ نظری تنگ ظرفی اور تشدد کا کچھ اندازہ کر سکیں گے

پروفیسر صاحب اس رسالہ کے سوا پر لکھتے ہیں۔

میں کتابوں مقلد کوئی بھی جو جاہل ہوتا ہے۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے بھی جاہلوں کے لیے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے جو علم و عقل الابرودہ تقلید کیوں کرتا دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

لیکن آپ نے اندھے اماموں کی اندھی تقلید کی ”مثلاً رفع یدین“ ص ۳

اسی رسالہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”رہنمائی بچاؤ مقلد کیا کرے گا وہ تو خود اندھا ہے اور اندھا بھی دل کا

مسئلہ رفع یدین ص ۴۲

ایک جگہ تحریر کرتے ہیں۔

”مقلد بصیرت کا اندھا تو ہوتا ہی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اس کا ذوق بھی گنڈا ہوتا ہے۔“

ص ۵۲

ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”مقلد چونکہ بد نیت بھی ہوتا ہے اور مطلبی بھی، اس لیے حدیث کے معاملہ میں بد نصیب ہی رہتا ہے۔“

ص ۵۴

غرضیکہ یہ اور اس قسم کے دلخراش اور متعفن جملے اور کلمے جگہ جگہ اس رسالہ میں آپ کو ملیں گے، جو پروفیسر صاحب کی فکر و نظر کی آلاشوں، قلب و ذہن کی مجنونا نہ کیفیات اور اندرونی اضطراب و خلفشار کی بخوبی غمازی کرتے ہیں۔

بہر حال غیر مقلدین کے اس قسم کے رسائل پڑھ کر اور ان کے مقررین کی اشتعال انگیز تقادیر سن کر

یہ خیال پیدا ہوا مسئلہ رفع یدین پر احادیث کی روشنی میں ایک امام فہم رسالہ شائع کیا جائے جس کو عوام بآسانی سمجھ سکیں۔ الحمد للہ امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ اس موضوع پر ایک فیصلہ کن سارا شائع کر رہی ہے۔ متلاشیان حق کے لیے یہ رسالہ ”مینارہ نور“ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر مسلمان کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے۔

محمد امین صفہ

ترک رفع یدین (احادیث کی روشنی میں)

عن جابر بن سمرہ قال خرج علينا رسول الله عليه وسلم فقال ملأوا دلوں را فمنايعكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (نماز پڑھنے کی حالت میں) تشریف لائے۔ اور ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکن اور مطمئن رہو۔

صحیح مسلم ج ۱۱ ابوداؤد ج ۱۵

نسائی ج ۱ طحاوی ج ۱۵

مسند احمد ج ۱۲ وسند صحیح جلیل

نماز بیکسر تحریم سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے اس کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدوں میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔

اس رفع یدین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نازل ہوئی کا اظہار بھی فرمایا۔ اسے جعفریوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو غلاب سکون بھی فرمایا اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔

قرآن پاک میں بھی نماز میں سکون کی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قومواللہ قانتیں خدا کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

دیکھئے خدا اور رسول نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۲) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَأَيِّابٍ جُورُكُنَّ وَهُوَ مَوْجِبُ خَاشِعُونَ فِي شُوعٍ كَرْتَنَ هِيَ حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَرَطَتِ هِيَ يَعْنِي جَوْ نَمَازُونَ كَالْمَدْرَجِ يَدِينِ نَحْوِ كَرْتَنَ

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۳) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد اعلیٰ ہے۔

(۴) أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي مِرَّةً ذَكَرَ كَيْفَ نَمَازٍ قَانِمٍ كَرْتَنَ بِحَثِّ مَنَازِلَ رَفْعِ يَدَيْنِ أَوْ جَلْسَةِ اسْتِرَاحَةٍ كَيْفَ ثَلَاثَتِ مَقْدَمِ فِي كَوْنِ ذَكَرٍ مَقْرَرٍ نَحْوِ هِيَ اسْلُجِي يَهْ نَمَازَ سَ غَيْرِ مُتَعَلِّقِ أَفْعَالِ هُوتُ

(۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْفَعُ الْأَيْدِيَّ فِي مَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَحُ الصَّلَاةَ حَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَسُولِ پَاکِ صَ لِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَ رَوَايَتِ كَرْتَنَ مَنَ كَرْتَنَ آپ نے فرمایا کہ رفع یدین کر دو گم

رواہ الطبرانی زلیحی ص ۱۹۱

(۶) وَعَنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَلَوْ رَفَعَ الْأَيْدِيَّ

إِذَا قُمْتَ لِلصَّلَاةِ

رواہ الطبرانی زلیحی ص ۲۹۱

(۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَرْفَعُ الْأَيْدِيَّ فِي مَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ

إِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ الْحَدِيثِ

زلیحی ص ۲۹۱

(۸) حَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو خُودِ بَعْدِ اس كَيْفَ سَوَاقِ فَتَوَى دِيَا كَرْتَنَ تَحْ

زلیحی ص ۲۹۱

(۹) حَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ بَعْدِ اس كَيْفَ سَوَاقِ فَتَوَى دِيَا كَرْتَنَ تَحْ

زلیحی ص ۲۹۱

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی تکبیر کے

وقت رفع یدین کرنے کا حکم فرمایا اور پہلی تکبیر کے بعد دوران نماز رفع یدین کرنے سے منع

فرمایا۔ یہی ہمارا مسلک ہے۔

(۱۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ

رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فُتِحَتِ الصَّلَاةُ

حَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

۱۸۳

رفع یدیه حد و منکبیه و اذا اراد ان یرکع
و بعد ما یرفع راسه من الرکوع
فلا یرفع ولا یلین السجدتین۔

(مسند حمیدی ص ۲۲۶ - صحیح ابوداؤد ص ۱۱۹)

(۱۱) وعنه ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ
ثم لا یعود۔

(یعنی فی الخلائیات زیلعی ص ۱۴۱)

(۱۲) عن جابر قال صلیت خلف
ابن عمر فلم یرفع یدیه الا
فی التکیرة الاولى من الصلوۃ۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۲۳ - طحاوی ص ۱۲۳)

(۱۳) عن عبد العزیز بن حکیم قال
رایت ابن عمر یرفع یدیه حد و اذنیہ
فی اول تکیرة افتتح الصلوۃ و لم

کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ
کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے
اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے
اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہی روایت
ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے
پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی
پس آپ نماز میں صرف پہلی تکیر کے وقت
رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نماز میں
کبھی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

عبد العزیز بن حکیم سے روایت ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کو
دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابلے

میں رفع یدیاں نہیں کرتے۔ (مسند امام احمد)
امام محمد مجتہد ہیں۔ انہوں نے اس حدیث
سے استدلال فرمایا ہے پس حدیث صحیح ہے۔ اٹھاتے تھے۔
اور اب اس کے سوا کسی موقعہ میں نہ

(۱) فائدہ: پہلی دونوں سنہری اور کھری دیح حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پہلی تکیر کے بعد نہ دو سری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے
تھے اور نہ ہی رکوع کو جاتے۔ رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے
سر اٹھاتے وقت

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی ان مقامات پر رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۳) ان دونوں حدیثوں کی سند کے مرکزی راوی سب مدنی ہیں۔ اور امام مالکؒ جو
مدینہ منورہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عمرؓ میں کسی کو نہیں پایا جو پہلی تکیر کے بعد
رفع یدین کرتا ہو آپ کی پیدائش سنہ ۹ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۳۶ھ میں ہوئی یہ خیر القرون
کا دور ہے اور امام مالکؒ مدینہ منورہ کے امام ہیں جہاں ہر ملک اور ہر جگہ کے لوگ ردۃ القرون
کی زیارت کے لیے آتے ہیں لیکن امام مالکؒ کسی ایک شخص کو بھی نہیں پہنچتے جو رفع یدین
والی نماز پڑھتا ہو۔ بلکہ ہر ملا اس رفع یدین کو ضعیف فرماتے ہیں (المدینۃ الیکبری ص ۱۱۱)

(۴) معلوم ہوا کہ خیر القرون میں رفع یدین کر کے نماز پڑھنے والا شخص عجائب گھر میں رکھنے

کے لیے بھی نہ ملتا تھا۔ اور رفع یدین کی تمام روایات اس پاک و دریں متروک العمل تھیں

(۱۳) عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن

مسند: الاصلی بکسر صلوۃ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فصل فلما یرفع

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تم کو حضور

یدیدہ لافیا اول مرة رتومذی $\frac{۲۵}{۱۱}$
 یہ حدیث سن ہے (ترمذی $\frac{۳۵}{۱۱}$)
 یہ حدیث صحیح ہے محلی ابن خرم $\frac{۲۵۸}{۲۱}$
 اس کے سب راسی صحیح مسلم شریف
 کے راوی ہیں (المجموع النقی $\frac{۱۲}{۱۱}$)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کا یہی مذہب ہے اور حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی سلک ہے (ترمذی $\frac{۳۵}{۱۱}$)

(۱۵) عن عبد الله قال لا اخبركم
 بصلوة رسول الله صلى الله عليه
 وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة
 ثم لم يعد وفي نسخة ثم لم يرفع
 (نسائی شریف $\frac{۱۸۸}{۱۱}$)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت
 پہلی دفعہ شروع نماز میں
 رفع یدین کی اس کے بعد پوری
 نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

(۱۶) عن عبد الله بن مسعود ان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلاة ثم
 لا يعود۔ (مسند امام اعظم $\frac{۲۵}{۱۱}$)
 نہیں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

یہ وہ حدیث شریف ہے جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ نے مناظر میں امام اوزاعی کے
 سامنے بیان فرمائی اور ثابت فرمایا کہ اس کی سند کا ہر راوی اپنے دور کا سب سے بڑا فقیہ
 ہے اور امام اوزاعی کو جواب ہو کر خاموش ہونا پڑا۔

(۱۷) عن عبد الله بن مسعود قال مليت
 خلف النبي صلى الله عليه وسلم واني
 بكر وعمر فلو يرفعوا ايديهم لا عند
 افتتاح الصلاة۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت
 عمر فاروقؓ کے پیچھے نماز میں پڑھی ہیں تو
 یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ
 ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۱۸) عن الاسود قال رايت
 عمر بن الخطاب يرفع يديه في اول
 تكبيرة ثم لا يعود۔

حضرت اسود سے روایت ہے کہ
 میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو نماز میں
 کو دیکھا کہ اپنے ہاتھوں کو صرف پہلی تکبیر
 کے وقت اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(۱۹) عن الامام رد قال مليت مع عمر
 يرفع يديه في شي من صلواته الا حين
 اتبع للصلاة ورايت الشعبي وابراهم
 حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ میں
 نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز ادا کی آپ پہلی
 تکبیر کے بعد کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

وإذا ساق لا يرفعون أيديهم إلا حين
يقتضون الصلوة.

منہ ابن ابی شیبہ ۱۲/۱

(۲۰) عن علي بن النعمان عن النبي صلى الله عليه
وسلم كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى
التي يفتح بها الصلوة ثم لا يرفعهما في شيء
من الصلوة.

رواه قتيبي في المحلى بحواله حاشية عليه ۱۲/۱

(۲۱) عن عاصم بن كليب عن أبيه
أن علياً كان يرفع يديه في أول تكبيرة
من الصلوة ثم لا يرفع بعد جمادى ۱۲/۱
الزيج زيلعي ۱۲/۱ رجاله ثقات الحديث ۱۲/۱

۱۲/۱

(۲۲) وعنه أن علياً كان يرفع يديه
إذا فتح الصلوة ثم لا يعود.

ابن ابی شیبہ ۱۲/۱

رئیس المحدثین، امام شعبی رئیس القضاة،
ابراہیم نخعی امام ابواسحاق بھی پہلی
تکبیر کے بعد کسیں رفع یدین نہ
کرتے تھے۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ نبی پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پہلی
تکبیر کے بعد ساری نماز میں کسیں
بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حاصم بن کلب اپنے باپ
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ
نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے
اُس کے بعد ساری نماز میں کسیں
رفع یدین نہ کرتے تھے۔

انہیں سے روایت ہے کہ حضرت
علیؑ نماز کی پہلی تکبیر کے بعد بھی رفع یدین
نہ کرتے تھے۔

(۲۳) عن علي بن أبي طالب أنه كان يرفع
يديه في التكبيرة الأولى التي يفتح بها الصلوة
ثم لا يرفعهما في شيء من الصلوة.
(موطا امام محمد ۵۵)

(۲۴) عن أبي اسحاق قال كان اصحاب
عبد الله واصحاب علي لا يرفعون
أيديهم إلا في افتتاح الصلوة ثم لا
يعودون۔ ابن ابی شیبہ ۱۲/۱
اسنادہ صحیح جلیل (البحر النقی ۱۲/۱)

(۲۵) عن أبي بكر بن عياش قال ما رأيت
فقيهاً قط يفعل يرفع يديه في غير
التكبيرة الأولى.
طحاوی شریف ۱۲/۱

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اکابر صحابہ
تابعین اور تبع تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔

نیز ان روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں کسی مسجد میں نماز میں رفع یدین کرنے
والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔

خلفائے راشدین — اکابر صحابہ و تابعین و تبع تابعین رفع یدین کو روایات کو بالکل
متروک العمل سمجھتے تھے۔

- (۲۱) عن برائ بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يرفعهما حتى ينصرف المذنب البكري ۱۱۹ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ ابداد و ص ۱۱۹ سنہ حسن طحاوی۔
- (۲۲) عن برائ بن عازب قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا تكبر لا فتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريبا من شحمتي اذنيه ثم لا يعرد۔
- طحاوی ص ۱۲۱ ابداد و ص ۱۱۹ دار قلی ص ۱۱۱ عبدالرزاق م۔
- (۲۳) قاضي عبدالرحمن بن ابی بلی جواس حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱)۔
- (۲۴) حضرت عمرو بن مروان نے مسجد کوفہ میں حضرت وائل بن حجر کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔
- ما ادری لعلہ لم یرى البني
- صلى الله عليه وسلم يصلي لذلك اليوم فحفظ هذا منه ولم يحفظه ابن مسعود و اصحابه ما سمعته من احد منهم واما كافو
- میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجر نے صرف ایک اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور

- برقون ایدھیہ فی بلی الصلوة حین یکرون۔
- دوسرے صحابہ رجوع ہمیشہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سننا تک نہیں وہ تو صرف پہلی ہی تلبیس کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔
- اس سے معلوم ہوا کہ غیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا۔ بلکہ علم کرنا تو کجا سمجھنا ہی نہیں نے کبھی یہ مسئلہ نہ سنا تھا۔
- دوسری روایت میں ہے کہ
- (۲۵) فذكرت ذلك لبراهيم فغضب قال راه هو و لغيره ابن مسعود ولا السجادة۔
- یعنی جب میں نے رفع یدین کی روایت بیان کی تو علامہ ابراہیم نخعی عتقت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ حضرت وائلؓ جو صرف ایک آدمی کے لئے حضور کے پاس آئے، انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرام رجوع ساری عمر حضور کے ساتھ رہے، انہوں نے آپ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔

(۲۱) حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجر کی رفع یدین طائی نہایت حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے بیان فرمائی تو آپ نے فرمایا۔

فان وائل راہ مرة يفعل ذالك
فقد راہ عبد الله خمسين مرة لا يفعل
ذالك.

(طحاوی ص ۲۱۶)

(۲۲) حماد عن ابراهيم بن عوف قال في وائل
بن حجر اعرجي لصل مع النبي صلى الله
صلوة قبلها قط اهو اعلم من عبد الله
اسما به حفظ ولو يحفظوا يعني
رفع اليمين

(مسند امام اعظم ص ۱۱۹)

حضرت وائلؓ نے ایک دفعہ یہ کرتے
دیکھا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے
پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
امام حماد فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم
نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت وائل بن حجرؒ
ایک دیہاتی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک
آدھ دفعہ کے علاوہ کبھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نہیں
پڑھی کیا وہ (عافر باش) صحابہ حضرت
عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرہ (خلفائے راشدین
سے زیادہ بڑے عالم تھے کہ انہوں نے
تو رفع یدین کو یاد رکھا اور ان کا برنے یاد
نہ رکھا۔

اور ایک رعایت میں یہ ہے کہ

(۲۳) فقال هو اعرجي لا يعرف الاسلام
ولصل مع النبي صلى الله عليه وسلم
فرمایا آپ ایک دیہاتی تھے جو اسلام
سے پردے واقف نہ تھے۔ آپ نے

الاصلاة واحدة وقد حدثني من لا احيى
عن عبد الله بن مسعود انه رفع يديه في
بد الصلوة فقط وحكاة عن النبي صلى الله
عليه وسلم وعبد الله عالم
بشرائع الاسلام وحلوه متفق لحوال
النبي صلى الله عليه وسلم ملازم له في
اقامته واسفاره وقد صلى مع النبي
صلى الله عليه وسلم مالا يحصى
(ص ۱۱۹ مسند امام اعظم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
صرف ایک نماز ادا کی اور مجھے ان گنت
لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبد اللہ
بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ
اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت فرماتے
تھے اور حضرت عبد اللہ اسلامی شرائع
اور حدود کے پورے عالم تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی جستجو
فرمانے والے تھے آپ رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے
تھے اور سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھی تھے
اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں۔

حضرت الامام ابراہیم نخعیؒ تابعین میں مرجع التخلوق تھے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھی
نمازیں پڑھتے دیکھا تابعین اور تبع تابعین کو بھی دیکھا آپ خیر القرون کے متعلق چشم دید
مشاہد دے رہے ہیں کہ نہ کسی کو رفع یدین والی نماز پڑھتے دیکھا نہ سنا آپ رفع یدین
کا یہ مسئلہ سُن کر نہایت غضبناک ہوتے اور اسے تو اتر علی کے بالکل خلاف قرار دیتے
گویا رفع یدین کی مثل بالکل ایسی تھی۔ جیسے قرآن پاک کی متعارض قرأت کے خلاف کوئی شاذ

قرت سن آئے تو قابل عمل نہ رہی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

حاکم سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی فرماتے تھے نماز کی پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کر۔

حضرت جواد بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

ابو جعفر قاری اور نعیم البحر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے اور رفع و خفض میں صرف اللہ اکبر کہتے تھے اور فرماتے تھے میں رسول اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھتا ہوں۔

امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نماز میں رکوع جاتے

(۳۳) عن ابن مسعود انه كان يرفع يديه

اذا افتتح الصلوة (موطأ امام محمد ۵۵)

(۳۴) حماد عن ابراهيم نخعي قال لا ترفع

يديك في شي من الصلوة بعد التكبير الاولى

(موطأ امام محمد ۵۳)

(۳۵) عن جواد بن الزبير ان رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا افتتح

الصلوة رفع يديه اول الصلوة ثم يرفع يدهما

في شي حتى يضرغ - رواه البيهقي

(زيلعي ص ۴۳)

(۳۶) عن ابى جعفر القارى ونعيم البحر

عن ابى هريرة انه كان يرفع يديه اذا افتتح

الصلوة ويكبر في كل خفض ورفع ويقول

انما اشبهكم بصلوة رسول الله صلى الله

عليه وسلم اخرجه ابن عبد البر

في التمهيد بحواله نيل الفرقدين ۱۲۳

(۳۷) عن علي بن الحسين قال كان النبي

ﷺ عليه وسلم يكبر في الصلوة

کما خفض ورفع فلم يزل تلك مصلوحتا حتى لقي الله تعالى۔

(موطأ امام مالک ص ۴۳) اوقات ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ خدا تعالیٰ سے جا ملے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی آخری عمر کی نماز بغیر رفع یدین کے ہوتی تھیں وہو المطلوب۔

ایک جھوٹی حدیث غیر مقلدین بھی جیتی کے حوالہ سے رفع یدین کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ فما زالت تلك مصلوحتا حتى لقي الله تعالى کہ آپ آخر عمر تک رفع یدین والی نماز پڑھتے رہے۔ لیکن یہ بالکل جھوٹی روایت ہے اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمن بن قریش ہے علامہ سیستانی فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا (میزان الاعتدال)۔

اس سند کا دوسرا راوی حصہ بن محمد الانصاری ہے اس کے متعلق امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کذاب يضع الحديث بڑا جھوٹا تھا۔ اور جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ علامہ عقیلی فرماتے ہیں کہ وہ باطل حدیثیں روایت کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال) ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا بھی بالکل حرام ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد اس حدیث کو صحیح ثابت کر دے تو ہم اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ہے کوئی مرد میدان جو ہمت کرے؟ دیدہ باید۔

آپ حیران ہیں کہ جس مسئلے پر آج ہر مسجد میں فتنہ و فساد کا جنم گرم کیا جا رہا ہے اس پر فرق مخالف کے پاس نہ کتاب اللہ سے کوئی دلیل ہے نہ سنت قائمہ

سے اس لیے غیر مقلدین پہلے تو چیلنج بازی کرتے ہیں اور جب بحث و مناظرہ کا موقع آئے تو پھر گرگٹ کی طرح ایسے عجیب رنگ بدلتے ہیں۔ نا طعہ سر بگڑیاں ہے کہ کیا کیے۔

سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ غیر مقلدین کی سب سے کتمان حق ۱۔ بڑی خامی یہ ہے کہ وہ دلائل تو کیا بیان کریں گے اپنا اصل مسلک بھی لوگوں کے سامنے صحیح بیان نہیں کرتے۔ ان کا اصل مسلک جس پر یہ آج کل عمل پیرا ہیں یہ ہے۔

(ا) پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھانے سنت مؤکدہ ہیں۔ جسند ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے۔ اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین خلاف سنت ہے۔ حضور نے کبھی یہاں رفع یدین نہیں کی۔

(ب) رکعت ہاتھ اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین سنت مؤکدہ ہے۔ حضور ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا خلاف سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ رفع یدین نہیں کی۔

یہ ہے غیر مقلدین کا اصل دعویٰ لیکن غیر مقلد مناظروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ موت کو تو قبول کرتے ہیں مگر یہ دعویٰ کبھی لکھ کر نہیں دیتے

شریعت اور قانون عدالت کا یہی اصول

سنت سے بغاوت ۱۔ ہے کہ گواہ اور دلیل مدعی سے طلب کی جاتی ہے نہ کہ منکر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیعتہ علی المدعی

الحديث کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ مگر غیر مقلد اس کے خلاف رفع یدین کے انکار کرنے والوں سے دلیل کا مطالبہ کیسے ہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ غیر مقلدین ایک حدیث ایسی پیش کریں جس میں حضور نے فرمایا ہو کہ انکار کرنے والے سے دلیل کا مطالبہ کرو تو ہم غیر مقلدین کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے یا اس خلاف سنت طریق بحث سے توبہ کریں۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پہلے تو یہ ہی غلط عقل و نقل سے انحراف ۱۔ تھا کہ انکار کرنے والے سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین نے خلاف اصول دلیل خاص کا مطالبہ شروع کر دیا۔

شریعت و عدالت کے موافق مدعی سے صرف دلیل و گواہ کا مطالبہ ہوتا ہے اور مدعی علیہ کو اس گواہ و دلیل پر جرح کا حق ہوتا ہے۔ اگر جرح نہ ہو سکے تو دعویٰ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

لیکن گواہ خاص کا مطالبہ نہیں ہو سکتا کہ خاص صعد یا وزیر اعظم یا کشنریا ڈی۔ سی صاحب اگر گواہی دیں تو ہم مانیں گے ورنہ نہیں مانیں گے۔ اگر یہ انداز اختیار کیا جائے۔ تو کوئی عدالت اپنا کام نہیں کر سکتی نہ ہی دنیا میں کوئی مقدمہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

اسی طرح مدعی کے ذمہ دلیل شرعی ہے خواہ وہ آیت محکمہ پیش کرے یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ یعنی اجماع و قیاس۔

مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا خاص ابوبکر و عمر فاروق کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ یہ محض دھوکا اور فریب ہے کتاب سنت سے دلیل خاص کی ہرگز پابندی عاید نہیں کی۔ ان پڑھ لوگوں سے اس قسم کی شرائط پر دستخط لے جاتے ہیں جو شرعاً باطل ہوتی ہیں یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے افسوس کہ غیر مقلدین نے بھی مرزا کی سنت پر دھوٹی رہا ہے۔

مرزا قادیانی اس پر فریب طریق کا بانی ہے کہ کچھ خود ساختہ شرعی
العامی چیلنج :- تاکر سوال بنایا اور موافق شرائط جواب دینے پر انعام کا وعدہ
کر لیا۔ غیر مقلدین نے بھی مرزا جی کی تقلید شخصی میں اس انداز کو اپنایا ہے اور ان پر ہر دو گون
ہمد حب جہانے کے بے یہ فریب کاری کرتے ہیں۔
چونکہ غیر مقلد اس اصول پر بہت نازاں ہیں اس لیے ان کے عہد کو خاک میں ملانے
کے بے ہم بھی الزام یہ انداز اختیار کریں گے۔

ترتیب دلائل :- آئی ہے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ
(۳) اجتہاد مجتہد۔

آپ یقین جانیں کہ غیر مقلدین کتاب اللہ سے ایک بھی آیت محکمہ پیش نہیں کر سکتے
جو ان کے دعویٰ پر مبالغہ ہو۔

رفع یدین کے مسئلہ میں غیر مقلدین نے ترقی کر کے اس کے واجب ہونے کا دعویٰ
کیا جیسا کہ "مسئلہ رفع یدین" (جو پروفیسر محمد اللہ نے لکھ کر علامہ تاج الدین بخش کے نام سے
شائع کیا ہے) کے مسئلہ پر تحریر ہے کہ "یعنی رفع یدین واجب ہے"۔

پس حدیث معاذ کے موافق پہلے قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی پیش کریں جس سے
رکوع کو جلتے اور اسٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا وجوب
ثابت ہو اور سجدہ میں جاتے اسٹھتے وقت اسی طرح دوسرے انتقالات میں رفع یدین
بہ ضرورت ہو۔

آپ حیران نہ ہوں گے یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سنت قائمہ :- کے پورے تین اسلحہ و نبوت میں ایک منٹ کیلئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ آپ نے مبارک زبان سے
جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ تلاذ کی پہلی تکبیر کے وقت دفع یدین کرو اور تلاذ کے اندہ کسی
جگہ بھی دفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے
شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔
رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین
نہ کرو۔

اگر کوئی غیر مقلد بہت اہم جراثیم کر کے صرف ایک۔ صرف ایک اور صرف ایک
ہی قول حدیث پیش کر دے۔ جس میں مان کا مدعی بطور نص موجود ہو یعنی پہلی اور تیسری
رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں
رفع یدین سے منع کیا ہو اسی طرح رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ
کے شروع و آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو تو ہم مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے
اور رفع یدین کو شروع کر دیں گے ہے کوئی موہیل جو صرف ایک ہی حدیث قدسی
بسنید صحیحہ پیش کر کے فہم حاصل کرے۔

دیدہ باید :- نہ بجزائشے گا نہ تلوار ان سے
یہ بلذو میرے آئناے ہوئے میں

اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین مذکورہ مقلد
کیا رفع یدین مستحب ہے :- قول حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکتا

اور قیامت تک نہ کر کے گا تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے زیر بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کر دے۔ جتنا اشراق کی نماز۔ تہمتہ الاضواء مسواک کا ثواب ہے آپ یقین کریں کہ دنیا کا کوئی غیر مقلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے رفع یدین کی اتنی ترغیب بھی نہیں دکھا سکتا۔ اگر کمازیں بت ہے تو میدان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفع یدین کا مسواک جتنا ہی ثواب ثابت کر دے۔

کفن باندھے ہوئے سر سے

میں مدتے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھرتے۔

عقود دو قسم کے ہوتے ہیں قولی اور فعلی

قولی و فعلی سنت میں فرق ۱۔ عقود قولیہ میں دوام ہوتا ہے جیسے اسلام

اھ نکاح کہ انسان زبان سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اُس کا اسلام دائمی ہوتا ہے جب تک کلمہ کفر نہ کہے اسی طرح نکاح زبانی وعدہ ہے وہ نکاح دائمی ہوتا ہے جب تک طلاق نہ ہو اس طرح اگر رفع یدین قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی تو دوام ثابت ہو جاتا۔ چونکہ ان کے پاس قولی حدیث نہیں اس لیے دوام ثابت نہیں کر سکتے

صرف فعل سے دوام اور سنت ثابت نہیں ہوتی

قول کے مقابلہ میں فعل خالی طور پر دوام پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً ۱۱) حدیث میں ہے۔

کان یطوف علی نساہ بنخل واحد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے لیکن حسب تحقیق محمد ثقیل یہ واقعہ

ب ایک مرتبہ ہونا سنت ہے نہ مستحب (۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ حالت جنابت میں سونا روندے کی حالت میں ازواج سے بوس و کنار کرنا۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت فرمنا۔ نماز میں کن آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنا۔ وضو کے بعد بیویوں کا بوسہ لینا۔ نماز پڑھتے ہوئے دوازہ کھول دینا بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا و غیر بہت سے افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مگر نہ ان کو کوئی سنت سمجھتا ہے نہ مستحب نہ ہی کوئی ان کے دوام کا قائل ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی شخص یہ کام نہ کرے تو کوئی اُس کو خلاف سنت کا طعنہ نہ دے گا نہ اس کو کوئی مناظرے کا چیلنج دے گا۔

ان افعال کا ایک آدھ دفعہ کرنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً ثابت ہے لیکن ان کا سنت یا مستحب ہونا بھی یقیناً غلط ہے۔

بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے بعض فعلی روایات سے اس کا ایک آدھ مرتبہ کرنا ثابت تو ہے لیکن نہ اس کا سنت ہونا ثابت ہے اور نہ مستحب ہونا۔ یہی بات حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمائی ہے کہ حضرت وائل نے صرف ایک دفعہ حضور کو رفع یدین کرتے دیکھا جس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ سنت وہی ہے جو باقی حاضر باش صحابہ نے روایت کی اور اُس پر عمل فرمایا یعنی رفع یدین نہ کرنا۔

جو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں ان میں بھی کسی ایک فعلی احادیث ۱۔ حدیث میں بھی اُن کا مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے ہم نے

بارہا مناظرہ میں ان کو پرورد چیلنج دیا کہ ایک ہی صحیح صریح فعلی حدیث ایسی دکھا دیں جس میں یہ پوری تفصیل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر نماز میں پہلی اور تیسری رکعت

کے شروع میں رفق یدین کرتے تھے اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی ایک دفعہ بھی رفق یدین نہیں کی اور رکوع سے پہلے اور رکوع سے اٹھ کر ہمیشہ ساری عمر رفق یدین کرتے تھے اور سجدہ میں جلتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت ساری عمر میں ایک دفعہ بھی رفق یدین نہیں کی۔

لیکن آج تک غیر مقلد نہ چھپائے پھر رہے ہیں۔

اس لیے غیر مقلدوں کا حال یہی ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا رونا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

اب ہم غیر مقلدین کے مسلک اور عمل کا نمبر وار جائزہ لیتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مسلک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفق یدین کرتے تھے۔ اس بارے میں وہ چار روایات بیان کرتے ہیں۔

(۱) روایت ابن عمرؓ بخاری ص ۲۲ لیکن اس کی سند میں جید اللہ شیعہ راوی ہے اور ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق فرمایا یٰٰلےس برفوع یعنی یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں ہے۔ نیز اسی سند میں سجدہ کے وقت رفق یدین کا ذکر بھی ہے۔ (جز بخاری) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہمیشگی کا کوئی لفظ نہیں ہے اور یہ کہ ابن عمرؓ خود رفق یدین نہیں کرتے تھے۔ غیر مقلد ملکہ مست گماہ چست کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

(۲) ابو حنیفہ ساجی کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ص ۱۱ پر ہے اس میں رکوع اور تیسری رکعت کی رفق یدین کا ذکر تک نہیں۔ ابو داؤد کی سند میں جید اللہ بن جعفر بدعتی تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے۔ اُس نے رفق یدین کا اضافہ کیا ہے۔ غیر مقلد بخاری کی حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر ٹوہنیں اُس میں بھی صرف ایک دفعہ رفق یدین کا ذکر ہے اور اس (۳) ابو حنیفہؒ ان کی صحیح حدیث بخاری ص ۱۱ پر ہے جس میں رفق یدین کا ذکر تک نہیں لیکن ابو داؤد کی سند میں رفق یدین کا ذکر ہے۔ لیکن راوی ابن حبیب ہے جس نے ۹۰ حدیثوں سے متعلق کیا (میرزا محمد اقبال ص ۱۵۱)۔

دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے۔ نیز اس میں سجدہ کی رفق یدین کا بھی ذکر ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ ان کی صحیح روایت میں رفق یدین کا ذکر نہیں ہے خود حضرت علیؓ حضرت علیؓ اور آپ کے ہزاروں ساتھی رفق یدین نہ کرتے تھے۔ البتہ ایک ضعیف روایت جس کا راوی ابن ابی الزناد ہے اُس میں رفق یدین کا ذکر ہے۔ خلاصہ ۱۔ ان چاروں میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

ان چاروں ضعیف روایتوں میں بھی ہمیشہ رفق یدین کرنے کا ذکر نہیں ان چاروں صحابہ میں سے ایک بھی ہمیشہ رفق یدین نہ کرتا تھا۔ ان میں سے دوسریوں میں سجدہ کی رفق یدین کا بھی ذکر ہے جس پر غیر مقلدین عمل نہیں کرنے۔

دوسرا حصہ۔ دعویٰ کا یہ ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں آپ نے کبھی رفق یدین نہیں کی۔ اس بارے میں غیر مقلدین کے پاس ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ میں نے کئی بار مناظرہ میں مطالبہ کیا انعامی چیلنج بھی دیا لیکن آج تک کوئی مافی

کا مقلد غیر مقلد سی صریح حدیث پیش نہیں کر سکا۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر (ابن ماجہ ۱۵۲) عبداللہ بن عباس (ابن ماجہ ۱۵۲)

عبداللہ بن عمر فتح الباری ۱۵۲ حضرت ابوہریرہ (مختص الجبر)

عبداللہ بن زبیر ابوداؤد ۱۵۲ حضرت جابر (مجمع الزوائد ۱۵۲)

ان چھ روایات کی سندوں کا حال بھی رکوع والی روایات جیسا ہی ہے۔

ان چھ حدیثوں میں ہر یک کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور ماضی استمراری بھی ہے

ان روایات سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار دوسری اور

چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کی۔ لیکن غیر مقلدین ان احادیث پر عمل نہیں

کرتے آخر وجہ فرق بتائیں۔ ماضی استمراری بھی ہے۔ ماضی استمراری بھی ہے۔ ماضی استمراری بھی ہے۔

کی روایت بھی ہے۔

ہاں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ روایات متروک العمل میں نہ ان کے راویوں نے ان پر

عمل کیا نہ خلفائے راشدین نے نہ خیر القرون میں ان پر عمل ہوا۔ البتہ غیر مقلدین کے اصل

پہاں چھ حدیثوں سے دوسری اور چوتھی رکعت کے ابتداء میں رفع یدین سنت ثابت

ہوتی ہے۔ اور ایک بھی حدیث سے صراحۃً ان دو جگہوں میں نہی یا نفی ثابت نہیں۔

تو غیر مقلد ان احادیث کے منکر اور اس سنت کے تارک ہوئے۔ جواب سوچ کر دیں محض

عہد توں کی طرح طعن بازی نہ ہو۔

دعویٰ کا تیسرا حصہ۔ یہ ہے کہ شروع جاتے اور سر اٹھاتے وقت حضور

ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں کے وقت کبھی رفع یدین نہ کی۔ اس حصہ کے

غیر مقلد مالک بن النخعیث، وائل بن حجر کی روایات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

یہ دونوں صحابہ آخری عمر میں اسلام لائے انہوں نے حضور کو رفع یدین کرتے دیکھا اس سے ثابت ہوا کہ حضور آخری عمر تک رفع یدین کرتے رہے مگر اس بارے میں وہ کئی باتیں چھیاتے ہیں۔

(۱) مالک بن النخعیث کی حدیث کی ایک سند میں ابوقلابہ ہے جو نامحکم مذہب کا تھا

اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ دوسری سند میں نفیر بن عاصم ہے

ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ نیز نسائی نے اس سے سجدہ کی رفع یدین بھی روایت کی ہے

تو اب غیر مقلدین کا آدمی حدیث کو ماننا اور آدمی کو چھوڑنا افتوا منون ببعض الکتاب

و تکفرون ببعض کا مصداق ہے۔

(۲) وائل بن حجر کی روایت بھی دو طریق سے ہے ایک طریق میں سجدہ کے وقت رفع یدین

کا ذکر ہے (ابوداؤد ۱۵۲) جس کو غیر مقلد چھیاتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس طرح

آدمی حدیث کو ماننا آدمی سے روگردانی کی۔

دوسرے طریق میں خود حضرت وائل نے وضاحت فرمادی کہ جب میں دوسری دفعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور اور صحابہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے

تھے بعد کی کسی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا (ابوداؤد ۱۵۲) اور کسی ایک صحابی کو بھی مستثنیٰ نہ

فرمایا گویا تمام صحابہ آخر عمر نبوی میں رفع یدین کے تارک تھے لیکن غیر مقلد عوام کے سامنے

یہ بات بالکل بیان نہیں کرتے۔

فائدہ: جید بن عمر ابن عباس ابن عمر ابوہریرہ عبداللہ بن زبیر مالک بن النخعیث

وائل بن حجر مانس بن مالک یہ آئمہ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سجدہ کے وقت رفع یدین

نہ کرتے تھے اور صرف ایک روایت میں ہے کہ نہ کرتے تھے یہ روایت ابن عمر کی ہے اور

بوجہ تعارض ساقط ہے۔

باقی صحابہ کی روایات پر غیر مقلد عمل نہیں کرتے یہاں ماضی استراری بھی ہے اور حضرت وائل اور مالک بن الحویرث جیسے متاخر اسلام راوی بھی ہیں پھر نامعلوم کیا وجہ ہے کہ غیر مقلد رکعت و سجود کی روایات میں یکوں فرقی کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ چھ احادیث سے ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر ماضی استراری کے میغ سے ثابت ہے گویا چار رکعتوں میں چار بار

مگر غیر مقلد احادیث پر عمل نہیں کرتے۔

ایک صحابی ابن عمرؓ سے سجدہ کی رفع یدین متعارض آئی ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ اور ایک ہے نہ کرو۔ اس لیے وہ ساقط الاعتبار ہو گئی۔

باقی سات صحابہ سے سجدہ کی رفع یدین آئی ہے ماضی استراری بھی ہے۔ اور وائل ۲۷۔ مالک بن الحویرث، ابو حریرہؓ جیسے متاخر اسلام صحابہ سے مروی بھی گویا چار رکعت میں ۲۸ مرتبہ رفع یدین سنت ہے مگر غیر مقلد روایات پر بھی عمل نہیں کرتے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

بعض غیر مقلدین سجدہ کی رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔ ابوصحن عثمانی وغیرہ اور امام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی یعنی ہوتا ہے۔ اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی یعنی ہوتا ہے۔

اس لیے بتایا جائے دونوں فرقوں میں سے کون سا فرقہ کتاب و سنت کے مخالف ہے۔

وجہ ترجیح

(۱) مذہب احناف سے واقفیت رکھنے والے اشخاص اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلک احناف کا یہ اصول ہے کہ جب روایات کسی مسئلہ میں متضاد ہوں تو احناف کثر اللہ سوادھوں روایات کو لیا کرتے ہیں یعنی معمول بجا قرار دیتے ہیں جو قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھیں۔

مسئلہ رفع یدین میں بھی وہ روایات جو ترک رفع یدین کو بیان کرتی ہیں وہ قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ قوموا للہ قانتین۔

(۲) رفع کی بعض قسمیں وہ ہیں جو بلا اتفاق متروک ہیں جیسے دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس میں نسخ واقع ہو چکا ہے لہذا اعتناق علیہ کو اپنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

(۳) نماز میں حرکات سے سکون کی طرف انتقال واقع ہوتا رہا ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں نماز میں چلتا پھرنا بات چیت کرنا سلام کا جوب دینا جائز تھا جب اس بارہ میں روایتوں میں تعارض ہوا تو احناف نے ان روایات کو لیا جو سکون پر ملامت کرتی ہیں۔

(۴) جب قولی اور فعلی روایات میں تعارض ہو جائے۔ تو قولی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے احناف کی روایات قولی ہیں اور غیر مقلدین کی فعلی۔ لہذا احناف کی تائید کرنے والی

بات راج قلوبا میں گی۔

(۵) فعلی روایات متعارض میں اہل قولی روایات تعارض سے خالی ہیں۔ لہذا فعلی روایات کی حجت تعارض کی وجہ سے باقی نہ رہے گی اور قولی روایات حجتہ رہیں گی۔

(۶) ترک رفع کی روایات کے راوی وہ صحابہ ہیں جو معمر اور فقیہ تھے اور پہلی صف میں کھڑے ہو کر تھے۔ بخلاف رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر کے کہ وہ بچے تھے نو عمری کی وجہ سے غزوہ احد میں، شرکت سے محروم رہے۔ سب سے پہلے جس جنگ میں یہ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔

(۷) بکیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواضع میں رفع یدین کرنا، تعارض روایات کی وجہ سے سنت اہل نسخ سنت میں داخل ہے اور جب کوئی چیز سنت اور بدعت میں داخل ہو یعنی سخت یا بدعت ہونے میں شبہ ہو تو اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو راجح قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ محرم کفر پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

لہذا بکیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مقامات میں اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

(۸) ترک رفع یدین کے راوی زیادہ فقیہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایات راجح ہیں۔

(۹) رفع یدین نہ کرنے کی روایات و احادیث پر خلفاء راشدین کا عمل ہے۔ اس لیے وہ راجح ہیں۔

(۱۰) رفع یدین نہ کرنے کی احادیث پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا متواتر عمل ہے۔ اس لیے وہی راجح ہیں۔

تلا عشرہ کاملہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
رمضان المبارک کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے
الحديث (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

تحقیق مسئلہ تراویح

جمہور

بترمیم و اضافہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوی کاٹروی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ گویند گڑھ کو جرنالہ

پیش لفظ

ہمارا رسالہ تحقیق مستکہ تراویح شائع ہوا تو الحمد للہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ جہاں اہل سنت والجماعت اندرون ملک و بیرون ملک اس سے مستفیض ہوئے وہیں غیر مقلدین میں صغیر مبالغہ گئی بڑی مینگیں ہوئیں کہ کوئی کاتب کی غلطی مل جاتے تو تقریر و تشہیر سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتے کیونکہ اس جماعت کا مبلغ علم اتنا ہی ہے۔ علمی مضامین کا سمجھنا بھی ان کے بس میں نہیں تو جواب کیا دیں۔ آخر غیر مقلدین کے مدرسہ محمدیہ جلال پور پیر والا کے شیخ الحدیث مولوی سلطان محمود اور اس مدرسہ کے مولوی محمد رفیق نے مل کر برائے نام ہمارے رسالے کا جواب لکھا اور اپنے ایک شاگرد محمد ایوب صابر مدرس جامعہ محمدیہ خان پور کے نام سے چھپوایا۔ اصل مسئلہ تو رسالے میں مان لیا۔ چنانچہ لکھا ہے: ”ہم ان کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے“ (تحقیق تراویح صفحہ ۱۰۴) اس روایت پر کہ حضرت سید بن غفلہ (جو حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے) رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے: ”لکھتے ہیں یہ ہمارے مسلک کے خلاف نہیں“ (تحقیق تراویح صفحہ ۴۳) اس روایت پر کہ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے: ”لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے ص ۵۰۔ نیز لکھتے ہیں: ”ہم تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۲۴، ۲۸، ۳۶، ۳۹ پڑھتے تھے“ ص ۵۳۔ پھر لکھتے ہیں: ”یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ رکعت شامل ہیں۔“ جب بیس رکعت پر خلافت راشدہ میں مواظبت مان لی تو بیس رکعت کا نسخہ علناً راشدین پہنا مان لیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ ”علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین“ پر عمل کرنے سے کون بے وقوف روک سکتا ہے کہ یہ بھی تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ

وسلم ہے“ ص ۹۳۔ آپ کی جماعت میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ہر رمضان میں بیس رکعت کے خلاف چیلنج بازی اور اشتہار بازی کرتے ہیں۔

صاحب رسالہ نے بیس رکعت کی اتنی حیثیت تو مان لی جتنی اول شب باجماعت پورا ماہ مسجد میں ختم قرآن کے ساتھ تراویح پڑھنے کی ہے۔ جب ان پانچ باتوں کے خلاف انھوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا تو بیس رکعت کے خلاف رسالہ لکھ کر بقول خود بے وقوفی کا ثبوت کیوں دیا؟

دروغ گو را حافظہ نباشد۔ بیس رکعت جائز ہیں۔ اس میں آٹھ بھی شامل ہیں۔ دور فاروقی، دور عثمانی اور بعد میں بھی لوگ بیس پڑھتے تھے۔ مگر پھر امام مالک کی طرف ایک غلط منسوب قول کے ذریعہ گیارہ سے زائد کو بدعت بھی قرار دے دیا (تحقیق تراویح ص ۳۳) امام مالکؒ ائمہ اربعہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ ان کی فقہ باقاعدہ مرتب و مدون اور مالکیوں میں تو اتر کے ساتھ معمول بہ ہے۔ فقہ مالکی کے کسی متواتر متن میں اگر یہ قول دکھادیں تو ایوب اور اس کے دونوں استادوں کو غضب (گورہ) کا ناشتہ کروادیں گے۔ اس کے ناقل مالکی فقہاء نہیں بلکہ علامہ سیوطی شافعی ہیں۔ راوی بھی کوئی مالکی نہیں شافعی ہے۔ نہ سیوطی کی ملاقات راوی سے نہ راوی کی امام مالکؒ سے۔ خود رسالہ میں لکھا ہے جب تک اسنادی حیثیت واضح نہ ہوگی استدلال درست نہیں (ص ۵۹)۔

”قلا بانہ یاں، علامہ سیوطی کے اصل رسالہ میں قال الجوری من اصحابنا ہے۔ لفظ اصحابنا سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جوری شافعی ہے اور بلقیات شافعیہ ص ۳۰ ج ۲ پر الجوری کا ذکر ہے۔ اس کا نام علی بن الحسین القاضی ہے۔ اس کی پیدائش ۲۳۸ھ میں ہے یعنی امام مالکؒ سے تقریباً ۵۹ سال بعد پیدا ہوا۔ اور علامہ سیوطی کی وفات ۹۱۱ھ ہے۔ تقریباً چھ سو سال بعد کیا اس سند کا اتصال شیخ الحدیث مع التسلیث ثابت کر سکتے ہیں۔ اعجوبہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے جب علامہ سیوطی کا یہ رسالہ چھپوایا تو اصل رسالہ میں تو الجوری رہنے دیا مگر حاشیہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں الجوزی ہے بعض میں ابن الجوزی۔ حالانکہ نہ تو الجوزی کا شافعی ہونا ثابت ہے (ان کی پیدائش ۴۵۴ھ اور وفات ۵۳۵ھ ہے، نہ امام مالکؒ اور

علامہ سیوطی سے ملاقات اور ابن الجوزی ضعیفی میں تذکرۃ الحفاظ اردو، ان کی پیدائش
۵۹۰ھ اور وفات ۶۵۹ھ میں ہے۔ ان کی بھی ملاقات نہ امام مالک سے ثابت نہ

انجوبے دراجو ہے یہ چاروں سے ایوب صابر نے ابن الجوزی کو مالکی فکر مارا یہ
ان کا علمی شاہکار ہے۔ ایوب صابر صاحب نے ص ۳۲ پر ایک عنوان قائم فرمایا۔ اُمت
میں گیارہ رکعت تراویح کے قائلین اور چودہ سو سال میں صرف ۷ آدمی تلاش کئے۔ جن
میں (۱) امام مالک (ان کے قول کا بے سند ہونا گزر چکا) (۲) ابوبکر ابن العربی مالکی اس کی کتاب
شرح ترمذی میں اس کا یہ عمل ہمیں نہیں ملا (۳) عمر بن احمد جوزی ابوالاحمد شرقی (۴) عمر بن
احمد جوزی ابوالحسن (۵) وجیہ صاحب (۶) ابوالمنصور جن کا سن وفات ۶۹۹ھ ہے مگر
ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا حالانکہ خود ان کا فرمان ہے۔ ان پر ضروری اور لازم تھا کہ ان کے
حوالے بھی ساتھ ذکر کرتے تاکہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی لیکن چونکہ یہ سفسطی
اوام و جنون تھے جن کا مقصد سے ادنیٰ متعلق بھی نہیں ہے۔ بنا بریں حوالہ دینے سے
عاجز رہے (ص ۱) ہم نے کتاب الانساب سمعانی دیکھی، اس میں آٹھ تراویح کا تو اشارہ بھی
نہیں البتہ ایسے نام معلوم ہوتے وہاں ہے عمر بن احمد بن محمد الجوزی حدیث عن ابی حامد
احمد بن محمد بن الحسن الشرقی ص ۱۱۰ اس نے لکھا عمر بن احمد جوزی ابوالاحمد شرقی اودھا نام
شاگرد کا اودھا استاد کا پہلے میں الجوزی بنایا اور دوسرے میں ابوالاحمد کو ابوالاحمد
افسوس دل کی بصیرت سے تو یہ پہلے ہی محروم تھے اب آنکھوں کی بصارت بھی جواب
دے گئی۔ مولوی سلطان محمود توبے چارے بوڑھے ہیں۔ دوسرے ہی خور سے دیکھ لیتے
اور جس کو عمر بن احمد جوزی ابوالحسن لکھا ہے اس کا اصل نام ابوالحسن احمد بن عمر الخفاف
ہے باپ کو بیٹا حسن کو حسین بنادیا اور وجیہ صاحب ابو بکر بن ابی عبد الرحمن الشحابی
ہے اور ابوالمنصور صاحب ابی حنیفہ میں سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح کے ساتھ ان کو
دور کا بھی تعلق نہیں۔ اب تو سلطان محمود کو یہ ورد کرنا چاہیے۔

مالکی فقہ کے متون اور مالکیوں کے متواتر تعامل کے خلاف ایسا بے سند قول پیش
کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے (در مختار) محمد امین صفدر

ابتدائیہ

نماز تراویح کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب غیر مقلدین کسی حدیث
صحیح صریح غیر معارض سے نہیں دے سکے۔

(۱) جس طرح احادیث میں نماز فجر فجر عصر مغرب عشاء۔ ضعیفی تہجد وتر نمازوں کے
نام آتے ہیں، کیا کسی صحیح حدیث میں کسی نماز کا نام تراویح بھی آیا ہے یا نہیں؟
(۲) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت رات کے وقت
پڑھتے شعرین و احوال پھر کافی دیر تک استراحت اور وقفہ کرتے تھے۔
رہیقی ص ۴۹، ج ۴، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے مگر پوری اُمت
نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے گویا تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ روایت
مقبول ہے۔ اس تلقی بالقبول سے ہی خود غیر مقلدین نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے
(۳) حضرت عمرؓ چار رکعت کے بعد ترویج فرماتے کہ آدمی سلح پہاڑ تک
جاسکے (بیہقی ص ۴۹، ج ۲)

(۴) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴، ج ۶ پر ہے۔ "نماز تراویح کی تعریف علماء نے
یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت
پڑھی جاتے اور اس نماز کا نام نماز تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت
کے بعد استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج کے معنی ایک
مرتبہ آرام کرنے کے ہیں۔"

(۵) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴، ج ۶ پر ہے۔ "قیام رمضان نماز تراویح سے

اَعَسُو ہے کیونکہ نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح نہ ہوگی بخلاف قیام رمضان کے کہ اس میں جماعت شرط نہیں خواہ جماعت کے ساتھ پڑھیں خواہ اکیلے اکیلے پڑھیں۔

(۶) نیز لکھا ہے کہ جو کرمانی نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق نماز تراویح مراد ہے یہ انہوں نے ایک انوکھی بات کہی ہے (ایضاً)

(۷) اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے وقت میں پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہوتی ہے (ایضاً ص ۳۲۹)

(۸) نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے (ایضاً ص ۲۳، ج ۶)

(۹) جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ آخر وقت میں تہجد پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۳، ج ۶)

۴-۵-۶-۷-۸-۹۔ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو وہ احادیث تحریر فرمائیں۔ اگر ثابت نہ ہوں تو ان اقوال کے لکھنے والے اُمتیوں کی تقلید سے مشرک ہیں یا نہیں؟

(۱۰) تراویح اور تہجد ایک نماز ہے۔ یہ قرآن کی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت فرمائیں اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، اُمتیوں کے اقوال لکھ کر مشرک نہ بنیں۔

(۱۱) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک نماز کا نام گیارہ مہینے تہجد ہے اور بارہویں مہینے تراویح ہے؟

(۱۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ نماز گیارہ ماہ نفل ہے اور بارہویں مہینے سنت ہے؟

(۱۳) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس نماز کا وقت رات کا آخری حصہ ہے اور بارہویں مہینے اس کا وقت عشاء کے فوراً بعد ہے؟

(۱۴) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے یہ نماز اکیلے پڑھو اور بارہویں مہینے میں باجماعت پڑھو؟

(۱۵) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس میں قرآن ختم کرنا سنت نہیں ہاں بارہویں مہینے میں قرآن ختم کرنا سنت ہے؟

(۱۶) ایک شخص نے ساری عمر میں تین دن نماز تراویح باجماعت پڑھی ہیں۔ اب نہیں پڑھتا کیا وہ گنہگار ہے؟

(۱۷) ایک آدمی کہتا ہے کہ نماز ضعیف نماز تہجد کی طرح یہ نماز تراویح بھی نفل ہے۔ اُس نے نہ ساری زندگی میں کبھی نماز تراویح پڑھی ہے نہ نماز ضعیف نہ نماز تہجد کیا وہ گنہگار ہے (اگر ہے تو اس پر کتنے کوڑے حد ہیں)

(۱۸) جن محدثین اور فقہاء نے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز تہجد نماز تراویح اور نماز وتر کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں وہ لوگ منکر حدیث ہیں یا کیا؟

(۱۹) بعض غیر مقلد اس قسم کی شرط لگایا کرتے ہیں کہ خود حضرت عمرؓ کا بیس رکعت میں شامل ہونا دکھاؤ تو کیا یہ شرط کسی حدیث کے مطابق ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا اپنے ہاتھ سے قرآن جمع کرنا ثابت کر دو ورنہ ہم یہ قرآن نہیں مانتے یا خود حضرت عثمانؓ سے جمعہ کی پہلی اذان دینا ثابت کر دو ورنہ ہم یہ اذان نہیں مانتے آیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲۰) کیا خود حضرت عمرؓ کا تراویح کی جماعت میں شامل ہونا، پورا ماہ اول شب تراویح پڑھنا، پورا ماہ مسجد میں تراویح پڑھنا، پورا رمضان وتر جماعت سے پڑھنا تراویح میں پورا قرآن خود پڑھنا یا خود سننا ثابت ہے یا ان سب کاموں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا؟

(۲۱) مولانا داؤد غزنوی اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آٹھ تراویح سنت رسول اللہؐ کی ہے اور باقی بارہ رکعت مستحب ہیں اس سے تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

(۲۲) مدرسہ رحمانیہ (اہل حدیث) ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے زائد تراویح درست ہے اور باعث اجر بھی ہیں (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۹، ج ۳)

۲۱۔ کسی صحیح حدیث میں ہے یا ابن ہمام کے ایک شاذ قول کی تقلید ہے؟
(۲۳) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۲، ج ۶ و ص ۸۵، ج ۶ پر حدیث نبوی درج ہے کہ ماہ رمضان میں کہ نفلی نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض عبادت کی کیا بیس رکعت تراویح پڑھنے والے اس ثواب کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟
(۲۴) جو لوگ اس ثواب سے روکیں وہ قرآنی زبان میں مَنَاجِلُ لِّلْخَيْرِ اور اُرَائِیْتُ الَّذِیْ یُشْکِی عِبْدًا اِذَا صَلَّی کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟

(۲۵) رحمانی صاحب انوار المصابیح میں بیس رکعت کے بارہ میں فرماتے ہیں "بیس رکعت پڑھنے والوں کو فاروق اعظم کیوں روکتے یہ کوئی معصیت اور منکر کام تو تھا نہیں (ص ۲۲۶) اور فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے بیس پر نیکر نہیں فرماتی یہی اہل حدیث کا مذہب ہے (ص ۲۲۶) معلوم ہوا آج جو بیس رکعت کے خلاف اشتہار رسالے لکھ رہے ہیں وہ اہل حدیث نہیں ہیں منکرین صحابہ ہیں۔

(۲۶) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد کہتے ہیں "مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے بیس رکعت مقرر کر کے اس بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے (رفع الاختلاف ص ۵۴) بیس رکعت کو مستحب کہنے والے بھی اہل حدیث ہیں اور بدعت شنیعہ کہنے والے بھی اس تنازع کا فیصلہ خدا و رسول سے فرما کر بتائیں کہ کون سا اہل حدیث خدا و رسول کا منکر ہے؟
(۲۷) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد فرماتے ہیں "جو شخص مغرب کی چار رکعتیں پڑھے اُس کی نماز مغرب باوجودیکہ چار کے منمن میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوئی ایسا ہی جس نے تراویح میں رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوئی (ایضاً ص ۵) یہ مولانا کاشیانی قیاس ہے جس سے ساری امت بدعتی قرار پاتی ہے یا حدیث میں یہ ہے کہ بیس والے کی آٹھ ادا نہ ہوں گی تو وہ حدیث پیش فرمائیں؟

نوٹ:- یہ مولوی محمد عثمان صاحب غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم ہیں اخبار مجدی دہلی میں ان کے علمی جواہر پارے چھپا کرتے تھے یہ غیر مقلدین کے محدث اعظم حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کے ساتھ پڑھا کرتے تھے آپ نے اخبار مجدی دہلی میں حافظ

عبداللہ روپڑی کے نام ایک کھلا خط شائع کرایا تھا جس میں روپڑی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ طالب علمی میں علمہ المشائخ میں مبتلا تھے اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے گی یہ لٹکا بھی نہ جائے لہذا مہربانی کر کے خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں اخبار مجدی ص ۱۵ کالم ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء، حافظ صاحب نے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں فرمایا بلکہ سنا گیا ہے آپ کے اخس تلامذہ بھی استاد محترم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

(۲۸) حال ہی میں فضیلۃ الشیخ عطیہ محمد سالحو القاضی بالمحکمۃ الکبریٰ بالمدینۃ المنورۃ والمدرس فی المسجد النبوی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہی یہ ہے "التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" جس کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ ہزار سال میں ایک ماہ رمضان بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسجد نبوی میں پورا مہینہ آٹھ تراویح باجماعت پڑھی گئی ہوں اس کے رد میں ابھی تک غیر مقلدین نے کوئی اشتہار اور رسالہ شائع نہیں کیا کیا مدینہ منورہ میں بدعات کی تائید میں رسالے لکھے جاتیں ان پر عمل جاری ہو تو وہاں تردید کی ضرورت نہیں؟

(۲۹) اسی طرح جامعہ ام القرنی مکہ المکرمہ سے بھی ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام "الہدی النبوی الصحیح فی صلوٰۃ التراويح" ہے جس میں بیس کی تائید اور آٹھ کی مخالفت ہے آپ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شور مچائے گا کہ بیس تراویح سنت نبوی ہے تو پھر ہم خاموش رہنا گناہ بھجیں گے لیکن ابھی تک آپ نے اس کا رد نہیں لکھا آپ کے شیخ الحدیث اور استاد بھی گناہ گار بنے بیٹھے ہیں۔

(۳۰) جو شخص بیس رکعت تراویح کو سنت کہے اس کے خلاف تو بیسیوں رسالے اور اشتہار آپ کی جماعت نے شائع کئے ہیں لیکن جو بیس رکعت تراویح کو بدعت کہتا ہے اس کے خلاف کتنے رسالے آپ نے شائع کئے ہیں ان کا نام اور پتہ بتائیں؟
(۱) حضرت ابوسلمہؒ اپنے والد عبدالرحمنؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم نے رمضان کے مہینے کا ذکر فرمایا کہ ایسا مہینہ ہے کہ کُتِبَ اللہُ عَلَیْکُمْ صِیَامُهُ
وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهُ۔ اللہ نے تم پر روزہ فرض کیا میں نے قیام سنت کیا۔ پس جس
نے اس مہینہ کے روزے رکھے اور قیام کیا، ایمان سے نیکی اور ثواب طلب کرتے ہوئے
تو وہ اپنے گناہوں سے اسی طرح نکل جائے گا جس طرح کہ اس دن اسے مان لے جانا
(ابن ماجہ ص ۹۷، نسائی ص ۳۰۵ ج ۱۔ مسند احمد ص ۱۹ ج ۱)

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔
(کبیری ص ۴۴۔ شرح نقایہ ص ۱۰۴)

امام نوویؒ فرماتے ہیں خوب جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر علماء کا اتفاق
ہے اور یہ بیس رکعت ہیں (کتاب الاذکار ص ۸۳)

دعویٰ :- بیس رکعات تراویح سنت ہیں (در مختار ص ۹۷ ج ۱۔ ہدایہ ص ۹۹
ج ۱۔ شرح نقایہ ص ۱۰۴ ج ۱)

سُنَّت کی تعریف :- سُنَّت دین کا وہ پسندیدہ معمول و مقرر چ طریق ہے
جو خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو یا آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہو،
اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر لازم ہے کہ میرے طریق اور
میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کے طریق کو اپناؤ اور اُسے دانتوں سے (مضبوطی سے)
تمام لو۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَ سُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِی عَضْوًا عَلَیْہَا
بِالنَّوَاجِذِ۔ سُنَّت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان کو اُس کے زندہ کرنے کی امکانی کوشش کرنی
چاہیے۔ اگر وہ اسے ترک کرے تو قابل ملامت ہوگا الا یہ کہ وہ سنت پر عمل کسی عذر کی
بنائے پر چھوڑے (ترجمہ اردو اصول الشاشی ص ۲۲۲)

معلوم ہوا کہ سنت کے لئے اس کا رائج ہونا اور عادت ہونا ضروری ہے مثلاً
کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا حضرت سے ثابت ضرور ہے مگر یہ عادت مبارک نہیں
تھی عادت مبارک بیٹھ کر پیشاب فرمانے کی تھی یہی سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کبھی ایک کپڑا بھی پہنتے کبھی دو مگر عادت مبارک تین تین کپڑوں کی تھی۔ تہ بند

قیص اور عمامہ تو تین کپڑوں کو سنت کہا جائے گا۔

(۳) اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ دھونا آپ سے ثابت ہے
مگر یہ آپ کی عادت مبارک نہ تھی عادت مبارک تین تین مرتبہ دھونے کی تھی اس لئے
یہ سنت ہے۔

(۴) وضو کے بعد بیوی سے بوس و کنار کرنا ثابت ہے لیکن وضو میں کُلی کرنا
آپ کی عادت تھی اس لئے کُلی کو سنت کہا جائے گا نہ کہ بوس و کنار کو۔

(۵) نماز میں بھی کو اٹھا کر نماز پڑھنا ثابت ہے مگر عادت نہ تھی اس کے برعکس
نماز کے رکوع سجود میں تسبیحات پڑھنا عادت تھی اس کو سنت کہا جائے گا۔

(۶) بیوی سے روزہ میں بوس و کنار ثابت ہے مگر عادت نہ تھی ہاں روزہ کے
لئے سحری کھانا آپ کی عادت مبارک تھی اس لئے اسے سنت کہا جائے گا۔

(۷) خود ایوب صابر صاحب ص ۳ پر وتر کے بعد دو نفل کو ثابت مانتے ہیں مگر ساتھ
ہی فرماتے ہیں کہ ان پر آپ کی مواظبت ثابت نہیں۔

اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اگر بالفرض مختلف اعداد ہوں تو کس عدد
پر مواظبت ثابت ہے اُس عدد کو سنت کہا جائے گا۔ حضرات غیر مقلدین کا دعویٰ ہے
کہ آٹھ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہم نے اس کا انکار کیا تھا کہ آٹھ
رکعت پر حضورؐ کی مواظبت ثابت نہیں۔ رحمانی صاحب کی انوار المصباح مولوی عبد المنان
نور پوری کی تعداد تراویح۔ ایوب صابر صاحب کی تحقیق تراویح اور کئی دیگر رسائل پڑھ کر
ہمارا یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے کہ آٹھ رکعت تراویح ہرگز سنت نبوی نہیں، کیونکہ
سب نے بنیاد حدیث عائشہؓ کو بنایا ہے جس کا تراویح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں،
جیسا کہ تفصیل آتے گی۔ یہی حدیث جابرؓ وہ اولاً تو نہ صحیح ہے نہ حسن۔ اسی لئے حافظ
عبد المنان صاحب اور جناب ایوب صابر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چنانچہ
حافظ عبد المنان صاحب فرماتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
تراویح کی تعداد رکعات کے اثبات کا مدار حضرت جابرؓ کی یہ حدیث نہیں (تعداد تراویح ص ۳)

ایوب صاحب فرماتے ہیں مذکورہ بالا دونوں حدیثیں (جابر بن کعب) ہم نے بطور شواہد پیش کی ہیں (تحقیق تراویح ص ۲۲) پھر باوجود ضعف کے اُن میں تراویح کی تعداد پوری مذکور نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری تراویح جماعت سے نہیں پڑھائیں چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ تراویح پڑھ رہے تھے آپ نے نماز مختصر کی اور حجرۃ (اعتکاف) میں داخل ہو گئے فصلی صلوٰۃ لفیصلہا عندنا پھر نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ نہ پڑھی تھی (مسلم ص ۳۵۲ ج ۱ - احمد ص ۱۹۱ ج ۳ - قیام اللیل ص ۱۵۴) حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی رات میں نماز پڑھ رہے تھے ایک قوم آتی اور آپ کے ساتھ شریک نماز ہوتی پھر حجرہ میں داخل ہوئے اور نماز پڑھتی پھر باہر تشریف لاتے اور ہلکی پھلکی نماز پڑھاتی - صبح کے وقت لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے پیچھے تراویح پڑھ رہے تھے آپ کبھی گھر میں جاتے کبھی باہر آتے فرمایا تمہاری وجہ سے ہی میں نے ایسا کیا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصیح (مجمع الزوائد ص ۱۶۳ ج ۳) امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ کئی بار حجرہ میں داخل ہوتے اور کئی بار باہر تشریف لاتے (ص ۱۳ ج ۳ ص ۱۵۵ ج ۳) ان احادیث صحیحہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تراویح کی جماعت کروائی ہے تو ساری رکعتیں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھائیں کچھ حجرہ میں پڑھی ہیں پس حدیث جابرؓ میں باوجود ضعیف ہونے کے نہ پوری تعداد تراویح کا ذکر ہے نہ انسؓ پر مواظبت ثابت ہے پس سنت ہرگز نہ ہوتی۔

تطبیق - محدثین اور فقہاء کا اصول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ٹکراؤ کی پالیسی کی بجائے تطبیق کی پالیسی مناسب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ نے کچھ رکعات جماعت سے پڑھائیں ہو سکتا ہے وہ حضرت جابرؓ نے بیان فرمادی ہوں اور حجرہ کے اندر کتنی رکعتیں پڑھیں حدیث جابرؓ اس سے خاموش ہے تو ضرور ہوا کہ کوئی اور حدیث تلاش کی جاسے جس میں اس سے زیادہ تعداد مذکور ہو تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث مل گئی جس میں ۲۳ رکعت کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ کل رکعات ۲۳ تھیں گیارہ

باجامعت اور بارہ بلاجماعت۔ چونکہ جماعت پر آپ نے مواظبت نہ فرمائی اس لئے گیارہ پر مواظبت نہ ہوئی اور ہمیں آپ بلاجماعت پڑھتے رہے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے حکم دیا تو پہلے باجماعت گیا رہ کا حکم دیا ہو کیونکہ جماعت اتنے پر ہی ثابت تھی پھر اس پر مواظبت نہ فرمائی کیونکہ حضورؐ نے مواظبت نہیں فرمائی تھی پھر بیس رکعت اور تین تر باجماعت پر ہی صحابہ نے مواظبت فرمائی اس طرح تمام روایات میں تطبیق بھی ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آٹھ رکعت نہ سنت نہوی ہے نہ سنت صحابہ کیونکہ ان پر نہ ہی حضورؐ نے مواظبت فرمائی اور نہ ہی صحابہ نے ہاں بیس رکعت سنت ہے کیونکہ اس پر مواظبت ثابت ہے صحابہ کی اجماعاً اور حضورؐ کی تلقیناً الغرض آٹھ پر نہ مواظبت ثابت نہ صحت ثابت نہ تلقی بالقبول ثابت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ کوشش فرماتے (مسلم)

(۲) ام المؤمنین ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ کی نماز غیر رمضان کی نسبت بڑھ جاتی (کثرت صلوٰۃ) اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا رہتی،

(۳) آپ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا آپ کمر بستہ ہو جاتے اور جب تک سارا رمضان گذر جاتا آپ رات کو بستر پر تشریف فرما نہ ہوتے۔
(شعب الایمان بہیقی)

(۴) آپ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کے آخری دس دن آتے تو آپ بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری ص ۲۶۹ ج ۱)

اب جو شخص یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کرتا ہوں اسے چاہیے رمضان کی ساری راتیں عبادت میں گزارے۔ اتنی عبادت کرے کہ اس کا رنگ بدل جائے، آخری دس راتوں میں اپنے گھر والوں کو بھی نہ سونے دے، کیا غیر ممکن ہے کہ کسی ایک گھر میں بھی اس طریقہ پر عمل ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر دین میں اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہی کم از کم مجھوٹ بولنے سے تو بہ کر لیں۔

(۵) آپ نے امت کو بھی رمضان میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ عبادت کی ترغیب دلائی یہاں تک فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر (مشکوٰۃ) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۷ ج ۶۔

بیس رکعات تراویح کی احادیث

(۱) عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج ۲ قلت سندہ حسن وتلقیۃ الائمة بالقبول فهو صحيح۔
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور امت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لئے یہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے جواب میں جناب ایوب صابر صاحب فرماتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیس رکعت کے ثبوت میں پیش کرنا پراثری سکول کے ماسٹر کا ہی کام ہو سکتا ہے جو کہ علم حدیث و اصول حدیث سے ناواقف ہو، صاحب علم آدمی اپنے مذہب کو بدنام کرنے کی خاطر اتنی حماقت کبھی نہیں کر سکتا۔ اس سے بڑھ کر افسوس اُن لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنے مسلک یعنی حنفیت کو بدنام کرنے کے لئے اس رسالہ کو شائع کیا اور اس پر رقم لگائی (تحقیق تراویح ص ۳۶، ۳۷)۔

ناظرین کرام اسلام میں عملی مسائل کا اصل دار مدار تعامل امت پر ہے جس حدیث پر امت بلا تکبر عمل کرتی چلی آ رہی ہو اُس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس حدیث پر پُروری امت نے عمل ترک کر دیا ہو اُس کی سند خواہ کتنی صحیح ہو وہ معلول قرار پاتی ہے نور الانوار میں صراحت ہے کہ جس خبر واحد کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو جائے اُس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ المعجم الصغیر للطبرانی کے آخر میں ص ۱۹۹ تک اس اصول پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے التحفة المرضیہ فی حل بعض مشکلات الحدیثیہ۔ جس میں امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، علامہ سیوطیؒ، سخاویؒ، شوکانیؒ وغیرہ سے یہ اصول واضح فرمایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی پراثری سکول کا ماسٹر نہیں۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۷ ج ۶ میں تحریر ہے۔ غلاوہ ازین ضعیف حدیث جب کہ قرآن مشہود لہا بالخیر (خیر القرون) میں معمول ہے ہو وہ امت کے

ہاں مقبول ہے جیسے العیناں و کاء السہ کی حدیث اور حدیث الماء طہور لا ینجسہ
شی الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ اولوندہ کی اور حدیث لا وصیۃ لوارث
کی اور ان جیسی حدیثیں اور بہت ہیں اور اُمت اس بات پر متفق ہے کہ نیند ناقض وضو
ہے اور ان کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں سو وہ اسناد کی حیثیت سے مردود ہیں اور
معانی کے لحاظ سے مقبول ہیں۔ حافظ (ابن حجر) نے تلخیص میں کہا ابن بطال نے اُن علماء کی
تصحیح پر تعاقب کیا ہے جنہوں نے حدیث البھی ہوا لطلہور ماء کا کی تصحیح کی ہے
پھر بایں ہمہ اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے کیونکہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے سو
اس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے مردود اور معنی کے لحاظ سے مقبول کیا ہے۔ نووی
نے کہا ہے کہ حدیث الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ کے ضعیف کئے پر علماء کا اتفاق
ہے۔ میں کہتا ہوں اور بایں ہمہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قلیل کثیر پانی جب نجاست پڑ کر
رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے تو وہ پلید ہے۔ جس طرح ابن المنذر نے کہا ہے اور امام
شافعی نے کہا ہے کہ عامہ علماء کا قول یہی ہے میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کے درمیان
اختلاف ہو شوکانی نے کہا ہے کہ اہل حدیث اس زیادت کے ضعف پر اتفاق کر چکے
ہیں لیکن اس کے مضمون پر اجماع ہے جس طرح کہ ابن المنذر اور ابن الملتن نے نقل کیا
ہے۔ سواب جو لوگ اجماع کے حجت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس زیادت
کے مفاد پر اجماع ہی دلیل ہے اور جو لوگ اجماع کے حجت ہونے کے قائل نہیں ان
کے ہاں یہ اجماع اس زیادت کے صحیح ہونے کا مفید ہو گا۔ اس لئے کہ یہ زیادتی ایسی ہو
گئی جس کے معنی پر اجماع ہو چکا ہے اور قبولیت کی نظر پڑی ہے۔ سو ان کا استدلال
اس زیادت سے ہے نہ اجماع سے۔ اور سخادمی نے شرح الفیہ میں کہا ہے جب
اُمت ضعیف حدیث کو قبول کر لے تو مذہب صحیح یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے یہاں
تک کہ وہ یقینی اور قطعی حدیث کو منسوخ کرنے میں متواتر حدیث کے رتبہ میں سمجھی جاتے
گی اور اسی وجہ سے شافعی نے حدیث لا وصیۃ لوارث کے بارے میں یہ فرمایا
اس کو اہل حدیث ثابت نہیں کتے لیکن عامہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے اور اس

پر عمل رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو آیت وصیت کا ناخ قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے
۱۸۴ ص ۲۲۱، ۳۰۵ وغیرہ کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے
ضعیف ہے مگر اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ امام سیوطی نے تدریب الراوی ص ۱۰۱
صدیق حسن خاں نے الروضۃ الندیہ ص ۱۰۱ پر اسی اصول کو لکھا ہے۔ ان اقتباسات سے یہ
بات روز بروز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ اگر کسی حدیث کی سند کے ضعیف ہونے پر تمام
محدثین کا اتفاق ہو، لیکن اُس کے مضمون کو اُمت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو تو اس
پر عمل ضروری ہو جاتا ہے۔ خود اس کو ضعیف کئے والے محدثین بھی اسی پر عمل کرتے ہیں۔
حضرات ناظرین پانی کے پاک ناپاک ہونے کا مسئلہ وضو کی بنیاد ہے اور یقیناً
تراویح سے زیادہ اہم ہے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعیف حدیث بھی مقبول ہے
وارث کے لئے وصیت کا منع ہونا بظاہر قرآن پاک کی آیت وصیت کے خلاف ہے
اور قرآن کی بظاہر مخالفت مسئلہ تراویح سے بہت اہم ہے مگر پھر بھی اُمت نے اس
کو قبول کیا سند کے ضعف کو جھٹک دیا اور آیت قرآنی کو اس سے مخصوص یا منسوخ مان لیا
یہ اُمت کے فقہاء اور محدثین کا مسلمہ اصول ہے۔ کسی پراقری سکول کے ماسٹر کی خانہ ساز
بات نہیں۔ جب ان اہم مسائل میں عام علماء کی تلقی بالقبول سے ضعیف احادیث درجہ
متواتر تک پہنچ گئی ہیں تو وہ حدیث جس کو مہاجرین و انصار اور خلفائے راشدین کی تلقی بالقبول
نصیب ہے وہ ان سے اعلیٰ درجہ کی صحیح و مقبول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس حدیث
کے موافق عمل کر کے خلفائے راشدین، مہاجرین، انصار، تابعین تبع تابعین اور باقی اُمت
نہ بدنام ہوتی نہ حماقت کی تو بیچاری خفیت اس سے کیسے بدنام ہوتی اور کیا حماقت کی
ہاں ساری اُمت کو بدنام یا احمق کہنا شاید کئے والے کی حماقت یا بدنامی ہی ہوگی۔
اس تلقی بالقبول کی بحث کے بعد سند کی بحث کی ضرورت نہیں تاہم اس میں غیر مقلدین
کی نا انصافی بتانا ضروری ہے۔ اس کی سند یوں ہے۔ حد ثنا بن یزید بن ہارون
قال اخبرنا ابراہیم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس
جب یہ حدیث ہم پیش کرتے ہیں تو غیر مقلدین ورق کے ورق سیاہ کرتے ہیں کہ ابراہیم بن

عثمان ابو شیبہ سخت ضعیف ہے۔ اس سند کو پیش کرنا بدنامی ہے حماقت ہے۔ پرامری سکول کے ماسٹر کا کام ہے۔

حضرات غیر مقلدین کے ہاں نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا کم از کم سنت متذکرہ ہے اس کی دلیل میں حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص ۳۳ پر حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ) صلوٰۃ الرسول کی تصریفیں کرنے والے حافظ محمد گوندلوی۔ مولانا احمد بن گلکھڑوی۔ مولانا نور حسین گھر جاکھی۔ مولانا عبداللہ ثانی امرتسری۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ مولانا محمد داؤد غزنوی۔ ترجمان دہلی۔ نواسے وقت لاہور۔ قاران کراچی۔ نور توحید لکھنؤ۔ نواسے ملت مردان۔ الاعتصام لاہور۔ الحمرا۔ لاہور۔ نواسے پاکستان لاہور۔ زمیندار لاہور۔ احسان لاہور۔ صحیفہ کراچی۔ آفاق لاہور۔ انقلاب لاہور۔ ڈان کراچی ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی یہی ہے ابراہیم بن عثمان عن حکم عن مشعم عن ابن عباس (ابن ماجہ) ظاہر ہے کہ صلوٰۃ الرسول کی تصریفیں لکھنے والے مذکورہ حضرات میں سے ایک بھی پرامری سکول کا ماسٹر نہیں، لیکن ان حضرات کے استدلال سے فرقا اہل حدیث بدنام ہوا نہ ان علمائے اہلحدیث کی حماقت کا تراز نہ گایا گیا، جنازہ میں فاتحہ کا مسئلہ تراویح سے زیادہ اہم مسئلہ ہے کیونکہ غیر مقلدین اسے فرض کہتے ہیں۔ تراویح کو آج تک کسی نے فرض نہیں کہا جس راوی کی حدیث سے فرضیت ثابت کرنا حماقت اور بدنامی نہیں ہے اس راوی کی حدیث سے سنیت ثابت کرنا کیوں حماقت ہے۔ اس جنازہ والی حدیث کے خلاف نہ کوئی ورق سیاہ کئے گئے نہ چیلنج باز می ہوئی۔

فرق، حالانکہ بیس تراویح اور نماز جنازہ میں فاتحہ کی حدیث کی سند ایک ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا فرق ہے کہ بیس رکعت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے مگر نماز جنازہ میں فاتحہ مدینہ میں بالکل متروک تھی۔ امام مالک فرماتے ہیں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ہمارے شہر مدینہ میں کوئی دستور نہیں (المدونۃ الکبریٰ) سند دونوں کی ایک عمل میں دونوں میں فرق۔ تراویح میں تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعف ختم ہو گیا مگر

مگر بھی استدلال حماقت، فاتحہ کی بحث میں متروک العمل ہونے کی وجہ سے ضعف اور بڑھ گیا مگر اس سے استدلال جائز اور درست۔ ع ناطقہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہتے۔ راوی کا حال، کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لئے بنیادی طور پر دو ہی باتیں ضروری ہیں۔ اس کا حفظ ثابت ہو اور عادل ہونا ثابت ہو۔ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کو حافظ ابن حجر نے الحافظ کہا ہے اور کسی نے اس کے حافظہ پر جرح نہیں کی۔ رہی اس کی عدالت اس کے بارہ میں امام شعبہ نے جرح مفسر کی ہے اور امام یزید بن ہارون نے تعدیل مفسر کی ہے۔ شعبہ کی جرح کا ذہبی نے مذاق اڑایا ہے۔ باقی جارجین صرف شعبہ کے مقلد ہیں۔ تہذیب میں لکھا ہے کہ شعبہ ہمیشہ ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابو شیبہ سے شعبہ روایت لیتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شعبہ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہو گا۔ اگر رجوع مان لیا جائے تو راوی ثقہ درجہ صحیح میں ہو گا۔ اگر رجوع ثابت نہ مانا جائے تو راوی مختلف فیہ ہو گا درجہ حسن میں آئے گا اسی لئے میں نے سند حسن لکھا تھا۔

اس حدیث کو نہ ماننے کا دوسرا بہانہ یہ ہے کہ یہ حدیث عائشہ کے خلاف ہے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول نصیب ہو وہ اگر قرآن کی آیت کے بھی خلاف ہو تو عمل جائز ہے چہ جائیکہ کسی مضطرب خبر واحد کے خلاف ہو۔ اور یہاں تو اختلاف بھی نہیں کیونکہ حدیث عائشہ متجدد کے بارہ میں ہے یہ تراویح کے بارہ میں۔ کل کو آپ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ عصر کے چار فرض اور مغرب کے تین فرض کی احادیث میں تعارض ہے۔ اگر بفرص محال یہ ایک ہی نماز کے بارہ میں ہو میں تو بھی آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ تین دفعہ اعضائے وضو کو دھونے والی حدیث ایک یا دو دفعہ دھونے والی حدیث کے خلاف ہے۔ میں کپڑوں والی حدیث ایک کپڑا پہننے کے خلاف ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ شامل ہیں۔ تحقیق تراویح ص ۱۰۔ یہ بھی لکھا ہے ہم ان کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ص ۱۰۔ اگر بیس رکعت تراویح حدیث صحیح کے خلاف ہے تو آپ کو اعتراض کیوں نہیں۔ اگر خلاف نہیں تو بات ختم ہوتی۔

نوٹ:، ایوب صابر اور ان کے شیخ الحدیث صاحبان کی ایک عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ ان کو وکیل اہل حدیث ہند کی ایک نصیحت یاد کرادوں۔ انہوں نے بڑے درد دل سے فرمایا ہے: جو شخص سپاہ اہل حدیث رہنا چاہتا ہے وہ اس نوٹ کو ملاحظہ کرے اور اس پر کاربند ہو ورنہ مطلق تقلید سے منظر ہو کر اعتزال، پیچریت، مرزائیت، چکوالویت اور دہریت میں جا پڑے گا۔ امام شافعیؒ نے اتباع قول صحابہ کا نام تقلید رکھا ہے اور ابن القیم نے بھی اس محاورہ کو مستعمل رکھا ہے۔ امام شافعی اور حافظ ابن القیم کے یہ اقوال فرقہ اہل حدیث کے ان جہلا اور بعض علماء پیروان خواہش جہلا کے لئے ایک عبرت خیز و ہدایت انگیز تازیانہ ہے جو لفظ تقلید و مقلد کے نام سے چونک اٹھتے ہیں اور یہ الفاظ سننے ہی ایسے چڑھتے اور جلتے ہیں جیسے دیہاتی سکھ بانگ سننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے سے (اشاعت السنۃ ص ۱۲، ج ۴) دیکھتے مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند نے تقلید کو اذان اور کلمہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے اور تقلید سے چڑھنے والوں کو دیہاتی سکھوں اور متعصب ہندوؤں سے۔ تقلید سے تو آپ کو چڑھتی ہی، اب تو حدیث سے بھی چڑھ ہو گئی ہے کہ جس حدیث کو اُمت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اُس کے خلاف گستاخانہ لہجہ اختیار کیا ہے یہ صرف ایوب صابر یا سلطان محمود کا ہی شیوہ نہیں بلکہ اپنے بڑوں سے احادیث کو رد کرنے کی عادت وراثت میں ملی ہے چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے زمانہ کے غیر مقلدین کو نصیحت فرماتے ہیں: علماء کو یہ لائق نہیں کہ ہر ایک حدیث خصوصاً احادیث، طبقہ رابعہ سے بلا تحقیق صحت تمسک کریں اور نہ عوام کو یہ زیبا ہے کہ جو حدیث کسی کی زبان سے سن لیں یا تراجم کتب حدیث میں دیکھ لیں اُس سے بلا تحقیق صحت و مراجعت علماء لپٹ جایا کریں اور اتنی ہی بساط پر اہل حدیث کہلاتیں اور مطلق تقلید کو بالفاظ قبحہ زال وغیرہ صلوٰتیں سنائیں اور مقلدین مذاہب مجتہدین کو بُرائی سے یاد کریں ایسے اندھا دُند احادیث پر عمل کرنے والے محققوں اور مذاہب مشہورہ کے مقلدوں میں سر مُو فرق نہیں ہے۔

بالذوق یہ۔ کہ وہ ائمہ مجتہدین مسلم الالبستار کے مقلد ہیں اور یہ غیر مجتہدین کے مقلد یہ مقلد نام کے محقق جیسے احادیث غیر صحیحہ کے تسلیم میں بے ضبطی کر رہے ہیں ویسے ہی احادیث صحیحہ و حسنہ لائق عمل کو رد کرنے میں بے ضبط ہو رہے ہیں بہت سی احادیث کو جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے نزدیک مانی ہوتی اور لائق عمل قرار دی گئی ہیں یہ صرف ان کے بعض راویوں کو مجروح و مسنون دیکھ کر ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہ بیٹھے ہیں کہ جو مسئلہ اس حدیث سے فلاں امام یا مجتہد نے نکالا ہے اُس کی کوئی اصل نہیں (اشاعت السنۃ ج ۱۱)

مولانا عبد الجبار غزنوی اور مولانا عبد التواب ملتانی فرماتے ہیں: "اور چارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں۔ جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدر اور کمزوری جرح پر مرود کر دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور ہمارے فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشا وکلاء، اللہ کی قسم میں جو شریعت نبویہ کی حد بندی کے نشان گرا تے ہیں۔ اور ملت خفیہ کی بنیادوں کو کنہ کرتے ہیں اور سنت مسطخویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفعہ کرنے کے لئے وہ جملہ بناتے ہیں کہ جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہو تا نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۸، ج ۴)

یہ غیر مقلد علماء کی شہادتیں ہیں اور قرآن پاک کے مطابق دو شہادتوں سے بات ثابت ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ نیا بنا ہے۔ ان کا مشن جیلے بہانوں سے صحیح احادیث کو رد کرنا ملت خفیہ کی بنیادیں کھودنا اور سنت نبویہ کو مٹانا ہے آج اسی مشن کے علمبردار سلطان محمود جلال پوری ہیں۔

دور فاروقی صلہ میں باقاعدہ نماز تراویح باجماعت کا اہتمام کیا گیا۔ بخاری ص ۲۹۹ ج ۱۔ مسلم ص ۲۵۹ ج ۱۔ اُس وقت لوگ باجماعت کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۲) عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرؤون بالمئين وكانوا يتوكلون على عصيهم في عهد عثمان رضي الله عنه من مشدة القيام ربيع ص ۲۹۹ ج ۲

حضرت سائب بن يزيد صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ (اور حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے۔ تھے اور قاری صاحب سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لایٹھوں کا سہارا لیتے۔

اس روایت کے بارہ میں خود ایوب صابر صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی نہ بلاغبار صحیح ہے (تحقیق تراویح ص ۵۵) البتہ یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس میں فی عهد عثمان کے الفاظ مدراج ہیں۔

(۳) وروی مالك من طريق يزيد بن خنيفة عن السائب بن يزيد عشرين ركعة (فتح الباری ص ۴۸ ج ۴)

امام مالکؒ نے یزید بن خنیفہ کے طریق سے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح تھیں۔

ترجمہ مثل سابق

یہ سند مالک عن یزید بن خنیفہ عن السائب بخاری ص ۳۱۱ ج ۱ اور پر موجود ہے۔

ان دونوں روایات کی سند پر تو صابر صاحب اعتراض نہیں کر سکے۔ ہاں انکار حدیث کے جذبے نے جوش کیا تو یہ لکھ دیا کہ یہ حافظ ابن حجر کا وہم ہے اور شوکانی نے اُس کی تقلید کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ۸۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ اُس وقت سے چورہویں صدی کے اختتام تک تقریباً ساڑھے پانچ صدیاں گزر چکیں۔ اسی زمانہ میں سینکڑوں محدثین گزرے فتح الباری نایاب کتاب نہیں تھی سب کی نظر سے گزری اور موطا بھی نایاب نہ تھی۔ اتنی

صدیوں میں کسی مسلمہ محدث نے اس حدیث کو وہم قرار دیا ہو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں ورنہ سوائے انکار حدیث کے جذبہ کے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں موطا امام مالکؒ کے سولہ نسخے ہیں جن میں سے ہمارے پاس صرف دو ہیں۔ امام یحییٰؒ والاؤ امام محمدؒ والا۔ ان دونوں میں بھی روایات کم و بیش ہیں تو جب ابن حجر اور شوکانی کے نسخہ میں یہ موجود ہے تو یہ اختلاف نسخہ اور زیادت ثقہ ہے جو اجماعاً مقبول ہے۔

(۵) عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر (معرفۃ السنن ص ۳۶۷ کنز العمال ص ۲۶۳ ج ۸)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بیسی رکعت تراویح (باجماعت) اور وتر پڑھتے تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (شرح المہذب) علامہ سبکی سیوطی اور ملا علی قاری نے اس کو صحیح فرمایا اور نیموی نے اس تصحیح کو نقل فرمایا ہے آثار السنن ص ۵۵ ج ۲) ان اہل فن محدثین کی تصحیح کے بعد بیچارے ایوب صابر کی کیا حیثیت ہے ہاں جیسا کہ فتاویٰ علمائے حدیث سے گزرا کہ جیلے بہانوں سے احادیث کا انکار ان کی عادتِ قدیمہ ہے۔

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں۔

(۶) روى الحارث بن ابي ذياب عن السائب بن يزيد قال كان القيام على عهد عمر بثلاث وعشرين ركعة (مسندہ صحیح)

حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھتے تھے۔

(۷) عن محمد بن كعب القرظي كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان عشرين ركعة وليوترون بثلاث (قيام الليل ص ۱۵)

حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں باجماعت بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۸) عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرين رکعة (مؤلف مالک ص ۳۲)

یزید بن رومان سے روایت ہے کہ سب لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

(۹) عن یحییٰ بن سعید عن حمی بن الخطاب انه امر رجلاً ان یصلی بھو عشرين رکعة (ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۲)

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

(۱۰) عن الحسن بن عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھو عشرين رکعة۔

امام حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کو تراویح کا امام مقرر کیا وہ بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(نسخہ ابو داؤد مطبوعہ عرب ص ۱۴۲)

اس حدیث میں ابو داؤد کے دو نسخے ہیں بعض نسخوں میں عشرين رکعة ہے۔ اور بعض میں عشرين لیلة ہے جس طرح قرآن پاک کی کسی آیت کی دو قراتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہیے۔ ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن جیلے بہانوں سے انکار حدیث کے عادی سلطان محمود جلال پوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور الثا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا کہ انھوں نے حدیث میں تحریف کی ہے حالانکہ یہ حدیث الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیتہ الشریعہ ودراسات الاسلامیہ جامعۃ ام القرٰنی مکہ المکرمہ نے بھی اپنی کتاب الہدی النبوی الصحیح فی صلوٰۃ التراویح ص ۵ پر نقل کی ہے بلکہ دیوبند کا مدرسہ بننے سے صدیوں پہلے علامہ ذہبی نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلا ص ۴ ج ۱ پر ابو داؤد کے حوالہ سے عشرين رکعة نقل فرمایا ہے۔ احادیث کا انکار کرنے کے لئے دوسروں پر تحریف کے الزام لگانا یہ غیر مقلدوں کے شیخ المحدثوں اور پیشہ ور واعظوں کا روزمرہ کام ہے۔ امام اعظم سے بغض کی نحوست ہے کہ اب احادیث کا کھلم کھلا انکار ہو رہا ہے۔

(۱۱) عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بھو عشرين رکعة (کنز العمال ص ۲۶۲ ج ۸)

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاؤں۔

(۱۲) عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و تمیم الداری علی احدی و عشرين رکعة۔ الحدیث (عبد الرزاق ص ۲۶ ج ۴)

حضرت سائب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو خود ابی بن کعبؓ اور تمیم داری پر جمع فرمایا وہ لوگوں کو اکیس رکعت پڑھاتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين رکعة و یوتر بثلاث فرائی اکثر من العلماء ان ذالک هو السنة لا منہ قام بین المهاجرین و الانصار و لم ینکرہ منکر (فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ص ۱۸ ج ۳۳)

یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں اس ہی سنت میں کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے مہاجرین (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور انصار (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور کسی منکر نے بھی (بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

ایوب صابر صاحب نے بڑے چیلنج سے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی کوئی ایسی عبارت نہیں ہے۔ اس لئے اب ہم نے اصل عربی عبارت بھی لکھ دی ہے اور دو ایڈیشنوں کا

حوالہ دیا ہے۔ اب ایوب صاحب اپنے شیخ الحدیث سلطان محمود اور استاد محمد رفیق کو لے کر کسی پرائمری سکول میں داخل ہو جائیں تاکہ حرف شناسی کے بعد حوالہ تلاش کرنے کی بصیرت حاصل ہو جائے۔ ان گیارہ روایات سے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قولاً فعلاً تقریراً تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی۔ ایسے ہی حضرت عثمانؓ سے بھی فعلاً تقریراً اور تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی جس سے بیس رکعت کا سنت خلفاء راشدین ہونا واضح طور پر ثابت ہو گیا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ دور فاروقی و دور عثمانی سے لے کر دور برطانیہ تک کسی ایک بھی سنی محدث یا فقیہ یا مورخ نے دور فاروقی و دور عثمانی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت کا انکار نہیں کیا نہ ہی دور برطانیہ سے قبل کسی مستند اسلامی کتاب میں اس مواظبت کے خلاف کوئی احتجاج ہے۔

غیر متقلدین کو احادیث کے انکار کی جوت پڑ گئی ہے اس کے موافق ایوب صاحب نے پہلے تو انکار کے حیلے بہانے شروع کئے مثلاً روایت ۵ کے بارہ میں کہا کہ ابوالثمان بصری مجہول ہے مگر اس کا حوالہ اہل فن اسماۃ الرجال کی کتب سے پیش نہ کر سکے جب کہ علامہ سبکی، سیوطی، نووی، ملا علی قاری جیسے اہل فن محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے تو جاننے والے اہل فن کے مقابلے میں انجان نااہل کی بات کا کیا وزن۔ حدیث نمبر ۷-۸-۹ کے بارہ میں انقطاع و ارسال کا شور مچایا۔ حالانکہ اسے خوب معلوم ہے کہ احناف کے ہاں خیر القرون کے ارسال کو جرح ہی نہیں مانا جاتا۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ تو مرسل کو دیسے ہی حجت مانتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور ان کی تقلید شخصی میں غیر متقلدین معتضد کو حجت مانتے ہیں۔ دیکھو مبارک پوری کی تحقیق الکلام ص ۷۰۔ یہ سب مراسیل معتضدہ ہیں۔ ان کے حجت ہونے کا کوئی مسلمان محدث یا فقیہ منکر نہیں ہے۔ صرف ایک مستند حوالہ تحریر کریں۔ ایوب صابر صاحب نے ان روایات کو صرف اس لئے رد کر دیا کہ فلاں راوی حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ۲۳ سال بعد پیدا ہوا اس لئے روایت مردود ہے۔ اس طرز سے بیچارے عوام تو سمجھیں گے کہ بہت بڑی تحقیق ہے مگر جن کی کتب حدیث پر نظر ہے وہ بیچارے کانپ اٹھیں گے کہ دیکھو انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ جذبات اور تعصب سے بہت

کر آپ غور فرمائیں کہ عیسائیوں اور نیچریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر معجزات کا انکار اسی بنا پر کیا کہ فلاں معجزہ روایت کرنے والا صحابی تو اس وقت ابھی مسلمان بھی نہیں ہوا تھا یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا، منکرین حدیث نے بھی اکثر احادیث کا انکار اسی اصول پر کیا کہ فلاں صحابی واقعہ کا عینی شاہد نہیں ہے اس لئے سند متصل نہیں مگر علمائے محدثین نے ان سب باتوں کا ایک ہی اصولی جواب دیا کہ مراسیل صحابہ باجماع اُمت حجت ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے محدثین کے اس اجماعی ضابطہ کو قبول کر لیا وہ انکار معجزات اور انکار حدیث سے بچ گئے اور جو جذبات اور تعصب کی رو میں بہہ گئے وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور کہتے ہی سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ صحابہ کے بعد خیر القرون کی مرسلات کے بارہ میں اختلاف ہوا۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ نے ان مرسلات کو بھی قبول فرمایا اگر راوی ثقہ ہو۔ امام شافعیؒ نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرمایا مگر انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس طرح تو بہت سے ذمیرہ حدیث کا انکار ہو جائے گا تو انہوں نے بعض تابعین کی مراسیل کو تو مطلقاً قبول فرمایا اور بعض کے قبول میں یہ شرط لگا دی کہ اگر اس مرسل کی تائید دوسری سند سے یا تعامل سے ہو جائے تو وہ مقبول ہوگی ایسی مرسلات کو مراسیل معتضدہ کہا جاتا ہے۔ جس طرح مراسیل صحابہ کے ماننے پر اُمت کا اجماع ہے۔ ایسے ہی مراسیل معتضدہ کے ماننے پر اُمت کا اجماع ہے۔

عیسائیوں اور نیچریوں نے مراسیل صحابہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سے معجزات و احادیث کا انکار کر دیا۔ غیر متقلدین نے اجماع اُمت کے خلاف مراسیل معتضدہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سی سنتوں کا انکار کر کے خود بھی گمراہ ہوتے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر غیر متقلدین اس اجماع کو نہیں مانتے تو وہ قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کر دیں کہ مراسیل صحابہ کو حجت ہیں لیکن مراسیل معتضدہ حجت نہیں۔ اور مطلق مراسیل خیر القرون کے بارہ میں تینوں اماموں کا قبول کرنا فلاں حدیث کے خلاف ہے اور امام شافعیؒ کا مرسل غیر معتضدہ کو رد کرنا فلاں حدیث کے موافق ہے۔ اور عجیب بات تو یہ ہے کہ جن کتابوں پر یہ مدار رکھا ہے کہ فلاں راوی کتب پیدا ہوا ۲۳، حافظ ابن حجرؒ اور زبیر بن جراحؒ نے ان کے نقل کر دیا۔

جوان راویوں سے سینکڑوں سال بعد لکھی گئیں۔ ۲۰ سال کا استطاح تو حجت نہیں۔ ۸۰ سال کا استطاح حجت ہے۔ یہ ہی کسی حدیث سے ثابت فرمادیں اور یہ بھی ثابت فرمائیں کہ خیر القرون پر اعتماد کرنا بعد میں آٹھویں صدی والوں کو اور با امان دون اندہنا کرمان لینا بلا چوں چرا ان کی باتوں سے ایسی احادیث کو بھی رد کر دینا جی پر پوری امت عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔ چونکہ میں رکعت کے بار میں جو مراسیل ہیں وہ معتضدہ میں اس لئے خود امام شافعیؒ نے بھی میں تراویح کا انکار نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا احب الی عشی من رقبام البیل اور امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے بھی کسی نے رد فراروقی کی میں رکعت تراویح کا انکار نہ فرمایا بلکہ میں تراویح کو بالاتفاق سنت مانا۔ چنانچہ امام نوویؒ کتاب الازکار ص ۱۰۳ میں فرما۔ تہیں کہ میں رکعت تراویح کے سنت ہونے پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مرسل معتضد کا حجت ہونا غیر مقلدین میں سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلواتہ الرسول ص۔ اور عبد الرحمن مبارک پوری نے تحقیق الکلام ص۔ پر تسلیم کر لیا ہے۔ ابن القیم کی زاد المعاد ص ۱۰۳ پر بھی ہے۔ جب اس کا دل اس جواب سے مطمئن نہ ہوا تو ان کی بارہ احادیث (جو محکم ہیں اور جن پر مواظبت ساری امت تسلیم کرتی ہے) کے معارضہ میں ایک مضرب اور ایسی روایت پیش کی جس کے بارہ میں اہل سنت والجماعت محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ یا تو وہم ہے یا اس پر مواظبت نہیں ہوتی۔ اس لئے میں کے سنت ہونے پر اس معارضہ کا کوئی اثر نہیں۔

خود ایوب صاحب نے اہل فن محدثین علامہ زرقانی۔ علامہ ابن عبد البر اور امام بیہقی نقل کیا ہے کہ پہلے گیارہ کا حکم تھا پھر میں کا ۹۸، ۹۹۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ گیارہ پر مواظبت نہیں ہوتی اس لئے وہ سنت ہرگز نہیں اور ۲۳ پر مواظبت ہوتی ہے وہی سنت ہے۔ پوری امت کے مقابلہ میں ایوب صاحب بلا کسی مستند حوالے کے اپنا سو سو بیویوں بیان کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے میں ہوں پھر گیارہ مگر افسوس کہ ایسا ہوا نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان دونوں مبارک زمانوں میں حضرت عائشہؓ بھی حیات تھیں

اور یہ حدیث بھی روایت کرتی تھیں کہ جس نے دین میں بدعت باری کی وہ بدعت مردود ہے۔ ان کے دل میں سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت یقیناً غیر مقلدین کی نسبت ہزاروں گنا زائد تھی لیکن انہوں نے کبھی متجدد والی حدیث کو ان کے خلاف پیش نہ فرمایا غیر مقلدین جواب دیں کہ آخر کیا وجہ تھی، یا تو حضرت عائشہؓ کو اتنی سمجھ ہی نہ تھی کہ اس حدیث کو میں رکعت کے خلاف پیش کیا جاسکتا ہے یا سنت نبویؐ کے مٹنے اور بدعت کے جاری ہونے پر انھیں کوئی ملال نہ تھا۔ اور ان میں دینی غیرت غیر مقلدوں جتنی بھی نہ تھی (معاذ اللہ) اور اس دور میں مدینہ میں حضرت جابرؓ بھی زندہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے یہ حدیث سن چکے تھے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے مگر ان کے سامنے رمضان کے مقدس مہینے میں مسجد نبویؐ میں کھلم کھلا سنت نبویؐ کی مخالفت شروع ہو گئی بدعت جاری ہو گئی مگر حضرت جابرؓ نے کوئی حدیث ان کے سامنے پیش نہ کی

دور مرتضوی | دور فراروقی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ میں رکعت پر تمام مہاجرین و انصار نے مواظبت فرمائی، اس کے خلاف گیارہ کی روایت کو وہم قرار دیا گیا اور پوری امت کا اجماع ہے کہ مواظبت تو اس پر یقیناً نہیں ہوتی۔ دو عثمانی میں بھی میں رکعت تراویح پر ہی مواظبت ہوتی۔ کسی مسلمہ محدث کسی فقیہ اور کسی مؤرخ سے اس کا انکار ثابت نہیں اور آٹھ رکعت کا اس دور میں وہی سند سے بھی کوئی نشان نہ ملا۔ نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کسی مستند تاریخ میں، یہاں غیر مقلدین بھی صحت بگڑ ہو گئے ہیں۔

(۳) عن ابی عبد الرحمن السلی عن حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علیؓ خود انہیں دتر پڑھاتے تھے۔

(۱۳) عن ابی الحسن ان علیاً امر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرين رکعة - مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۲ -
(۱۵) عن ابی الحسن ان علی بن ابی طالب امر رجلاً ان یصلی بالناس خمس قریحات عشرين رکعة -
(رہیقی ص ۲۹ ج ۲)

(۱۶) حدثنی زید بن علی عن ابيه عن جده عن علی رضی اللہ عنہما انه امر الذی یصلی بالناس صلاة القيام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرين رکعة یسأل فی کل رکعتین ویروا ما بین کل اربع رکعات فیجمع ذوالحاجة ویوضأ الرجل وان یوتر بهم من آخر الليل حين الانصراف -
(مسند الامام زید ص ۱۳۹)

ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔
ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویجے بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے اور وہ اپنے والد حضرت امام حسین سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اُسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے ہر چار رکعت کے بعد آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

ان چاروں روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں اور کتنے ہی اختلاف ہوتے ہوں مگر تراویح میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا سب نے بیس رکعت تراویح پر مواظبت فرمائی حضرت علیؑ خود یہ چیز روایت فرماتے تھے کہ حرم میں بدعت ایجاد کرنے والے کے نہ فرض قبول ہیں نہ نفل (بخاری ص ۱۰۸ ج ۲) آپ کو بدعت سے اتنی نفرت تھی کہ ایک مؤذن کو دیکھا کہ اذان کے بعد تہویب کر رہا ہے آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو (البحر الرائق ص ۲۹)

ایک شخص کو عید گاہ میں نماز عید سے قبل نفل پڑھتے دیکھا تو اسے منع فرمایا اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نماز پر مجھے سزا دیں گے۔ فرمایا عید سے پہلے نوافل کا ثبوت نہیں اس لئے یہ عہد ہے حرام ہے مخالفت رسول ہے اس پر اللہ تجھے سزا دے گا (کنز فی الحجۃ ص ۱۹۵) جو حضرت علیؑ دو نفل کی بدعت تو برداشت نہیں کر سکتے وہ خود بلا ثبوت بارہ زائد رکعات کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ کسی مسلمہ محدث فقیہ یا مؤرخ نے دور مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پورے دور میں کسی وہابی یا ضعیف ترین سند سے آٹھ رکعت تراویح کا نشان ملا نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کتب تاریخ میں غیر مقلدین کی پوری جماعت یہاں کشتی ڈبو کے بیٹھی ہے امام بیہقیؒ نے اثر علیؑ کو اثر شیعریں شکل کی قوت کے لئے روایت کیا ہے امام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ص ۲۲ ج ۲ پر اس سے استدلال کیا ہے اور علامہ ذہبی جیسے ناقد فن نے اُس پر المنتقى ص ۵۴ میں سکوت فرمایا ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا قول ہے جیسا کہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے مروی کہ بیس رکعات پڑھنی چاہئیں اور یہی قول امام سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح پایا ہے کہ سب لوگ بیس رکعات پڑھتے ہیں ص ۱۳۹ ج ۱ - ایوب صابر کو اس دور میں آٹھ تراویح کے بارے میں ہر طرف اندھیر نظر آیا تو مارے حد کے ان روایات کے انکار پر اُتر آیا یہ تو اس کی جماعت کی پرانی عادت ہے کبھی تو یہ شور مچایا کہ ابوالحسنؑ غیر معروف ہے حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ احناف کے ہاں تو خیر القرون کی بہالت و تدلیس و ارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی کیونکہ حضرت علیؑ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابوالحسنؑ اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسینؑ اور امام ابو عبد اللہؑ سلمیٰ بھی روایت کرتے ہیں حماد بن شعیب کی صرف وہ روایت ضعیف ہے جس میں اُس کا کوئی متابع نہ ہو نہ شاہد ہو، یہاں تین سندیں اُس کے شواہد ہیں اور محدثین کے نزدیک تعدد طرق سے ایسے ضعف بالکل ختم ہو جاتے ہیں عطاء بن سائب پر آخر عمر

میں غلط حفظ کی جرح کی ہے جو شواہد و متابعات سے بالکل ختم ہو جاتی ہے اس لئے ایک بھی جرح مؤثر نہیں تمام جروح مردود ہیں۔ الحاصل خلافت راشدہ میں بلا تکثیر میں رکعت تراویح پر عمل جاری رہا اور قرآن پاک میں ہے کہ دور خلافت میں وہ دین مضبوطی سے پھیلے گا جس سے خدا راضی ہے (النور)

دیگر صحابہ کرام اور تابعین کا تعامل

(۱۷) امام حسن بصری عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۱۸) عن زید بن وہب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی لنا فی شہور رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الا عمش کان یصلی عشرین رکعة (قیام اللیل ص ۹)

(۱۹) عن عطاء قال ادرکت الناس وهو یصلون ثلثا و عشرين رکعة بالوقت (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳) اسنادہ حسن۔

(۲۰) ابو حنیفہ عن حماد عن ابی اھیو ان الناس کانوا یصلون خمس قوائم فی رمضان۔
رکتاب الآثار ابو یوسف ص ۱۱۰

۱۷-۱۸-۱۹ میں جو اجماعاً حاجت ہیں۔ ۲۰ کی سند بالکل صحیح ہے۔

(۲۱) عن شتیب بن مشکل وکان من اصحاب علیؓ انه کان یومئذ فی شہر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث (بیہقی ص ۳۹۲ ج ۲)

والجہالة فی خیر القرون لا یضرب

(۲۲) عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات ویوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۲۳) عن ابی الخصیب قال کان یومئذ سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة (بیہقی ص ۳۹۳ ج ۲) اسنادہ حسن۔
آثار السنن ص ۵۵ ج ۲

(۲۴) عن نافع بن عمر قال کان ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (رواہ ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲) و اسنادہ صحیح آثار السنن ص ۵۵ ج ۲

(۲۵) عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعہ (جو کبار تابعین سے تھے) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۲۶) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ (جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے) تہذیب ص ۱۲۸ ج ۲

حضرت بشیر بن مشکل جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین و تر پڑھایا کرتے تھے۔

ابو البختری م س ۳۰۰ یہ بھی اصحاب علیؓ سے تھے اور بیس تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے خلف سے شعبہ راوی ہے و ہولایوی

الا عن ثقة (تہذیب ص ۱۲۹ ج ۲) ابو الخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلة م س ۳۰۰ ہمیں رمضان شریف میں پانچ ترویحات بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

نافع بن عمر سے روایت ہے کہ ابی ملیکہ م س ۳۰۰ ہمیں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ (جو کبار تابعین سے تھے) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ (جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے) تہذیب ص ۱۲۸ ج ۲

وہ لوگوں کو پانچ ترویجے میں تراویح پڑھایا کرتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵)

(۲۶) حضرت سعید بن ابی الحسن جو حضرت علیؑ کے خاص شاگرد تھے (تہذیب ص ۱۱)

وہ لوگوں کو پانچ ترویجے میں رکعت تراویح پڑھاتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵)

(۲۸) عمران العبدی حضرت علیؑ کے خاص شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح

پڑھایا کرتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵)

یہ خیر القرون کا تعال ہے۔ پورے خیر القرون میں بیس رکعت کے خلاف کبھی کوئی

شکر کھڑا نہیں کیا گیا اور آپ حیران ہوں گے کہ اس پورے خیر القرون میں صرف آٹھ رکعت

تراویح کا نام و نشان نہیں ملتا۔

نوٹ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ متجدد اور وتر کی نماز اکٹھی پڑھا کرتے

تھے اس لئے راوی ان سب کو ملا کر کبھی تہجد کے نام سے روایت کر دیتے ہیں کبھی وتر

کے نام سے۔ مثلاً عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد ادا فرماتے اس کے

ساتھ تین وتر ملا کر گیارہ ہو جاتیں۔ کبھی فجر کی سنتوں کو بھی ساتھ ملا کر بیان کر دیتے تو

تعداد تیرہ ہو جاتی اور کبھی شروع کے دو نفل تہجد الوضو کے بھی راوی ساتھ ملا لیتا تو تعداد

۱۵ ہو جاتی۔ تو یہ صرف طریق روایت کا اختلاف ہے نہ کہ تعداد کا اختلاف اس سے جیسے

یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں ۱۵ پڑھتے تھے اسی طرح

یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ وتر ۱۵ پڑھتے تھے غلط ہے۔ وتر ان میں تین ہی تھے اور فجر کی

سنتیں دو ہی تھیں۔

اسی طرح اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد خانہ کعبہ شریف کا طواف کر لیتے تھے

اہل مدینہ اس دوران چار نفل پڑھنے لگے تو بیس تراویح میں سولہ نوافل ملا کر روایت کر

دیا گیا تو تعداد چھتیس ہو گئی اور چونکہ تین وتر بھی تراویح کے ساتھ ہی پڑھتے تھے بعض

نے ان کو بھی ملا کر روایت کر دیا تو تعداد اکتالیس ہو گئی اور بعض نے وتر کے بعد والے

نوافل کو بھی شامل روایت کر لیا تو تعداد اکتالیس بیان کر دی۔ ہاں بعض لوگ چار یا آٹھ

نفل ملا تے تو پھر یا سات ترویجے راوی بیان کر دیتا۔ الغرض یہ تعداد تراویح کی سنت

مقدار کا بیان نہیں بلکہ باقی نوافل وغیرہ ساتھ ملا کر روایت کر دی گئی ہیں صحابہ کی بنا پر

مواظبت چونکہ بیس رکعت پر ہی ہے اس لئے سنت اس کو ہی کہا جاتے گا۔ باقی

کوئی جتنے نفل چاہے پڑھے کبھی اس کے خلاف احناف نے نہ رسالہ شائع کیا نہ اشتہار

نہ چیلنج نہ رمضان کے مقدس مہینہ میں زائد عبادت کرنے والوں کے خلاف کوئی نشر

کھڑا کیا بلکہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتے ہیں۔

ائمہ الربیعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفائے راشدین کے مقدس

طریقوں کی حفاظت و تدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ائمہ الربیعہ

نے فرمائی ہے یہ مقام اُمت میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی سلسلے پور میں اُمت

ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے۔ ان میں سے کسی امام کی فقہ کے کسی

مذہب میں آٹھ رکعت تراویح کو سنت اور بیس کو بدعت نہیں لکھا گیا۔ امام ابو حنیفہ، امام

شافعی، امام احمد بیس کے قائل تھے اور امام مالک ۲۰ تراویح ۱۶ نوافل ۳۶ کے قائل

تھے (بدایۃ المجتہد ص ۱۵۲ ج ۱)

ابن تیمیہ نے فرمایا کہ تراویح بیس رکعت تراویح باجماعت

پر اجماع ہوا۔ حضرت ملا علی قاری مکی فرماتے ہیں (۱) اجماع

الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعة (مرقات ص ۱۹ ج ۳) (۲) وبالاجماع

الذی وقع فی زمن عمر بن الخطاب البو حنیفة والنووی والشافعی و احمد

والجملہ مشہور واختارہ ابن عبد البر راجعاً سادة المتقین ص ۲۲ ج ۳) (۳) وثبت

اهتمام الصحابة علی عشرين فی عهد عمر وعثمان و علی فمن بعدهم

(حاشیہ شرح وقایہ مولانا عبدالحی لکنوی) (۴) ابن حجر مکی فرماتے ہیں صحابہ نے اس بات پر

اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں (انارۃ المصابیح ص ۱۵) (۵) ابن عبد البر فرماتے ہیں

وهو الصحيح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة (عمدة القاری ص ۲۲)

(۶) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں۔ وهو المشہور من الصحابة والتابعین (فتاویٰ

قاضی خان ص ۱۱) (۷) ابن قدامہ منہی ص ۸۱ ج ۱ میں شمس الدین شرح مقنع ص ۸۵ ج ۱

میں علامہ قسطلانی شرح بخاری میں مولانا محمد زکریا صاحب اوجز المسالک ص ۳۹ میں علامہ عبدالحی لکھنوی التعلیق المجہد ص ۵۳ میں ملا علی قاری شرح نقایہ ص ۱۰۴ میں نواب صدیق حسن غیر مقلد عون الباری ص ۳۰ ج ۲ میں اس اجماع کو نقل فرماتے ہیں۔

(۱۲-۱۵) امام نووی باتفاق المسلمین کے لفظ سے اور ابن تیمیہ فلما جمعہم حمز علی ابی بن کعب سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں کتاب الاذکار ص ۸۳۔ فتاویٰ ص ۴۶ ج ۲ (۱۶-۱۷) علامہ طحاوی ص ۴۶ ج ۱ علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح ص ۱۱۰ پر لفظ متواتر سے اجماع بیان کرتے ہیں (۱۸-۲۹) علامہ ابن النہام فتح القدیر ص ۴۰ ج ۱۔ علامہ انور شاہ عرف الشذی ص ۳۳۔ علامہ ابن نجیم البحر الرائق ص ۶۶ ج ۲ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مابث بالسنة ص ۲۱۔ علامہ شامی رد المحتار ص ۵۵ ج ۱۔ علامہ کاسانی البدائع والصنائع ص ۲۸ ج ۱ علامہ سبکی المصابیح ص ۱۱ علامہ سیوطی المصابیح ص ۱۱ علامہ علی شریع ص ۳۸ پر فتوہ استقری الاصل علی هذا وغيره الفاظ سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں اور کسی اہل فنی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ ایوب صابر تمام غیر مقلدین کو ساتھ ملا کر بلکہ غیر مقلدیت کی ترقی یافتہ اقسام نیچریوں، قادیانیوں، چکڑالویوں اور اپنے محسنین برطانیہ کو ساتھ ملا کر کسی ایک حدیث کی کتاب یا متن فقہ کی مسلمہ کتاب یا مسلمہ تاریخ اسلام سے دکھا دیں کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پر اجماع نہیں ہوا یا اس اجماع پر عمل جاری نہیں رہا بلکہ عہد فاروقی میں اجماع صرف آٹھ رکعت پر ہوا اور ان آٹھ پر ہی امت کا تعامل و تواتر بلا تخریج جاری رہا تو ہم انھیں اس محنت کے صلہ میں ایک دو ضرب ناشتہ کے لئے پیش کر دیں گے جن طرح اہل فنی نے کہا ہے کہ کل فاعل مرفوع اور کسی اہل فنی نے اس کا انکار نہیں کیا تو تمام لوگ اس کو فنی کا اجماعی مسئلہ مانتے ہیں اگر کوئی نااہل اس کو نہ مانے تو اس سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور یہ تو ایوب صابر صاحب بھی جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں سبیل مؤمنین سے کٹنے والے کو اور حدیث میں اجماع اور سواد اعظم سے ہٹنے والے کو دوزخی کہا گیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ انور شاہ فرماتے ہیں۔ واما من اکتفی بالركعات الثمانية

وشذ عن السواد الاعظم وجعل برميهم بالبدعة فليبرعاقبته۔

رفیض الباری ص ۱۸ ج ۲) یعنی جو آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔ اور مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہے (حاشیہ ہدایہ ص ۱۵ ج ۱)۔

مثال جس طرح ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے اگر ان چار کے ساتھ کوئی شخص نفل ملائے تو کوئی ملامت نہیں مگر چار رکعت سنت کی بجائے دو رکعت سنت پڑھنے والا یقیناً تارک سنت اور قابل ملامت ہے۔

ضروری تنبیہ: اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلیلوں کو مانتے ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت قیاس شرعی اصول حدیث یا اصول فقہ یا اسما۔ الرجال کی کوئی کتاب خدا اور رسول کی لکھی ہوتی نہیں اس لئے یہ اصول یا اجماع ہوں گے یا اختلافی۔ ہم اجماعی اصولوں کو دلیل اجماع سے مانتے ہیں اور اختلافی اصولوں میں اصول احناف کے پابند ہیں جس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ لازم العمل ہے اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں یہ اصول اجماعی ہے مرسل معتضد حجت ہے یہ اصول اجماعی ہے جس مسئلہ پر اجماع ہوا اسے اسنادی بحثوں سے مختلف فیہ بنانا بھی اجماعی اصول سے انحراف ہے ہاں خیر القرون میں ارسال بہالت تدلیس کا مسئلہ اختلافی ہے۔ احناف اس کو جرح نہیں سمجھتے۔ اُن کو شوافع کے اختلافی اصول ماننے پر مجبور کرنا بھی فرق اجماع ہے۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہم صرف قرآن حدیث مانتے ہیں اس لئے وہ بتائیں کہ اُن کو تو اجماعی اصول کے استعمال کا بھی حق نہیں چہ جائیکہ اختلافی اصول استعمال کریں وہ بھی اُن کے خلاف جو اُن کو مانتے ہی نہیں۔ اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین جو بیس رکعت کو بدعت اور آٹھ رکعت کو سنت کہتے ہیں اُن کی اصل دلیل جس کو بنیادی سمجھتے ہیں حدیث عائشہؓ ہے۔

(۱) لیکن اس سے استدلال کی بنیاد نماز تہجد اور نماز تراویح کا ایک ہونا ہے جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں۔

(۲) امت کے تمام محدثین نے اپنی احادیث کی کتابوں میں تہجد اور تراویح کے

الگ الگ ابواب قائم کئے ہیں۔

(۳) اُمت کے تمام فقہاء نے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی یا مالکی ہوں یا حنبلی کتب فقہ میں تراویح و تہجد کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں گو یا محدثین و فقہاء کا یہ قطعی اجماع مسئلہ ہے۔

(۴-۱۵) امام مسلم۔ امام مالک۔ امام عبد الرزاق۔ امام ابو داؤد۔ امام نسائی۔ امام ترمذی۔ امام ابو یوسف۔ امام ابن خزيمة۔ امام مروزی۔ امام دارمی۔ صاحب بلوغ المرام صاحب مشکوٰۃ۔ سب اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لاتے ہیں مگر باب تراویح میں نہیں لاتے۔
(۱۶) یہ تمام محدثین اس حدیث کو امام مالک کی سند سے لاتے ہیں امام مالکؒ نے کبھی اس سے تراویح پر استدلال نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو مع النوافل ۳۶ رکعات کے قابل و فاعل ہیں۔

(۱۷) امام محمدؒ۔ امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ اس کو قیام رمضان میں لاتے ہیں مگر یہ حضرات بھی تراویح اور تہجد کو ایک نہیں مانتے کیونکہ ان حضرات نے بھی تہجد کا باب تراویح سے الگ باندھا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ قیام رمضان میں تراویح اور تہجد دونوں پڑھنی چاہئیں چنانچہ امام بخاریؒ تراویح اور تہجد دونوں پڑھا کرتے تھے (تاریخ بغداد)۔
(۱۸) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے (ص ۳۲ ج ۶) اس حدیث عائشہؓ میں سارے سال والی نماز کا ہی ذکر ہے جو تہجد ہے۔

(۱۹) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے نماز تراویح میں جماعت شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو وہ تراویح نہ ہوگی (ص ۲۲ ج ۶) اس حدیث میں وہی نماز ہے جو آپؐ نے اکیلے پڑھی۔

(۲۰) اس حدیث کو خود حضرت عائشہؓ نے عبد فاروقی۔ عبد عثمانی۔ عبد علوی میں کبھی بھی بیس رکعت والوں کے خلاف پیش نہ فرمایا۔ ہم نے لکھا تھا کوئی ثابت کرے تو دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ہے کوئی زندہ دل غیر مقلد مگر جواب میں سب مردہ بن گئے۔

(۲۱) بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز والی احادیث بہت سے صحابہ سے مروی ہیں کسی ایک صحابی نے بھی تہجد والی روایت کو بیس رکعت تراویح والوں کے خلاف پیش نہ کیا۔

(۲۲) صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی سب لوگ بیس تراویح اور بعض نوافل ملا کر ۳۶ پڑھتے رہے کسی تابعی یا تبع تابعی نے اس تہجد والی حدیث کو ان کے خلاف پیش نہ کیا۔

(۲۳) تمام صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ اربعہ اور اجماع اُمت کے خلاف غیر مقلدین کا سہارا ایک شاذ علمی قول ہے کہ زبیری ابن ہمام وغیرہ چند افراد نے حدیث عائشہؓ کو حدیث ابن عباسؓ کے معارض قرار دیا ہے ان کی علمی بات کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیث ابن عباسؓ سند اضعیف ہے مگر تمام اُمت کا اجماعی تعامل بیس پر ہے اور حدیث عائشہؓ اگرچہ سند صحیح ہے مگر علمی طور پر تراویح کے باب میں اجماعاً متروک العمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب حضرات ہمیشہ بیس رکعت ہی پڑھتے رہے۔ انہوں نے کبھی بیس کو بدعت نہیں فرمایا ان کی شاذ و متروک العمل رائے کو پیش کرنا اور اجماعی اور معمول پر مسئلہ کو چھوڑ دینا یہ نہایت قبیح علمی خیانت ہے۔

(۲۴) پھر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ تو صرف قرآن حدیث کا نام لیا کرتے ہیں صحابہ تابعین کی بات ماننے کو تیار نہیں، ائمہ اربعہ تک کو اور بابا من دون اللہ میں شامل فرماتے ہیں یہ لوگ بوجہ مقلد ہونے کے آپ کے نزدیک مشرک بھی ہیں، جاہل بھی، اندھے بھی۔ ان کے اقوال کو کیوں پیش کیا۔ اگر یہ کہو کہ ہم نے محض الزامی طور پر پیش کیا ہے تو آپ نے مان لیا کہ آپ کی کوئی تحقیقی دلیل آپ کے پاس نہیں ہے بل الزام بھی درست نہیں کیونکہ الزام مسلمات خصم پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمارا مذہب متفقہ طور پر متون میں صرف بیس رکعت تراویح سنت ہے یہ شاذ قول ایسا ہی ہے جیسے متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرأتیں اور سنت متواترہ کے خلاف شاذ و متروک روایات اس لئے ہمارا اصول یہی ہے وان العکس والفتی بالقول المر جوح جہل و خرق للجماع۔ قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مر جوح قول پر جہالت

اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی باطل اور حرام ہے (در مختار ص ۳۱ ج ۱)

(۲۵-۳۰) خود غیر مقلدین کا بھی اس حدیث پر عمل نہیں یہاں غیر رمضان کا لفظ ہے وہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھتے یہاں چار چار رکعت کا ذکر ہے وہ دو دو پڑھتے ہیں یہاں گھر میں نماز کا ذکر ہے وہ مسجد میں پڑھتے ہیں یہاں تین وتر کا ذکر ہے وہ ایک پڑھتے ہیں یہاں باجماعت نماز کا ذکر ہے وہ باجماعت پڑھتے ہیں یہاں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے وہ وتر سے پہلے نہیں سوتے امید ہے کہ ان میں نمبروں کا جواب قرآن حدیث سے دیا جائے گا۔

دوسری روایت حضرت جابرؓ والی پیش کرتے ہیں یہاں انھیں تین باتیں ثابت کرنا تھیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دوسری یہ کہ اس میں آٹھ رکعت پر مواظبت ثابت ہے۔ تیسری یہ کہ جب دور فاروقی و عثمانی و علوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت علی الاعلان مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھیں تو حضرت جابرؓ نے اس حدیث کو ان کے خلاف پیش کیا تھا اور اپنی مسجد آٹھ تراویح کے لئے کوئی الگ بناتی تھی۔ مگر ایوب صاحب اور ساری کمپنی اس میں بالکل ناکام رہی ہے۔

(۱) اس کا ایک راوی یعقوب بن عبد اللہ القمی ہے۔ علامہ ابن کثیر ایک روایت کے بعد لکھتے ہیں۔ وهذا الحدیث منکى جدا وفي اسنادہ ضعف و یعقوب هذا هو القمی وفیہ تشیع و مثل هذا لا یقبل تفسده بلہ (الہدایہ والنہایہ ص ۳۴۵ ج ۸) یہ حدیث سخت منکر ہے اس کی سند ضعیف اور یعقوب قمی شیعہ ہے ایسے مسائل میں اس کا تفرد مقبول نہیں الغرض جہاں عظمت صحابہ یا مسلک صحابہ مجروح ہوتا ہو وہاں ایسے راوی کا تفرد مقبول نہیں اور اس تراویح والی روایت میں بھی یہ منفر د ہے اور اس کی روایت اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔

(۲) دوسرا راوی عیسیٰ بن جابر ہے۔ امام بیہقی بن معینؒ فرماتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہوتی تھیں۔ امام نسائی اس کو منکر الحدیث اور متروک فرماتے ہیں۔ امام ابو زرؒ لا باس بہ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال ص ۳۱ ج ۲)

خود ایوب صابر نے بھی مانا ہے کہ یہ روایت بنیاد نہیں بطور شاہد ہے۔ اب شاہد

کے لئے پہلے بنیاد تو بتاؤ پھر ایسی روایت جب اجماع کے خلاف ہو تو اس کے منکر ہونے میں کیا شبہ۔ خود یہ بھی کسی حدیث و فقہ میں ثابت نہیں کہ یہ دونوں راوی ساری اُمت کے خلاف اپنی الگ مسجد بنا کر آٹھ تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳) پھر اس میں مواظبت تو کیا ثابت ہوتی بعض کتابوں میں لیلۃ صرف ایک رات کی صراحت ہے جو مواظبت کی تردید ہے اجماع اُمت کے خلاف وقتی فعل کو سنت کہنا غلط ہے تیسری روایت حضرت ابی بن کعبؓ والی پیش کرتے ہیں یہاں بھی تین باتیں ثابت کرنا ضروری تھا۔ ایک یہ کہ یہ روایت صحیح ہے دوسرے یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ پر از خود مواظبت ثابت ہے تیسرے یہ کہ جب دور فاروقی و عثمانی میں لوگ بر ملا بیس رکعت پڑھتے تھے تو حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ روایت ان کے خلاف پیش کی تھی اور نہ ماننے کی صورت میں یہ الگ ہو کر صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے مگر یہ اس میں بالکل ناکام رہے ہیں۔

(۲-۱) یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں وہی یعقوب اور عیسیٰ ہیں۔

(۳) اس کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے جس کو خود ایوب صابر بھی ثقہ نہیں مانتا اس سے جان چھڑانے کے لئے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے کہ محمد بن حمید کاتب کی غلطی ہے مگر اس پر بارہ صدیوں میں سے کسی محدث کا حوالہ موجود نہیں۔ پھر یہ لکھا ہے کہ میزان الاعتدال اور طبرانی میں اس سند میں جعفر بن حمید ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے جعفر بن حمید پچھلی روایت جابرؓ والی کا راوی ہے جس میں حضور کی اپنی نماز کا ذکر ہے یہ حدیث وہ ہے جس میں ابی بن کعبؓ کے محور توں کو نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔

(۴) اس میں یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ ضرور رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ مسند احمد اور طبرانی میں رمضان کا ذکر ہی نہیں۔ ابویعلیٰ میں یعنی رمضان ہے جو فہم راوی ہے نہ کہ روایت راوی اور قیام اللیل میں رمضان کا لفظ ہے۔

(۵) اس میں مواظبت کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ مواظبت کے خلاف یہ جملہ ہے اندہ کانت منی اللیلۃ مثنیٰ آج رات ایک عجیب بات ہو گئی۔

(۶) پھر در فاروقی میں حضرت ابی بن کعبؓ خود بیس رکعت پڑھاتے رہے۔

(۷) پھر یہ روایت اجماعاً متروک العمل ہے وید اللہ علی الجماعۃ و قال من شدّ شدّ فی التّائیر۔ الغرض آنحضرتؐ پر یہ مواظبت نبوی ثابت ہے نہ مواظبت صحابہ بلکہ یہ مواظبت اور اجماع کے خلاف ہے۔

غیر مقلدین مندرجہ ذیل امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۱) آج کل غیر مقلدین چاند رات سے نماز تراویح کی جماعت شروع کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی میں ایک بار بھی چاند رات سے یہ جماعت شروع نہیں کرائی یہ سنت نبوی نہیں بلکہ سنت خلفاء راشدین ہے۔

(۲) آج کل غیر مقلدین پورا ماہ رمضان نماز تراویح باجماعت ادا کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آتے ہوئے لوگوں کو فرمایا تھا اپنے گھر نماز پڑھو یہ سارا مہینہ جماعت تراویح سنت نبوی نہیں بلکہ سنت خلفائے راشدین ہیں۔

(۳) آج کل غیر مقلدین ہر سال رمضان میں تراویح باجماعت ادا کرتے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک سال آخری عشرہ میں تین دن جماعت کروائی تھی یہ بھی سنت نبوی ہرگز نہیں ہے بلکہ سنت خلفائے راشدین ہے۔

(۴) آج کل غیر مقلدین پورا مہینہ رمضان میں عشاء کے فوراً بعد نماز تراویح پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی ہرگز نہیں ہم تو اسے سنت خلفائے راشدین کہتے ہیں مگر مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد القادر حصار وی فرماتے ہیں بہر حال نماز عشاء کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ عام طور پر مروج ہے نہ تعامل نبوی سے ثابت ہے نہ تعامل خلفائے اربعہ سے اس لئے یہ سنت نہیں جائز ہے (صحیفۃ المحدث کراچی یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۵) آج کل غیر مقلدین سارا مہینہ مسجد میں نماز تراویح پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی ہرگز نہیں چنانچہ مولانا عبد القادر حصار وی تحریر فرماتے ہیں مسجد میں جماعت سے عشاء کے بعد ہمیشہ نماز تراویح پڑھنا بدعت حسنہ ہے سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت نبوی اور سنت خلفاء اربعہ بھی نہیں ہے (حوالہ مذکور) نیز فرماتے ہیں گھر میں تراویح پڑھنے کے یہ فضائل

ہیں۔ فرضوں کے برابر ثواب ملنا۔ ہزار نماز سے زیادہ ثواب ملنا۔ گھر میں نورانیت پیدا ہونا۔ گھر میں خیر و برکت نازل ہونا۔ یہ عمل خدا و رسول کو محبوب ہونا وغیرہ (ایضاً)

نوٹ: حصار وی صاحب فرماتے ہیں حضرت فاروق اعظمؓ کہ اس قرآن بدعت کی دو قسمیں ثابت ہوئیں ایک حسنہ دوسری سیدہ۔ حسنہ وہ ہے جس کا ثبوت شارع سے ہو مگر اس کی ہیئت کذا نہ ثابت نہ ہو۔ اور سیدہ وہ ہے جس کا ثبوت ہی شارع سے نہ ہو یا ثبوت ہو مگر صحابہ کرام نے اس ہیئت کذا نہ پر تعامل نہ رکھا ہو۔ اسی بدعت سے بالمدوام بچنا چاہیے (ایضاً)

(۶) آج کل غیر مقلدین نماز تراویح باجماعت میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں حالانکہ نماز تراویح میں قرآن پاک کا ختم ہرگز سنت نبوی نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ سے ابتداء کاڑھ کے غیر مقلدین نے ایک اشتہار میں اب ختم قرآن کو بدعت لکھ دیا ہے۔

(۷) آج کل غیر مقلدین تراویح میں ختم قرآن کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ مولانا حصار وی لکھتے ہیں کسی قرآن خوان کو امام بنا کر گھر میں جماعت کرا لیا کریں اس طرح ختم قرآن اور جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا یا سورۃ قل ہو اللہ ہر رکعت میں تین بار پڑھ لیا کریں (ایضاً)

(۸) آج کل غیر مقلدین نماز تراویح کے بعد سو جاتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی نہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا آپؐ کمر گسالتے اور پورا مہینہ رات کو نہ سوتے، عزیزی ص ۱۲ ج ۳ بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔ ہاں صحابہ کرام کا سو جانا ثابت ہے عبد فاروقی میں والقی تنامون عنہا الحدیث۔ بخاری ص ۲۶۹ ج ۱۔

(۹) صحیح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ۲ پر ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے تھے جب کہ غیر مقلدین اپنی بیویوں کو بیدار نہیں رکھتے۔

(۱۰) آج کل غیر مقلدین تراویح میں قرآن پاک اس طرح دیکھ کر پڑھتے ہیں کہ اٹھایا ہوا ہے۔ ورق گردانی بھی ہو رہی ہے۔ رکوع کے وقت نیچے زمین پر رکھ دیتے ہیں اگلی رکعت میں پھر اٹھالیتے ہیں۔ یہ طریقہ نماز تراویح میں ہرگز ہرگز سنت نبوی سے ثابت

نہیں ہے۔

ایوب صابر نے تحقیق تراویح ص ۸۷ میں امام ابو حنیفہؒ کو ان احبار ربہان میں شامل فرمایا ہے جو اپنی طرف سے حرام کو حلال، حلال کو حرام کرتے تھے اور احناف کو ان عیسائیوں میں شامل کیا ہے جو اپنے احبار ربہان کے حلال و حرام کرنے کو خدا و رسول کے مقابلے میں مانتے تھے۔ ایوب صابر کے شیخ الحدیث صاحب اساتذہ اور جماعت کو اس پر بہت خوشی ہوگی کہ کتنا بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے امام اعظم کو ان احبار ربہان میں شامل کر دیا جو حرام خور جھوٹے تھے۔ اہل حدیث زندہ باد کے نعرے بھی لگے ہوں گے سب حنفی عیسائی، اہل حدیث زندہ باد۔ مگر جن لوگوں کی قرآن و حدیث پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث کے موافق یہ خارجیوں کا وطیرہ تھا کہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور قرآن پاک کے مطابق یہود کا یہ وطیرہ تھا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ وہ کلمات خداوندی کو بے موقع استعمال کرتے تھے۔ ایوب صابر کا استدلال جب درست ہوتا کہ وہ ان احبار ربہان کا مجتہد ہونا قرآن حدیث سے ثابت کرتے پھر اس آیت کو مجتہد پر فٹ کرتے۔ اور یہ بھی مانتے کہ یہود کے یہ احبار ربہان چونکہ مجتہد تھے اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اجر سے نوازا ہے۔ صواب پر دو اہم خطا ہر ایک اجر۔ ایوب صابر نے قرآن کی آیت کا غلط استعمال کر کے مرزا قادیانی کی روح کو خوش کیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔

قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء دو قسم کے تھے ایک تو خدا پر جھوٹ باندھنے والے یکتبون الکتاب باید یہو شم یقولون هذا من عند اللہ۔ جیسا کہ اس کا نقشہ آپ کو آپ کے مذہب کی مستند کتابوں نزل الابرار۔ بدور الابرار۔ عرف الہادی۔ ہدیۃ المہدی میں نظر آئے گا۔ ان حضرات نے یہ کتابیں اس دعویٰ کے ساتھ لکھیں کہ ان کتابوں کے مسائل صرف خدا اور رسول کے مسائل ہیں مگر جس اتفاق اور یقین سے آج تمام غیر مقلدین نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ ان کتابوں میں خدا رسول پر جھوٹ ہیں اتنی صفائی سے شاید یہود و نصاریٰ نے بھی اپنے احبار ربہان کے

حلاف بیان نہ دیا ہو۔ یہاں دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مولانا محمد ابن ہیمو سیالکوٹی کی شہادت۔ جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھاتے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور بعض پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لئے ایک نہایت گہری زمین روز بروز کانگریسی (کانگریسیوں کی تفرقہ ڈالو اور فتح کرو) مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں (احیاء المیت ص ۳۷)

(۲) علامہ وحید الزمان کی شہادت۔ غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل جماعتی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔

(حیات وحید الزمان ص ۱۷۱ بحوالہ لغات الحدیث)

نصیحت۔ کاش ایوب صابر کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود جلالپوری اور استاد محمد رفیق جلالپوری اپنے شاگردوں کو مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت کی یہ نصیحتیں یاد دلادیتے۔ مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقے میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ سخاوت کے ساتھ کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے (داؤد غزنوی ص ۱۹)

بنی اسرائیل میں دوسری قسم کے علماء۔ وہ تھے جن کو قرآن پاک نے ربانی فرمایا ہے اور صحیح بخاری ص ۱ پر ربانی کا معنی فقیہ لکھا ہے اور قرآن پاک میں حضرت موسیٰ کے ذکر کے بعد فرمایا ہے وجعلنا منهم ائمة یهدوننا بالصراط المستقیم

اور فقہاء بھی تھے تو امام ابو حنیفہؒ جو امام اور فقیہ ہیں ان کے لئے یہ آیات کھن پائیے
 تھیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ میں خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہوں بلکہ
 قرایا الْقِیَاسُ مُظْهِرٌ لَا مُثَبِّتٌ میں خدا رسول کے وہ احکام جو عوام کے ذہن سے
 پوشیدہ اور چھپے ہوئے ہیں صرف ان کو ظاہر کرتا ہوں، نہ پوشیدہ حکم کی تلاش گناہ ہے
 نہ اس ظاہر شدہ حکم پر عمل گناہ ہے ہم بھی ائمہ مجتہدین کو شارع نہیں بلکہ شارح سمجھتے ہیں
 وہ واسطہ فی التفہیم اور واسطہ فی البیان ہیں۔ ایوب صابری نے دو مثالیں بھی دی ہیں، ایک
 یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب (خمر) کو حرام فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے خمر کو حلال کر دیا، حنفی اب
 خدا کی بات نہیں مانتے، امام ابو حنیفہؒ کی بات مانتے ہیں، حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اور تمام
 احناف کے نزدیک خمر قطعاً حرام ہے اور پیشاب پاخانہ کی طرح نجاست غلیظہ بھی ہے۔
 جب کہ غیر مقلدین خمر کو پاک کہتے ہیں۔ ایوب صاحب جھوٹ ہتان منافق کی نشانی ہے
 نہ کہ اہل حدیث کی۔ دوسری مثال یہ دی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ
 ضرب (گوہ) حرام ہے، آپ نے فرمایا نہیں لیکن میں نہیں کھاتا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا
 ضرب مکروہ ہے، یہاں بھی ایوب صاحب اگر صحاح ستہ میں سے صرف ابو داؤد و ترمذی
 ہی دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ بعد میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب سے
 منع فرما دیا تھا۔ اب امام صاحب کا علم کامل ہے کہ دونوں باتیں سامنے ہیں اور آخری
 حدیث پر فتویٰ ہے اور ایوب کا علم ناقص ہے اور خواہ مخواہ ائمہ دین کا منہ چرہ دار ہے۔
 مولانا داؤد غزنوی کی یہ نصیحت یاد فرمائیں انہوں نے مولوی اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے
 فرمایا تھا: مولوی اسحاق جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی
 بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابو حنیفہؒ کو رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے
 تو امام ابو حنیفہؒ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں
 جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ
 حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے
 ہوں ان میں استناد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟ (داؤد غزنوی ص ۱۳۷)

آپ کے جی علماء نے ہامتی، نجر، جنگلی بٹے اور ہر سمندری جانور خواہ کتا ہو یا سگ
 مینڈک ہو یا کچھو حلال کہا ہے اور گدھ، کوسے، چمگاڈ کو حلال کہا ہے بلکہ منی تک
 کا کھانا ایک قول میں حلال کہا ہے، اس بارہ میں کوئی قطعی نصوص آپ پیش کر سکتے ہیں؟
 اگر آپ کو حلت کی نصوص نہیں اور آپ اپنے احباب و رہبان کے خلاف ان کو حرام کہیں
 تو ان کی حرمت کی نصوص تحریر فرمادیں ورنہ بتائیں کہ ان کی حلت و حرمت کن احباب و رہبان
 سے آپ نے لی ہے، آپ نے ائمہ اربعہ کو احباب و رہبان والی آیت کا مصداق قرار دیا ہے
 آپ کے بھائی اہل قرآن تمام محدثین، معذیلین اور جارجین کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے
 ہیں کیونکہ ان کے سب اصول بھی قیاسی اور ظنی ہیں۔

آپ نے ابن حجر زرقانی، زلیعی، ابن ہمام وغیرہ بہت سے علماء کے اقوال لکھے ہیں
 آپ ان کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول یا ربنا یا من دون اللہ؟ آپ نے بہت سے سوال و جواب
 اپنے قیاسات سے گھرے ہیں جب کہ آپ کے نزدیک قیاس کا رُشطان ہے۔
 آپ نے تحقیق تراویح پر قلم اٹھایا۔

(۱) آپ قرآن پاک سے نہ آٹھ رکعت تراویح کا سنت ہونا ثابت کر سکے نہ بیس
 رکعت تراویح کا منع ہونا۔

(۲) آپ کسی قولی حدیث سے آٹھ رکعت باجماعت بعد عشاء مسجد میں ختم قرآن کے
 ساتھ اس کا حکم پیش کر سکے نہ قولی حدیث سے بیس کا منع ثابت کر سکے۔

(۳) آپ نے جو فعلی حدیث پیش کی نہ اسے صحیح ثابت کر سکے نہ اس پر مواظبت ثابت
 کر سکے ہاں اس حدیث پر عمل سے انکار کر دیا جس کو تلقی بالقبول حاصل تھی۔

(۴) خلفائے راشدین سے نہ آٹھ کی کوئی غیر مضطرب روایت پیش کر سکے نہ مواظبت
 ثابت کر سکے کہ آٹھ کو سنت خلفاء ہی کہا جاتا ہاں اس کے بالمقابل ان احادیث کے انکار
 کا گناہ سر پر لیا جی پر اُمت کا توارث ہے۔

(۵) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی فقہ کے متن سے آٹھ کا سنت اور بیس کا بدعت
 ہونا ثابت نہ کر سکے۔ ہاں امام مالک کی طرف بے سند قول اور ابن ہمام کا شانہ قول پیش کیا

جو آپ کے اصول پر شرک اور ہمارے اصول پر باطل اور خرق اجماع اور حرام ہے (در مختار)
(۴) بعض ائمہ کیوں کے اقوال وہ بھی شاذ اور غیر متعلق پیش کر کے اپنے مشرک ہونے
کا ثبوت دیا۔ بعض باتیں محض بے سند لکھ کر اپنے اصول پر بے دیں بنے بعض اپنے
قیاسات لکھ کر شیطان بنے۔

ہی آپ یہ فرمائیں کہ جو مسائل صراحۃً کتاب و سنت میں نہیں ملتے ہم ان مسائل کو
اجتہاد و تقلید میں داخل سمجھتے ہیں کہ مجتہدین اجتہاد کر لیں غیر مجتہدین تقلید آپ کے نزدیک
اجتہاد کرنا شیطان کا کام ہے اور تقلید کرنا مشرک کا۔ آخر آپ کے عوام کے لئے ایسے
مسائل میں عمل کرنے کا کون سا راستہ ہے وہ عوام بچا رہے دلیل تفصیلی کو سمجھ تو کیا
سکیں اس کی تصریف بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے علماء اجتہاد تو کیا کریں گے اجتہاد کی
جامع مائع تصریف اور اس کی شرائط بھی جاری کتابوں سے چوری کئے بغیر نہیں بتا
سکتے۔ آپ کے عوام اپنے علماء سے ایسے مسائل پوچھیں، بغیر تفصیلی دلیل جانے تو مشرک
بنیں نہ پوچھیں تو ساری عمر جاہل بے عمل رہیں اور جاہل بے عمل ہی مریں، بہر حال اس
کا جواب آپ کے ذمہ ہے پیچھے جو سوالات گزرے ان کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے
ہو نہ آپ نے دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔ میں اپنی اس تحریر کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

محمد امین صفدر

اوکاڑوی

مناظر حجازہ

میں

سورۃ فاتحہ کی تشریح

مؤلف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کی لازوال دولت سے نوازا۔ اور درود و سلام اس ذات مقدس پر جس کی شریعت کاملہ دونوں جہاں کی کامیابی کی ضامن ہے اور کرداروں رحمتیں نازل ہوں آئمہ مجتہدین پر جنہوں نے کتاب و سنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔

ناظرین کرام برصغیر پاک و ہند میں دولت اسلام لانے والے بزرگ اہل سنت و الجماعت حنفی ہی تھے اور بارہ سو سال تک اس علاقہ میں اتفاق و اتحاد کا موسم بہا رہا۔ نہ نماز پر لڑائی تھی نہ وضو پر نہ جمعہ میں نہ عید میں۔ لیکن برطانوی سامراج کے منحوس قدم جو نہی یہاں پہنچے، اختلافات کی آندھیاں اور نفاق کے طوفان مٹا دیے۔ امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ مسلمان کو مسلمان سے بھڑا دیا گیا۔ امت مسلمہ میں لڑائی جھگڑا پیدا کرنے میں سب سے بڑا کردار فرقہ غیر مقلدین نے ادا کیا۔ کیونکہ اس فرقہ کا خمیر ہی بدگمانی۔ بدزبانی اور فتنہ فساد سے اٹھایا گیا ہے۔ چنانچہ اس فرقہ نے مساجد کو میدان جنگ بنا دیا ہے۔ ان کو مسلمانوں کا اکٹھا ہونا ایک نظر نہیں بھاتا۔ جہاں مسلمان اکٹھے ہوئے یہ نفاق اور فساد کی چنگاریاں بن کر رونما

ہوئے۔ اخوت و مودت کی حیات آفرین فضا کو ایسا مکد کر دیا کہ جو مسلمان جسد واحد کی طرح یک جان و دو قالب کا مصداق تھے ان میں عداوت نفرت اور بغض و عناد کے بیج بڑھتے کہ جس کا ثمرہ باہمی گالی گلوٹح بلکہ ذلکا فساد اور لڑائی جھگڑا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپ مسجد میں جماعت کے لئے اکٹھے ہوں وہاں پھوٹ ڈال دیں گے آپ جمعہ ادا کرنے کیلئے جمع ہوں چند سیکنڈوں میں لڑا دیں گے۔ آپ عید ادا کرنے اکٹھے ہوں۔ وہ فتنہ کھڑا کریں گے کہ الامان الحفیظ۔ حج کا عظیم اجتماع ان کی فتنہ پروازیوں سے قدم سے محفوظ تھا لیکن گذشتہ سال وہاں بھی ایسا فتنہ کھڑا کیا کہ تاریخ عالم میں اتنا عظیم فتنہ نظر نہیں آتا۔ حرم شریف کو ناپاک کیا گیا۔ اور ۱۶ دن خدا کے بندے خدا کے گھر کے طواف سے محروم کر دیئے گئے۔ نماز جنازہ کا وقت جو انتہائی غم و حدیمہ کا وقت ہوتا ہے۔ سب لوگ اختلافات ختم کر دیتے لیکن ان کا فتنہ اس موقع پر بھی دیدنی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے منہ میں زبانیں نہیں رہیں۔ ڈنگ ہیں بس فتویٰ بازی شروع ہو جاتی ہے تم سب بے نماز ہو تم میں سے کسی کی نماز جنازہ نہیں ہوئی تمہارے بارہ سو سال کے جتنے بزرگ قبروں میں دفن ہیں سب بلا جنازہ دفن ہیں۔ مر گئے مرد و نہ فاتحہ نہ درود معاذ اللہ استغفر اللہ۔ اس لئے خیال آیا کہ نماز جنازہ کا طریقہ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کر دیا جائے تاکہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے دلوں کو اطمینان نصیب اور شاید کسی غیر مقلد ہدایت نہ یب ہو جائے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ و سَلِّ عَلَیْہِمْ اِنْ کَانَ جَنَازَہُ اَدَاکُمْ۔ اس سے تو فرض ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن جب ایک جنازہ آیا جس کے ذمہ قرض تھا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی لیکن صحابہ کو فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ فرض عین نہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی ترک نہ فرماتے۔ اسی لئے اہل سنت و جماعت نماز جنازہ کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

شرائط جنازہ

۱۔ اسلام نماز جنازہ ادا کرنے کی پہلی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کبھی کافروں کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہو کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرو (التوبہ) اس لئے کسی کافر، مرزائی، قادیانی، لاہوری، منکر قرآن منکر حدیث کی نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں۔

۲۔ طہارت :- میت کو غسل دینا فرض ہے تاکہ وہ نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہو جائے اس طرح ضروری ہے کہ جسم کی طرح اس کا کفن بھی پاک ہو اور جس چارپائی وغیرہ پر جنازہ رکھا جائے وہ بھی پاک ہو۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

۳۔ جنازہ کا سامنے ہونا :- نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ میت کا کل بدن یا اکثر بدن جنازہ پڑھنے والوں کے سامنے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ ادا فرماتے تو جنازہ سامنے

رکھتے آپ کے بہت سے صحابہ مدینہ منورہ سے باہر فوت ہوئے لیکن آپ نے کبھی کسی صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سے صحابہ مدینہ منورہ سے باہر رہتے تھے جب کوئی صحابی مدینہ منورہ میں فوت ہوتے تو کسی جگہ بھی ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی مسلمانوں کو جو عقیدت خلفائے راشدین - عشرہ مبشرہ - اصحاب بدر - اصحاب احد - اصحاب بیت رضوان امہات المؤمنین - سیدہ فاطمہ الزہراء - حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تھی اور ہے وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں لیکن ان میں سے کسی ایک کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی۔ اگر کوئی صاحب ان میں سے کسی ایک کی بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا صحیح سند سے ثابت کر دیں تو فی حدیث ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا

حضرت نجاشیؓ کی نماز جنازہ :- حضرت نجاشی مسلمان تھے آپ فوت ہوئے تو وہاں کوئی مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ تھا۔ اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ حبشہ میں حضرت نجاشیؓ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ پر بیت المقدس مکتوف فرما دیا تھا اسی طرح حضرت نجاشیؓ کا نماز جنازہ آپ پر مکشوف فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں ہم سب صحابہ بھی یہ خیال کر رہے تھے۔ اِنَّ جَنَازَتَہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ کہ حضرت نجاشیؓ کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے صحیح ابن حبانؒ

فرماتے ہیں ہماری یہی رائے تھی کہ جنازہ ہمارے آگے ہے (صحیح ابوداؤد)
وما نحسب الجنائزۃ الا موضوعۃ بین یدیه - ہمارا یہی گمان تھا کہ جنازہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا ہوا ہے (مسند احمد ۴/۴۷۷)
پس یہ آپ کا معجزہ تھا اور یہ جنازہ غائبانہ نہیں تھا کیونکہ نجاشی کا جنازہ
آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا ہر حال کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھنا کسی صحیح
سند سے ثابت نہیں ہے۔

نماز جنازہ دراصل وعظ ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلیتہم
علی المیت فاخلصوا الہ الدعاء
رواہ ابوداؤد وصحیح ابن حبان
در بلوغ المرام ص ۱۸۰
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا جب تم مردہ پر نماز پڑھو تو نہایت
خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا
کرو

اس حدیث سے مراد وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر تیسری اور چوتھی
تکبیر کے درمیان پڑھی جاتی ہے (مرقات ص ۵۹ قنات ص ۵۷ عین الہدایہ ص ۵۰)
دعا کا طریقہ حضرت فضالہ بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا

اذا صلی احدکم فلیبدا بتحمید
ربہ بجل وعز والثناء علیہ ثم یصلی
علی النبی ثم یصلی بعد بما شاء
جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو
پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت و ثناء بیان
کرے پھر اللہ تعالیٰ کے نبی پر

ابو ہریرہ (ترمذی - نسائی - بیہقی)
نماز - احمد

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت رسول
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی ساتھ تھے۔
جب میں (تشہد کیلئے بیٹھا) تو

بدأت بالثناء علی اللہ تعالیٰ ثم
الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ثم دعوت لنفسی
میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان
کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ تیری دعا قبول ہوگی مانگ تیری
دعا قبول ہوگی (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی مقبولیت کے لئے سنت طریقہ
یہ ہے کہ پہلے ثنا ہو پھر درود پھر دعا۔ نماز جنازہ بھی چونکہ دعا ہے اس لئے
اس کی ترتیب بھی یہی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

طریقہ نماز جنازہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا
کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں تو فرمایا میں جنازہ کے پیچھے چل کر جاتا
ہوں پھر جب جنازہ نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ کبرت و حمدت اللہ۔ و

صلی علی نبیہ ثم اقول اللھم الخ مو طامالک ص ۱۸۰ میں پہلی تکبیر کہتا
ہوں پھر اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں۔ پھر نبی پر درود پڑھتا ہوں پھر میت کے
لئے دعا مانگتا ہوں۔ حضرات دیکھئے حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ کا طریقہ بتا

اس میں سورت فاتحہ پڑھنے کا ذکر تک نہ کیا۔
مرکز اسلام مدینہ منورہ :-

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوٰۃ علی الجنائزہ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کرتے تھے۔

حضرت سالم بن ابی عمر کے فرزند تھے اور فقہاء سبعہ میں سے تھے جن کا فتویٰ چلتا تھا فرماتے ہیں لا قرأۃ علی الجنائزہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹) نماز جنازہ میں کوئی قرأت نہیں نہ فاتحہ اور حضرت سالم کے بعد مدینہ منورہ میں بلا شرکت غیرے امام مالک کا فتویٰ جاری ہوا آپ فرماتے ہیں۔

قرأۃ الفاتحہ لیس معمولاً بھائی بلدنا فی الصلوٰۃ الجنائزہ (بعد القای) شہر میں عمل نہیں ہے۔

ابن بطل شاری بخاری فرماتے ہیں کہ جو صحابہ جنازہ میں فاتحہ پڑھتے والوں پر انکار فرماتے تھے۔ ان میں حضرت عمر بن الخطاب حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ میں فوت ہوئے خلافت راشدہ سے لے کر ۱۹۰ھ تک مدینہ منورہ میں جو جنازے پڑھے گئے ان میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی۔ صحابہ تابعین تبع تابعین میں سے مدینہ منورہ میں ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جو نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض کہتا ہو۔ اور اس نے یہ فتویٰ دیا ہو مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے قبرستان میں جتنے لوگ دفن ہیں۔ سب

سازہ دفن ہیں۔ اور تو اور کوئی مالی کالال یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ خلفائے راشدین۔ یا عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کے جنازہ میں فاتحہ پڑھی گئی ہو۔ دیدہ باید نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے از مائے ہوئے ہیں۔ دارالاسلام مکہ مکرمہ :- مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے خود جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ کے شاگرد تبع تابعی ہیں پورا خیر القرون ان کی نظر میں ہے آپ سے جب نماز جنازہ کی فاتحہ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ حیران ہو کر فرماتے ہیں ما سمعنا بهذا ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹) ہم نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا کبھی سنا ہی نہیں بلکہ طاؤس و عطاء کان یذکر ان القراءة علی الجنائزہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹) حضرت طاؤس اور حضرت عطاء دونوں نماز جنازہ میں قرأت (فاتحہ پڑھنے) کا انکار فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے خیر القرون میں مکہ معظمہ میں ایک شخص بھی نماز جنازہ میں فرضیت کا قائل نہ تھا۔ سب جنازے بغیر فاتحہ کے پڑھے جاتے تھے اور فاتحہ نہ پڑھنے والوں پر کسی نے کبھی انکار نہ کیا اور ان کے لئے فاتحہ نہ درود مرگئے مردود کی پھبتی نہ کسی اور اگر کسی بھولے سے پڑھ لی ہو۔ تو اکابر علماء نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا چنانچہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی۔ چونکہ خیر القرون میں یہ ایک انوکھی بات تھی اسی وقت آپ کا بازو پکڑ کر پوچھا گیا کہ یہ کیا؟ آپ نے انہا سنہ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ نماز جنازہ

پڑھنے کا ایک غیر معروف طریقہ ہے جسے عام صحابہ تابعین نہیں پہچانتے اس لئے آپ نے لفظ سنت کو نکرہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے بھی کبھی فاتحہ نہ پڑھی بلکہ جب آپ نے حضرت ابو حمزہؓ کو نماز جنازہ کا طریقہ سکھایا تو فرمایا تصلى على الجنازة - تسبیح و تکبیر ولا ترکح ولا تسجد سندہ صحیح فتح الباری ص ۲۴۲ یعنی نماز جنازہ میں تسبیح و تکبیر ہے رکوع سجدہ نہیں قرأت کا ذکر تک نہ فرمایا۔

دارالاسلام کوفہ بر کوفہ حضرت فاروق اعظمؓ نے آباد کیا یہاں تقریباً ست سو صحابہ قیام پذیر ہوئے یہاں کے پہلے شیخ القرآن والحديث والفقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ آخر میں حضرت علیؓ نے اس کو دار الخلافہ بنالیا یہ خلافت راشدہ کا آخری مرکز ہے آخری خلیفہ راشد حضرت علیؓ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو ببدأ الحمد ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللہم لے دعا فرماتے۔

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نہ خود جنازہ میں فاتحہ پڑھتے تھے بلکہ پڑھنے والوں پر انکار فرماتے تھے۔ دور تابعین میں امام شعبیؒ کا فتویٰ چلتا تھا یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا یہ بھی نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے (ابن شیبہ ص ۲۹۵) اور امام شعبیؒ اور نخعیؒ فرمایا

کرتے تھے لیس فی الجنازہ قرأتہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹) یعنی میں کوئی قرأت نہیں نہ فاتحہ نہ اور کچھ۔

پھر اس دارالعلم کی سربراہی امام الائمہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ہاتھ آئی آپ کا فتویٰ ساری دنیا میں چل رہا ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ کی قرأت نہیں ہے۔

الحاصل دارالعلم کوفہ میں بھی پورے خیر القرون میں ایک نام بھی نہیں لیا جاسکتا جو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتا ہو اور یہ اعلان کرتا ہو کہ جو نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں ہوتی۔ بصرہ سے یمن تک۔ آپ اکتا جائیں گے اس لئے میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ بصرہ جو خیر القرون میں اسلام کا گہوارہ تھا وہاں بھی علامہ محمد بن سیرینؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں اور یمن کے طاؤسؒ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹) لیکن بصرہ سے لے کر یمن تک پوری اسلامی دنیا میں ایک شخص نے بھی ان کی تردید نہ کی کہ سورۃ فاتحہ جنازہ میں فرض ہے تم فرض کے منکر ہو فرض سے روکتے ہو۔ تمہارے جنازے باطل ہیں کیا ہے کوئی غیر مقلد جو خیر القرون میں ایک ہی اپنا ہمنوا تلاش کر لے۔

الحاصل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ فرض ہے جس جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے جنازہ باطل ہے۔ دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں ایسی حدیث موجود نہیں ہے

اگر کوئی غیر مقلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا حکم دکھا دے تو ہم مبلغ
دس ہزار روپیہ رائج الوقت انعام دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ تم اپنے اس
محسن اعظم کو بھی ساتھ ملا لو جس نے تمہیں ان فتنہ پردازوں کے لئے
جاگیریں دیں اور خزانوں کے منہ کھول دیئے اور جس نے تمہیں اہل حدیث
کا نام الاٹ کیا پھر بھی تم ایسی حدیث پیش نہیں کر سکو گے۔ آؤ ہمت کرو۔
اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم یہ حکم نہ دکھا سکو اور قیامت تک نہ
دکھا سکو گے تو کسی ایک خلیفہ راشد سے ہی فرضیت کا حکم دکھا دو اگر یہ
بھی نہ کر سکو تو پورے خیر القرون میں لاکھوں صحابہ کرام و ڈروں تابعین و تبع
تابعین میں سے صرف ایک نام ایسا پیش کرو جو نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض
اور دنیا بھر کے جنازوں کو باطل کہتا ہو۔ سنو میں تمہیں بے انگ دہل کہتا
ہوں۔ عورتوں کی طرح نقاب میں نہ چھپ جانا گوہ کی طرح بل میں نہ کھس
جانا بچو کی طرح عقب میں نہ سمٹ بیٹھنا۔ مردوں کی طرح ایسا حکم پیش
کرو اور نہ ہو سکے تو ضد کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آ جاؤ۔

فائدہ :- ان احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ نماز جنازہ کا مقصد میت
کے لئے دعا ہے سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثنا ہے یا اپنے لئے
دعا ہے اس میں میت کے لئے دعا کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اب نہ
جانے غیر مقلد کس لئے اس کی فرضیت پر زور دے رہے ہیں جب کہ
جنازہ کا اصل مقصد میت کے لئے دعا اس میں سرے سے موجود ہی
نہیں۔ ہاں دعا سے پہلے ثناء پڑھنا سنت ہے اگر ثناء کی نیت سے۔

کہ بی پڑھے تو گنجائش ہو سکتی ہے۔

التنبہ لایقظ السفیہ :- غیر مقلد حضرات سے عرض ہے کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تم کون
ہو فرض کہنے والے کیا تمہیں ابن مسعود کا وہ ارشاد عالی یاد نہیں کہ اپنی
نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرو اور نماز میں شیطان کا حصہ شامل کرنے
کا مطلب یہ ہے کہ دائیں طرف سے پھرنا رجو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا اکثری عمل ہے لیکن ضروری اور فرض واجب نہیں اس کو ضروری
سمجھنا بدعت اور شیطان کا حصہ ہے (بخاری)

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ
فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تو تمہارا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض قرار
دینا اپنے جنازہ میں یقیناً شیطان کا حصہ شامل کرنا ہے۔ کیا ہم غیر مقلدوں
سے یہ امید رکھیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے
ڈریں گے اور اپنے جنازوں کو شیطان کے دخل سے پاک کر لیں
گے۔ ہاں دیکھنا شیطان کی طرح یہ پروپیگنڈہ نہ کرنا کہ فاتحہ کو شیطان کا
حصہ کہہ دیا بلکہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینے کو حضور نے
خود شیطان کا حصہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو دائل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک
میں جنازے کی نماز سات۔ چھ۔ پانچ اور چار تکبیروں سے ہوتی رہی حضرت
عمرؓ کے زمانہ میں اس اختلاف کو ختم کیا گیا۔

فجمع عمر الناس على اربع
ما طول الصلوة رواه البيهقي
يعنی حضرت عمرؓ نے سب کو پیر
تکبیروں پر جمع فرما دیا کہ
بڑی نماز کی چار ہی رکعتیں ہیں۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں کوئی نماز دو
رکعت ہے کوئی تین رکعت کوئی چار رکعت۔ ایک سلام سے چار
رکعت سے زیادہ کوئی فرض نماز نہیں ہے اور نماز جنازہ کی ہر تکبیر
ایک رکعت کے قائم مقام ہے تو زیادہ سے زیادہ چار تکبیریں ہی
ہو سکتی ہیں کیونکہ بڑی سے بڑی نماز چار رکعت سے زیادہ نہیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ نماز جنازہ کی تکبیرات
کو فرض نماز کی رکعات کے قائم مقام جانتے تھے۔ تو اگر نماز جنازہ
میں قرأت فرض یا واجب یا سنت بھی ہوتی تو نماز جنازہ میں چار دفعہ
فاتحہ پڑھنی فرض ہوتی۔ کیونکہ چار رکعت نماز میں چار مرتبہ
فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں مستقل فاتحہ تو چار تکبیروں
میں بھی چار مرتبہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے لیکن سوائے ابن حزم کے
پوری امت میں کوئی شخص بھی جنازہ میں چار مرتبہ فاتحہ کی فرضیت
کا قائل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں وہ
اس کو قرأت کی نیت سے بالکل نہیں پڑھتے ثنا کی نیت سے
پڑھتے تھے۔ کیونکہ چار رکعت نماز میں قرأت چار مرتبہ ہوتی ہے۔
اور ثنا ایک مرتبہ۔ چار رکعت میں جس کسی نے بھی صرف ایک

مرتبہ فاتحہ پڑھی وہ ثنا ہی ہے قرأت نہیں۔
کیا یہ نیت ثنا فاتحہ پڑھ لینا چاہیئے۔ ہمارے مسلک حنفی میں
اصل ثناء سبحانک اللہم ہی ہے جو ہر نماز میں بطور ثنا پڑھی
جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ سورۃ فاتحہ بھی ثنا کی نیت
سے پڑھ لے تو جائز ہے لیکن آج کل نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔
غیر مقلدین کی فتنہ پر دازی۔ غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہیں ہے
ان کا کام فتنہ فساد اور عوام کو پریشان کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم
فاتحہ پڑھ لیا کرو اگرچہ ثناء کی نیت سے ہی پڑھو پھر نماز جنازہ صحیح
ہوگی۔

ان سے کوئی پوچھے کہ اگر ظہر کے چار فرض کوئی شخص فرض کی
نیت سے نہ پڑھے نفل کی نیت سے پڑھ لے تو کیا اس کی نماز
ظہر ہو جائے گی۔ ایک آدمی زکوٰۃ نہیں دیتا وہ دس روپے کسی
کو دے رہا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میری نیت زکوٰۃ کی نہیں
صرف ہدیہ دے رہا ہوں تو کون جاہل کہے گا کہ اس کی زکوٰۃ ادا
ہو گئی۔ دوستو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

انما الاعمال بالنیات عمل کا دار و مدار نیت پر ہے جب ایک آدمی فرض
کی نیت ہی نہیں کرتا بلکہ وہ صاف اس کے فرض ہونے کا انکار کر
رہا ہے تو اس کا فرض کیسے ادا ہو جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے

کی جب انہیں کوئی دلیل کتاب و سنت میں نہیں ملتی تو بھروسہ
بجائے حنفی عوام کو دھوکا دینے کے لئے ثنا کے طور پر فاتحہ پڑھنے
کا مسئلہ سنا دیتے ہیں جس سے عوام تو دھوکہ کھاتے ہیں لیکن اہل علم
سمجھ لیتے ہیں کہ اب فرضیت کا انکار کر دیا ہے۔ غیر مقلدیت دم توڑ
گئی ہے۔ نہ قرآن نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا نہ حدیث صحیح فرضیت
کی ملی بے چارے کا سہ گدائی لے کر فقہا کی چوکھٹ پر بھی گئے لیکن
بھیک نہ ملی آخر فقہ کی چوکھٹ پر فاتحہ کی فرضیت کے عقیدہ کو ذبح
کر کے بطور ثناء فاتحہ پڑھنے کا وعظ شروع کیا۔

حنفی مذہب :- حنفی مسدک میں صبحانک اللہم بالاتفاق ثناء ہے
لیکن جنازہ میں فاتحہ اگر بہ نیت ثنا پڑھی جائے تو گنجائش ہے اگر قرأت
کی نیت سے پڑھی جائے تو مکروہ تحریمہ ہے چونکہ عوام کے لئے اس باریک
فرق کا لحاظ رکھنا مشکل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دُعَا مَا
یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ یعنی مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز پر عمل
کرو تو فاتحہ پڑھنے میں مکروہ تحریمہ ہونے کی وجہ سے گناہ کا خطرہ موجود
ہے اور صبحانک اللہم پڑھنے سے کوئی خطرہ نہیں اس لئے فاتحہ
سے پرہیز میں ہی احتیاط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ غیر مقلدین فاتحہ کو بلا دلیل فرض قرار دے
رہے ہیں اور بلا دلیل شریعت میں کسی عمل کو فرض قرار دینا نماز میں شیطان
کا حصہ شامل کرنا ہے تو جب غیر مقلدین اپنی نماز میں شیطان کا حصہ داخل

کر چکے اب فاتحہ کسی نیت سے بھی پڑھی جائے اس سے شیطان کی تائید
ہوگی اس لئے اس سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے۔

دلائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا فرض
ہے۔ اس کے بغیر نماز جنازہ باطل ہے۔ ظاہر ہے کہ فرضیت ثابت کرنے
کے لئے دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل کی ضرورت ہے قطعی الثبوت
کا یہ مطلب ہے کہ وہ یا آیت قرآنی ہو یا حدیث متواتر اور قطعی الدلائل
ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا معنی صاف یہ ہو کہ فاتحہ جنازہ میں فرض
ہے جو نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بیکار ہے۔

لیکن غیر مقلدین جو دلائل بیان کرتے ہیں ان میں سے نہ کوئی قطعی الثبوت
ہے یعنی نہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں نہ حدیث متواتر اور نہ ہی کوئی
قطعی الدلائل ہے یعنی کسی حدیث کا یہ معنی نہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ
کے نماز جنازہ باطل اور بے کار ہے۔

وہ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ اس قدر ضعیف ہیں کہ فرض واجب
ہونا تو کجا ان ضعیف حدیثوں سے تو فاتحہ کا سنت یا مستحب ہونا بھی
ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱۔ عن ام عقیف قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان نقرأ بفاتحہ الكتاب (طبرانی) ام عقیف کہتی ہیں کہ ہمیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔

اس میں اولاً تو سرے سے نماز جنازہ کا ذکر ہی نہیں پھر یہ نہایت درجہ کی ضعیف ہے چنانچہ اس کی سند میں عبد المنعم البوسعید ہے جو ضعیف ہے۔
(رجمع الزوائد ص ۳۳)

۲۔ عن ام شریک قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ علی الجنائزہ بفاتحہ الكتاب (ابن ماجہ) یعنی ام شریک فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم عورتوں کو جنازہ پر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجر نے تلخیص الجیر میں اس کی سند کو بھی ضعیف کہا ہے۔
۳۔ عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی الجنائزہ فاقرأوا بفاتحہ الكتاب (طبرانی) حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو فاتحہ پڑھا کرو۔

اس کی سند میں معالیٰ بن جریر ہے جس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں پس حدیث ضعیف ہے۔

۴۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنائزہ بفاتحہ الكتاب (ابن ماجہ ترمذی) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی۔
اس کی سند میں ابو شیبہ ہے جس کو غیر مقلدین بالاتفاق ضعیف کہتے ہیں۔

۵۔ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بامر القرآن

بعد التکبیر الاولی (کتاب الام) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی۔

اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے جو متروک ہے۔
یہ پانچ روایات ہیں جو کہ سب ضعیف ہیں ان سے تو فاتحہ کا سنت ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

نیز پہلی تین حدیثوں میں عورتوں کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتیں جن پر جنازہ پڑھنا فرض نہیں ان کو آپ نے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن مرد جن پر جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے ان کو ایک مرتبہ بھی فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نخصینا عن اتباع الجنائز کہ ہم عورتوں کو جنازہ پڑھنا تو کجا اس کے ساتھ جانے سے بھی روک دیا گیا۔ چنانچہ کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ اس وقت عورتیں جنازہ گاہ میں جا کر جنازہ پڑھتی ہوں۔ پس یہ اس پہلے زمانہ کی حدیثیں ہیں جب عورتیں بھی جنازہ پڑھ لیا کرتی تھیں۔ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کا نہ حکم دینا ثابت ہے نہ خود پڑھنا اس لئے باوجود ضعیف ہونے کے ان احادیث میں منسوخ ہونے کا قوی شبہ ہے اور صحابہ تابعین تبع تابعین کے نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھنے سے تو ان ضعیف روایات کے منسوخ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

چار تکبیریں :- نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں حضرت آدم علیہ السلام حضرت
ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ سب کی نماز جنازہ چار
تکبیروں سے ہی پڑھی گئی (حاکم بیہقی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت
میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ اب جنازہ چار ہی تکبیروں سے پڑھا جائے
گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں چار تکبیروں سے ہی
جنازہ پڑھاتے رہے (کتاب الآثار محمد)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کبر علی جنازۃ
فرغ یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم
وضع الیمنی علی الیسری۔

ترمذی ص ۱۷۱

عن ابی ہریرۃ قال من السنۃ
وضع الکف علی الکف تحت السوۃ
ابوداؤد ص

عن ابن عباس ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع
یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ
ثم لا یعود دارقطنی ص ۱۷۱

شناو :- پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے پھر ہاتھ نیچے ناف کے نیچے

بندھے اور سبحانک اللہم پڑھے جس طرح نماز میں ثنا پڑھتے
ہیں۔

فتنہ :- غیر مقلدین کے پاس شور و شرقتہ فساد کے سوا اور کچھ
نہیں جب فتنہ برپا کرنے کا اور بہانہ ملا تو ایک اشتہار شائع کیا اس
میں ایک طرف سبحانک اللہم لکھا جس طرح ہم سب نماز میں پڑھتے
ہیں۔ دوسری طرف سبحانک اللہم میں جل ثناؤک زیادہ کر دیا ہے
بس آسمان سر پر اٹھالیا

میں نے اس غیر مقلد سے کہا کہ جتنی ثنا آپ نے لکھی ہے خاص
نماز جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی پڑھنی تم ثابت کر دو
جل ثناؤک میں دکھا دوں گا۔ آج چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے وہ پریشان
ہے اسے حدیث نہیں مل رہی وہ اپنے ضمیر اور اپنی ساری جماعت کو
لعنت ملامت کر رہا ہے کہ ایسی حدیث تلاش کر دو مگر کسی کو ہمت نہیں
ہوئی۔ ایک دوسرے غیر مقلد سے میں نے کہا کہ حنفی فقہ کی معتبر کتاب
سے ہمیں یہ دکھا دو کہ نماز جنازہ کی ثنا میں جل ثناؤک ضروری ہے
وہ بھی نہیں دکھا سکا پھر دیکھئے ایک خود بہتان تراشتے ہیں پھر خود
ہی فتنہ کھڑا کرتے ہیں۔ اس لئے تو نواب صدیق حسن کو لکھنا پڑا کہ
ان هذا الاقتنۃ فی الارض وفساد کبیر والمخطئۃ یہ فرقہ خدا کی زمین میں
فتنہ وفساد پھیلانے کا ٹھیکیدار ہے۔

ہم تو یہ کہتے ہیں اگر کوئی جل ثناؤک پڑھے تو روکیں گے نہیں

اور اگر نہ پڑھے تو حکم نہیں دیں گے۔ کیونکہ مشہور احادیث میں جل
ثناء کا ذکر نہیں حافظ الحدیث ابن شجاع کتاب الفردوس میں حدیث
لائے ہیں۔

عن ابن مسعود من أحب الكلام إلى حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں
عز وجل ان يقول العبد سبحانك کہ اللہ جل شانہ کو یہ کلام بہت محبوب
اللہم وبحمدك وتبارك اسمك ہے۔ سبحانك اللہم وبحمدك
وتعالى جددك وجل ثناءك ولا وتبارك اسمك وتعالى جددك
الہ غیرك وجل ثناءك ولا الہ غیرك

اسی طرح کی روایت ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
سے نقل فرمائی ہے۔ دیکھئے غیر مقلدین ان دونوں حضرات کو کن کن القاب
سے نوازتے ہیں۔ جبکہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی ان کو بدعتی
نہیں کہا اور مناظرہ کا چیلنج نہیں دیا

دوسری تکبیر۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے اور وہی
درود شریف پڑھنا بہتر ہے جو ہم عام نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ لیکن ان
فتنہ پردازوں نے یہاں بھی شرارت کھڑی کر رکھی ہے تمکے کی کتابوں
سے یسرنا القرآن وغیرہ سے وَحَمْدُكَ وَتَوْحِيدُكَ کے الفاظ سنا کر چیلنج
کرتے ہیں کہ یہ الفاظ کس حدیث میں ہیں اور بیچارے عوام کو پریشان
کرتے ہیں۔ ان جاہلوں کو یہ بھی علم نہیں کہ مذہب حنفی مستند کتابوں میں
درج ہے۔ اگر مذہب حنفی پر اعتراض کرنا مقصود ہے تو مذہب حنفی کی

مستند کتاب سے وہ مکمل درود شریف دکھاؤ کتنی ڈھٹائی ہے کہ یسرنا القرآن
سے عبارت نقل کر کے ہدایہ۔ در مختار اور خود امام ابو حنیفہؒ کے خلاف شرانگیز
شروع کر دی جائے۔

ہاں ہم بھی غیر مقلدوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز جنازہ میں خاص یہ درود ابراہیمی مقرر فرمایا ہے یا یہ غیر مقلدوں
نے خود مقرر کر لیا ہے۔ اگر کوئی صحیح صریح حدیث آپ کے پاس ہے کہ
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں لفظ بہ لفظ یہی درود ابراہیمی
مقرر فرمایا ہے تو وہ حدیث لاؤ ہم مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے
اور اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مقرر کرنا نہ دکھا سکو تو تم کون ہو
جو مقرر کرنے والے۔ جو نسا درود کوئی چاہے پڑھے۔ اگرچہ افضل یہی
درود ابراہیمی ہے بلکہ حدیث شریف سے تو صاف ثابت ہے کہ کوئی
درود دعا مقرر نہیں۔

عن جابر قال ما اباح لنا حضرت جابر فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول پاکؐ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت
ولا ابو بکر ولا عمر فی شئ ما اباحوا عمرؓ نے نماز جنازہ کے لئے کوئی
فی الصلوۃ علی المیت یعنی لم یوقت چیز مقرر نہیں فرمائی۔
(ابن ماجہ ص ۳۵)

نوٹ :- حافظ ابن حجر نے تلخیص الجبیر میں اس حدیث کا ترجمہ یہ کیا
ہے کہ رسول پاکؐ، ابو بکر صدیقؓ اور عمرؓ نے کبھی نماز جنازہ بلند آواز سے نہیں

پڑھی۔

غیر مقلدیت کے عناصر اربعہ کا فتویٰ

مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی فرماتے ہیں "میرے فہم میں یہ سب تشددات (یعنی بے جا سختی) ہے الفاظ ماثورہ (جو حدیث میں آئے ہوں) پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے تبلیہ رسول میں لبیک و سودیک والخیر بیک لبیک والربنا والیک والعمل کے الفاظ زیادہ کر لئے۔ اسی طرح بہت مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور علمائے اسلام الفاظ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات (دعاؤں) میں بعض الفاظ زیادہ کرتے ہیں اور یہ تعامل بلا نکیر جاری رہا نماز میں بھی اگر ادعیہ ماثورہ (حدیث کی دعاؤں) پر زائد دعا پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے حمد اکثر والی غیر ماثورہ دعا پڑھی تو آپ نے فرمایا تیس سے کچھ زیادہ فرشتے اس کے لکھنے کو آئے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ماثورہ پر زیادت جائز ہے کیونکہ یہ دعا اس نے اپنی طرف سے زیادہ کی تھی۔۔۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اس کے نظائر بکثرت ہیں اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی عریکہ اس قسم کی زیادات بدعت سے نہیں بلکہ فمن تطوع خیراً فہو خیر لہ (جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے) میں داخل ہے فقط عبد الجبار عفی عنہ۔ سید محمد حسین

عبد الرحمن مبارکپوری۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۱۱۱

عون المعبود شرح الوداؤد ص ۹۹

ایسے غیر مقلدین کے ان چاروں علماء نے فیصلہ ہی کر دیا کہ درود و دعائیں الفاظ حسنہ کی زیادتی صحابہ کرام سے لے کر آج تک بلا نکیر جاری رہی ہے۔ اب غیر مقلدوں کو سوچنا چاہیے کہ جن باتوں پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک چودہ سو سال میں کسی نے انکار نہیں کیا آج تم ان باتوں پر فتنے کھڑے کر کے مسلمانوں میں کیوں سر پھٹول کر رہے ہو۔ کیا ہے کوئی غیر مقلد جو اپنے ان چاروں علماء کی قبریں اکھاڑے کہ تم احادیث سے زیادت کا جواز ثابت کر کے ہماری فتنہ پردازیوں پر کیوں پانی ڈالا۔

تیسری تکبیر :- کے بعد بالغ مرد اور عورت کے لئے مشہور دعا ہے اگرچہ غیر مقلدین نے اس دعا کے الفاظ میں تو اختلاف نہیں کیا لیکن بھی رگ شرارت رہ نہیں سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز جنازہ میں ایک ہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ کبھی تین چار دعائیں اکٹھی کر کے نہیں پڑھیں نہ ان کو ضروری قرار دیا لیکن آج رو پڑی صاحب اپنی تقریروں میں ایک دعا پڑھ کر جنازہ ختم کرنے کو جھٹکا کرنا کہتے پھرتے ہیں۔ دیکھو سنت رسول کے لئے یہ مکروہ تشبیہ اور پھر بھی نام الہی حدیث عم برکتہ نہند نام رنگی کا فور۔ حالانکہ جماعت کی نماز میں تحفیف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحب فرمایا۔ اور تطویل کرنے کو فتنہ پرداز فرمایا۔ اقتان

انت یا معاذ۔ لیکن غیر مقلدین کو فنان بننا ہی پسند آتا ہے۔
 نابالغ میت :- ابن حزم غیر مقلد نے تو یہ لکھا ہے کہ نابالغ بچے کا جنازہ
 ہی نہیں پڑھنا چاہیئے اسے بلا جنازہ ہی دفن کرنا چاہیئے۔ لیکن آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ اس نابالغ کی نماز جنازہ پڑھی جائے
 بالمغفرۃ والرحمة (ترمذی وقال اور اس کے ماں باپ کے لئے رحمت
 صحیح) اور بخشش کی دعا کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللہم اجعلہ لنا فرطاً و
 سلفاً و اجراً (بیہقی) امام حسن بصری بھی ایسی ہی دعا پڑھتے تھے۔
 (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء نے جو نابالغ کے لئے بالغ سے علیحدہ
 دعا لکھی ہے۔ ان کی دلیل یہی احادیث ہیں۔
 چوتھی تکبیر :- چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام کہے۔ حضرت عبداللہ
 بن ابی اوفیٰؓ نے روایت فرمایا۔ سلم عن یمنہ وعن شمالہ (بیہقی)
 یعنی دائیں بائیں دو سلام کہے۔

حضرت عبداللہؓ بھی فرماتے ہیں التسليم على الجنازة كما التسليم في
 الصلوة وتلخيص الجبیر ص ۱۳۲) یعنی جنازے کا سلام نماز کے سلام کی
 طرح ہی ہے۔

نماز جنازہ آہستہ پڑھنی چاہیئے۔ بر قبل ازیں یہ لکھا جا چکا ہے کہ نماز

دعا ہے اور دعا کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے
 ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ اند لا یجب المعتدین۔ اللہ تعالیٰ اسے
 دعا عاجزی سے اور آہستہ کیا کرو اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں
 کو پسند نہیں فرماتے۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جنازہ پڑھنے کا سنت
 طریقہ یہ ہے کہ سرّاً فی نفسہ دل ہی دل میں پڑھا جائے اور قنّاوی
 علمائے حدیث ص ۱۴ پر ہے کہ جب کوئی صحابی من السنۃ کذا کہے تو وہ
 حدیث مرفوع ہوتی ہے۔ پس کتاب و سنت کی روشنی میں آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لیکر تیرہ سو سال تک نماز جنازہ آہستہ پڑھی
 جاتی رہی یہاں تک کہ آخری تیرہویں صدی میں دہلی میں ایک غیر مقلد مولوی
 عبد الوہاب نامی ہوا۔ جس سے انگریزوں نے سید احمد شہید کی تحریک کو
 فیل کرنے کے لئے امامت کا دعویٰ کر دیا تھا علمائے احناف اور تحریک
 مجاہدین ص ۵۲ اس مولوی نے سب سے پہلے دہلی میں بلند آواز سے
 نماز جنازہ پڑھنے کی رسم ڈالی (مقدمہ تفسیر ستاری ص ۱) اس دن سے
 خود غیر مقلدین میں خانہ جنگی شروع ہے۔ قاضی شوکانی نیل الاوطار ص ۲۹۸
 میاں نذیر حسین صاحب فتاویٰ نذیریہ ص ۴۴۳ ج ۱ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری
 فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۱۰ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں فاتحہ و سورۃ کا
 جہر مستحب نہیں یہ جمہور کا مذہب ہے۔ ان کا مشہور اخبار الاعتصام لکھتا
 ہے کہ تعلیم کے لئے تو بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے لیکن اس کو عادت
 بنانا اور سنت سمجھنا صحیح نہیں جلد ۲ شمارنہ ۱۹ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۱۰

اس کے علاوہ آج کل کے عوام غیر مقلدین بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں اور اس پر بہت اصرار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو مولانا داؤد غزنوی کی نصیحت آویزہ گوش کر لینی چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں۔
 ”ایک مستحب امر بعض حالتوں میں مکروہ بن جاتا ہے جب کہ امر مستحب کو اس کے درجہ استحباب سے بڑھا دیا جائے.... جو شخص ایک امر مستحب پر اصرار کرے اور افضل صورت پر عمل نہ کرے سمجھے لو کہ شیطان اسے گمراہ کرنے کے درپے ہے کیونکہ اس نے ایک امر مستحب کو اسے رتبہ استحباب سے بڑھا دیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے شیطانی عمل قرار دے کر اسے بدعت ہونے کی طرف اشارہ کیا جو شخص مرتکب بدعت پر اصرار کرے اور سنت کی راہ قبول کرنے سے گریز کرے تم سمجھ سکتے ہو کہ شیطان نے اس پر کس قدر قبضہ جا رکھا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۱۶) بہر حال نماز جنازہ آہستہ پڑھنا ہی کتاب و سنت پر صحیح عمل ہے۔ جن روایات میں جہر کا ذکر ہے ان میں صاف بیان ہے کہ وہ نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے تھا۔ سنت نہیں تھا۔ اب غیر مقلد سوچیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت پر عمل کریں گے یا مولوی عبد الوہاب دہلوی کی جاری کردہ بدعت پر اصرار کریں گے۔

غیر مقلد دوستوں سے چند سوالات

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث ہیں ہمارا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے چند مسائل عرض کئے جاتے ہیں جن کی احادیث

ہمیں نہیں ملیں براہ کرم وہ ہمیں ان احادیث کی نشاندہی فرما کر مہجور ہوں۔
 ۱۔ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔ پس تنہا نماز کر دن بر جنازہ صحیح باشد بدور الابلہ ص ۹ یعنی ایک ہی آدمی اکیلا نماز جنازہ پڑھ لے تو صحیح ہے یہ صحیح ہونا ایک شرعی حکم ہے اس کے لئے صحیح حدیث چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے جنازے اکیلے پڑھے آپ کے چار صاحبزادے تین صاحبزادیاں دو بیویاں وصال فرما گئیں۔ آپ نے ان میں سے کس کس کا جنازہ اکیلے پڑھا۔
 ۲۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ جنازہ پر چار تکبیروں سے زیادہ تکبیریں کہنا بدعت ہے بدور الابلہ ص ۹۱ اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں چار تکبیریں تو کم از کم ہیں زیادہ بھی جائز ہیں منہ کنز الحقائق ان دونوں میں سے کس کا مسلک درست اور حدیث کے موافق ہے۔

۳۔ نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ثناء و سبحانک اللہ نہیں پڑھنی چاہیے لیکن صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ رسول میں اور بہادر بیگ نے اپنے دو ورقے میں سبحانک اللہ کو مسنون جنازہ میں درج فرمایا ہے۔ ان دونوں میں سے حدیث کے موافق کس کا مسلک ہے۔

۴۔ نواب صاحب فرماتے ہیں قبر مربع بنانی افضل ہے اور اونٹ کی کوہان کی طرح بنانی جیسے آج کل سب بناتے ہیں یہ حدیث کے خلاف ہے۔ منکر امر ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسی قبر بنانے والوں پر انکار کریں بدور الابلہ ص ۹۵ کیا غیر مقلدین اپنی قبروں کو جو اونچی بنی ہیں

مٹا دیں گے اگر نہ مٹائیں گے تو واجب کے تارک ہوں گے۔ افسوس ہے کہ غیر مقلدین احناف سے فاتحہ کے وجوب پر تو بہت لڑتے ہیں۔ لیکن جب اپنی قبریں گرانے کا واجب حکم سنتے ہیں تو گونگے شیطان کا کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ بیمار کے مرنے سے پہلے بھی اس کی تغزیت کرنا جائز ہے (بدورالابہ ص ۹۱) یہ جواز حکم شرعی ہے اس کی دلیل حدیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ سے دکھائیں۔

۶۔ نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے آخر میں صرف ایک طرف سلام پھیرے (کنز الحقائق ص ۹۱)

۷۔ غیر مقلد ابن حزم فرماتے ہیں کہ جب تک بچہ نابالغ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں (المحلی) لیکن نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ جو چار مہینے کا حل ساقط ہو جائے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (کنز الحقائق ص ۹۱) ان دونوں مسئلوں کے لئے صریح حدیث پیش کریں۔

۸۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۸ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی دنیوی پریشانی سے تنگ آکر کوئی موت کی تمنا نہ کرے یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے لیکن ص ۲۹ پر ہے کہ خود امام بخاریؒ نے امیر خراسان سے تنگ آکر اپنی موت کی دعا کی۔ آخر کیا امام بخاریؒ نے صحیح حدیث کی مخالفت کی؟

۹۔ عورت کے جنازے پر کفن کے علاوہ ایک چادر ڈالتے ہیں بولنا

عبد الجبار عمر لوی غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس چادر کا احادیث میں کہیں پتہ نہیں ملتا۔ اس کو مسنون خیال کرنا بالکل جہالت ہے یہ بدعت مردود ہے لیکن مولوی علی محمد صاحب سعیدی کہتے ہیں کہ اگر احادیث اس کے ذکر نہ بھی ملے تو یہ اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ اس چادر کے بغیر میت بدنام معلوم ہوتی ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۱) بتائیے اس جہالت اور بدعت مردودہ کے چھوڑنے کو بدنام کہنے والے کا کیا حکم ہے۔

۱۰۔ محدث دہلی نے فتویٰ دیا کہ مال زکوٰۃ سے کسی میت کی تجہیز و تکفین جائز نہیں۔ لیکن علی محمد سعیدی کہتے ہیں کہ جائز ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۱ ج ۵)

۱۱۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت منها خلقناکم الا یہ پڑھنا مستحب۔ مگر اس کی حدیث ضعیف ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۱ ج ۵)

۱۲۔ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھائے اور پھر باندھ لے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۳۱ ج ۵) اگرچہ غیر مقلدین اس پر عمل نہیں کرتے یہ کیوں یہ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے مگر حدیث ضعیف سے ثابت ہے (ص ۱۵۲ ج ۵)

۱۳۔ جنازہ کو اٹھاتے وقت باری باری بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھنا۔ اس کا کوئی ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا مگر پھر بھی مستحب ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۵۲ ج ۵)

۱۴۔ نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا شرط ہے فرض سے بڑھ کر (بدورالابہ ص ۹۱) سنت ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۱ ج ۵) غیر مقلد کس نیت سے پڑھتے ہیں فرض کو سنت یا سنت کو فرض کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

منار
کتابداروں میں غیبی

کی
غلط بیانیات اور جھوٹ

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفد اوکاڑوی

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ / گوہر گڑھ گوہر الزالہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جھوٹ ۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے
..... صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ (ثنائہ ۲۵۶)

یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے مرزا نے کہا تھا کہ بخاری میں ہے کہ ہذا
حلیفۃ المہدی کی آواز آسمان سے آئے گی۔

دھوکہ ۴: مسند احمد ۲۲۶ پر یضیع ہذا علی صدرہ تھا۔
فتاویٰ ثنائیہ میں یضیع ید علی صدرہ کر دیا۔ (۲۵۸، ۲۵۹)

جھوٹ ۵: ابن غزویہ میں ایک حدیث اس سند سے نقلی اخبارنا
ابوط ہرنا البوبکر نا ابو موسیٰ نا مٹو مال نا سفیان عن عاصم
بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر الحدیث ۲۲۳۔ مگر اس ضعیف
سند کو آثار کو مولوی عبدالرحمن مبارک پوری شارح ترمذی اور مولوی ثناء اللہ
امرتسری اور علی محمد سعیدی نے مسلم کی یہ سند لگا دی۔ عن محمد بن یحییٰ
عن عفان عن ہمام عن محمد بن حجاجہ عن عبد الجبار بن
وائل عن علقمہ بن وائل و مولیٰ لہم عن ابیہ (مسلم)
(فتاویٰ ثنائیہ ۲۲۲، فتاویٰ اہل حدیث ۹۱)

اس جھوٹ کی مثال قادیانی کے ہاں بھی نہیں۔

جھوٹ ۶: مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ ابن غزویہ نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۲۵۶)
حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۷: فتاویٰ علماء اہل حدیث میں ہے کہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المراء
میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (۹۵)
حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۸: گو جبرائیل کے ابو خالد نور حسین گرجا کھی نے اپنے رسالہ
"اثبات رفع یدین" ص ۲۲ پر حضرت وائل بن حجر کی شہادت کے تحت صحیح
مسلم ص ۱۴۳، ابن ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۱۸، دارقطنی ص ۱۱۸، ابوداؤد ص ۱۹۳،
جزر بخاری ص ۱۴، مسند احمد ص ۱۴، جزر سبکی ص ۱۳، مشکوٰۃ ۹ کتابوں کے حوالہ
سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث لکھی ہے۔

حالانکہ اس حدیث میں علی صدرہ کا لفظ کسی ایک کتاب میں بھی نہیں
ہے یہ ایک سانس میں ۹ جھوٹ مرزا بھی نہ بول سکا۔

جھوٹ ۹: غیر مقلدین ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
میں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کسی اور جگہ ہاتھ
نہیں باندھے۔ مگر وہ اس جھوٹ کو آج تک کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کر سکے
البتہ جھوٹ بات بات پر بولتے ہیں۔

جھوٹ ۱۰: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین
ضعیف ہے۔ (ہدایہ منہج ۳۵، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۱۱: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین
صحیح ہے۔ (ہدایہ منہج ۳۵، شرح وقایہ ص ۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۱۲: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں اور
قول علیؑ ہے اور ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)
یہ تینوں باتیں محض جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصل

عربی عبارت پیش کریں جس کا یہ ترجمہ ہے۔

جھوٹ ۱۳: مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں
حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو لبیب

قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ (ہدایہ ص ۱۲۵)
 آپ حیران ہوں گے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ میں ہو چکا تھا۔
 جبکہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ تو بارہویں
 صدی کے بزرگ کی نماز کا طریقہ چھٹی صدی ہجری کی کتاب میں کیسے آگیا؟
 یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی منچلا کہ دے کہ میاں نذیر حسین دہلوی میدان بدر
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔

صحیح احادیث سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

صحیح احادیث کا مذاق اڑانا

حدیث ۱: مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹ کے صحیح نسخوں میں نہایت
 صحیح سند سے حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں
 زیر ناف ہاتھ باندھے۔

لیکن مولوی محمد حنیف غیر مقلد جھنگوی اس سنت کا یوں مذاق اڑاتے ہیں:
 ”حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں۔“ (قول حق ص ۱۱)
 اور غیر مقلد مولوی شمس الدین آف نازنگ تقریر میں آلہ تناسل پر ہاتھ رکھ
 کر کہا کرتا ہے یہ ہے حنفیوں کی نماز۔

حدیث ۲: مسند اہل بیت میں یہ حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا تین کام تمام انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں شامل رہے ہیں۔
 افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور تمہیل پر تمہیل رکھ کر ناف کے نیچے رکھنا۔
 مگر مولوی فیض عالم حبلی غیر مقلد تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت کا یوں مذاق
 اڑاتا ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا ازار بند کھل

گیا۔ اس نے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند باندھ لیا تو قاضی ابویوسفؒ نے فتویٰ دے
 دیا کہ آئندہ نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھا کریں۔ (اختلاف امت کا المیہ ص ۲)
 احادیث اور سنتوں کا ایسا مذاق پادریوں اور پنڈتوں نے بھی نہیں اڑایا اور
 ایک مسئلہ میں اتنے جھوٹ اور فریب شاید سوامی دیا چند نے بھی نہ کیے ہوں۔

مسئلہ ۲

۱۶۔ بجلے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے اَللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَرَبِّهِ
 زیادہ تر صحیح ہے۔ (ابن ہمام شرح وقایہ ص ۹۲، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)
 یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مولف کو شرح وقایہ میں ابن ہمام کا ذکر کیسے نظر
 پڑ گیا جب کہ صاحب شرح وقایہ کی وفات ۴۲۲ھ میں ہوئی اور ابن ہمام
 کی ولادت ۴۸۸ھ میں ہوئی۔ مؤلف تاریخ سے بالکل جاہل ہے۔

مسئلہ ۳

جھوٹ ۱: اِلَیَّ وَجَّهْتُ نَازِکَہِ اَنْدَر پڑھنا مسنون ہے۔
 (شرح وقایہ ص ۹۲، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)
 یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شرح وقایہ میں مفتی بہ قول اس کے خلاف
 درج ہے۔ چوری اور کسینہ زوری۔

مسئلہ ۴

جھوٹ ۱۸: لَا صَلَوةَ اِلَّا بِتَّائِحَةٍ اَنْکِتَابِ یہ حدیث
 بسند صحیح محتاج سنن دارقطنی میں مروی ہے۔ (ہدایہ ص ۳۶۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

ہدایہ میں نہ صحاح ستہ کا ذکر ہے نہ دارقطنی کا یہ محض مؤلف کا افتراء ہے۔
جھوٹ ۱۹: ابن ہمام نے ثقلت القرآن والی حدیث کے راوی ثقت
 بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبری نمازیں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔
 (ہدایہ منہج ۲۲۹، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ ہدایہ میں نہیں ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ
 میں ہوا اور ابن ہمام کی پیدائش ۸۸ھ میں ہوئی۔ دو سو سال بعد پیدا ہونے
 والا قول ہدایہ میں کیسے درج ہو گیا۔

جھوٹ ۲۰: امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔
 (شرح وقایہ ص ۱۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شرح وقایہ کی اصل عربی عبارت تن کی پیش کی جائے۔
جھوٹ ۲۱: حضرت ابن عمر کا اثر فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا ضعیف
 ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۲۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف
 ہے، باطل ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۲۳: اذاکبر الامام فکبروا حدیث ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۲۴: مشرکین نے قرآن سننے سے پرہیز کیا آپس والوں سے کہتے
 لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ "مت سنو اس قرآن کو" تو اللہ نے ان کو نصیحت
 کی فرمایا وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا "جب پڑھا
 جائے قرآن تو سنو اور چپ رہو۔ (ہدایہ منہج ۲۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)
 یہ ۲۱ تا ۲۴ پاروں باتیں بالکل جھوٹ ہیں۔ شرح وقایہ اور ہدایہ

اصل عربی عبارات پیش کریں۔

مسئلہ ۵

جھوٹ ۲۵: آئین مہر قبولیت ہے۔ (ہدایہ منہج ۳۶۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۲۶: احادیث آئین بالجہر کے اثبات میں ہدایہ منہج ۳۶۵، شرح وقایہ ص ۱۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳

جھوٹ ۲۷: مقتدی امام کی آئین سن کر آئین کہیں۔

(درمختار ص ۲۲۹، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۲۸: ابن ہمام نے آہستہ آئین والی حدیث کو ضعیف کر کر یہ
 فیصلہ دیا ہے کہ آئین درمیانی آواز سے ہونی چاہیے۔ (ہدایہ ص ۳۶۳)

یہ ۲۵ تا ۲۸ تینوں جھوٹ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ پر درج ہیں۔ ان کتابوں
 میں یہ باتیں ہرگز نہیں اور جیسا کہ ۱۹ میں گزرا۔ ابن ہمام تو صاحب ہدایہ سے
 دو صدی بعد پیدا ہوئے ان کی بات ہدایہ میں کیسے؟ یہ جھوٹ رسالہ
 آئین بالجہر نور حسین گر جاکھی کے ص ۲۱، ۲۲ پر بھی درج ہیں۔

جھوٹ ۲۹: حافظ عبداللہ رپڑی صاحب نے شوکانی غیر مقلد کے حوالہ
 سے نقل کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم جب غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ
 پڑھتے تو آئین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف میں جو آپ کے نزدیک ہوتے
 سن لیتے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ اور ابن ماجہ نے کہا
 ہے کہ پہلی صف سن لیتی، یہاں تک کہ سب سے آوازوں کے ملنے سے
 مسجداں ہر جگہ ہو جاتا۔ نیل الاوطار میں ہے اس حدیث کو دارقطنی نے بھی

روایت کیا ہے اور کہا ہے اسناد اس کی اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے حسن صحیح ہے۔ (اہل حدیث کے امتیازی مسائل ص ۶) یہ جھوٹ ہے۔ دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت ہی نہیں کیا ہے جانیکہ اس کو حسن صحیح وغیرہ کہا ہو۔ افسوس غیر مقلدین کا مذہب بھی کتنا یتیم ہے کہ جھوٹ کے سوا اس کا کوئی سہارا نہیں۔

جھوٹ ۲۱: مستری نور حسین گر جاکھی اپنے رسالہ آمین بالجہر ص ۲۲ پر سُرخ لکھتے ہیں: "یہود کا آمین بالجہر پڑھ کرنا" اور اس کے تحت دس نمبر دیئے ہیں جن میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں اور جہر کا لفظ تو ان جھوٹی روایات میں بھی نہیں ہے۔ یہ ایک ہی سانس میں دس جھوٹ بولنا اہل حدیث ہونے کی علامت ہے یا منافق ہونے کی؟

جھوٹ ۳۱: مستری نور حسین صاحب لکھتے ہیں:

"اشعار وراثیات آمین بالجہر"

ایہ آمین کرن دیاں نکھیاں ایک سو پنج دلیلاں

مؤمن من نبی دا کہنا منن کم اسیلاں

شر پنج پچتر وڈیاں ڈھیاں کھول کستاں

تین سو کھول حوالہ کڈھیا گنتی وئح حساباں

سبناں تھیں ایہ ثابت ہوا سُن تو یار گھامی

خوب آمین پکار نبی نے آکھی مُسَرِ تمامی

(آمین بالجہر ص ۳۱)

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر خوب بلند آواز سے

آمین کہی۔ اس کی ایک سو پانچ دلیلیں ہیں۔ حالانکہ دوام جہر کی ایک ضعیف حدیث بھی موجود نہیں ہے۔ یہ ہیں ایک ہی سانس میں ۱۰۵ سیاہ جھوٹ۔

مسئلہ ۶: رفع یدین پر غیر مقلدین کا عمل

غیر مقلدین چار رکعت نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ اسی طرح رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور سجدوں میں جاتے اور اٹھتے وقت کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ ان کا عمل ہے۔

اس عمل پر وہ مندرجہ ذیل دعوے کرتے ہیں۔ جو کہ بالکل جھوٹ ہیں۔

جھوٹ ۳۲: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنت مؤکدہ فرمایا اور ساری عمر یہ رفع یدین کرتے رہے نہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۳: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا اور اس رفع یدین کو حرام فرمایا اور اس جگہ رفع یدین کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۴: ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا حکم دیا۔ اس کو سنت مؤکدہ فرمایا ہمیشہ اس پر عمل فرمایا اور نہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۵: ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں

جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے سے منع فرمایا، اسے
حرام فرمایا، کبھی یہ رفع یدین نہ کی بلکہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔
جھوٹ ۳۶: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طریقہ جو ۳۲ تا ۳۵ میں درج
ہے۔ حضور سے چار سو صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔

جھوٹ ۳۷: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہؓ ساری
عمر اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے۔

جھوٹ ۳۸: مستری نور حسین کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طریقہ سند احمد ۱۶۶ پر مالک
زہریؒ، سالمؒ، ابن عمرؓ کے طریق سے مروی ہے۔

جھوٹ ۳۹

جھوٹ ۴۰: مسئلہ رفع یدین پر مولوی عبد الرشید غیر مقلد نے کتاب الرسائل
فی تحقیق المسائل شائع کی۔ مولوی نور حسین نے کتاب اثبات رفع الیدین شائع
کی اور اس کے بیٹے خالد گرجا کھی نے جزیرہ رفع الیدین لکھی۔ ان سب نے یہ
لکھا کہ ہماری نمازیں رفع یدین کا مکمل طریقہ ان صحابہؓ نے نبی پاکؐ سے باسناد
صحیح روایت کیا ہے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،
حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت
ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت
امام حسینؓ، حضرت زیاد بن حارثؓ، حضرت عمرؓ بن العاصؓ، حضرت بریدہؓ،
حضرت عدی بن حبلانؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوسعود بدہریؓ، حضرت
عائشہؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہ بن جابرؓ، حضرت امام حسن
بن علیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عمران بن

حصینؓ، حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ، حضرت بریرہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ۔
حالانکہ یہ جھوٹ ہے ایک ہی سانس میں ۲۶ صحابہؓ پر جھوٹ باندھ دینا
اس کی جرأت پنڈت شرودھانند اور ماسٹر رام چندر بھی نہ کر سکا، یہ غیر مقلدین کا
بی حوصلہ ہے۔

جھوٹ ۴۱: مولوی محمد یوسف جے پوری لکھتے ہیں: تصدیق امدادیث
رفع یدین قبل رکوع اور بعد رکوع۔ ہدایہ ص ۳۸۴، شرح وقایہ ص ۱۲۱

جھوٹ ۴۲: بیہقی میں ہے کہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضورؐ آخر
تک رفع یدین کرتے رہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ہدایہ ص ۳۸۶

جھوٹ ۴۳: رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی
ہیں۔ ہدایہ ص ۳۸۹

جھوٹ ۴۴: رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص ۱۲۱
جھوٹ ۴۵: حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین
صحیح ثابت ہے۔ ہدایہ ص ۳۸۶

جھوٹ ۴۶: جو رفع یدین کرے اس سے مناقشہ حلال نہیں۔ ہدایہ ص ۳۸۹
جھوٹ ۴۷

یہ سب جھوٹ ہیں۔ محولہ کتابوں میں نہیں ان کتابوں کے متن کی اصل
عربی عبارات پیش کریں۔

مسئلہ ۷

جھوٹ ۴۸: جلسہ استراحت نہ کرنے کی حدیث میں ابن ایاس راوی

تہن کے نزدیک ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص ۱۱

مسئلہ ۸

جھوٹ ۴۹: درمیانی قعدہ سے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں مضائقہ نہیں۔ ہدایہ ص ۳۹۵

مسئلہ ۹

جھوٹ ۵۰: انگلی سے حرکت دینا بھی جائز ہے۔ ہدایہ ص ۳۹۱

مسئلہ ۱۰

جھوٹ ۵۱: پہلی دوسری رکعت میں ایک سورت چھوڑ کر پڑھے تو مکروہ نہیں۔ ہدایہ ص ۴۲۸

مسئلہ ۱۱

جھوٹ ۵۲: جھوٹے سے ترتیب بدل جائے تو مضائقہ نہیں۔ درمختار ص ۲۵۴

مسئلہ ۱۲

جھوٹ ۵۳: رکنے پر قرأت ایک جگہ سے پڑھ کر دوسری جگہ سے پڑھنا جائز ہے۔ درمختار ص ۲۹

مسئلہ ۱۳

جھوٹ ۵۴: جس غلطی سے معنی کفری پیدا ہوں تو نماز فاسد

ہوگی ورنہ نہیں۔ درمختار ص ۲۹۴

مسئلہ ۱۴

بعد فرض سنت پڑھنا جھوٹ ۵۵: صبح کے فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے۔ ہدایہ ص ۵۴۲، شرح وقایہ ص ۸۴، منیۃ المصلی ص ۸

مسئلہ ۱۵

صبح کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا جھوٹ ۵۶: صبح کی سنت پڑھ کر دامن کر دے لیٹے۔ درمختار ص ۳۱۲، ہدایہ ص ۵۴۱

مسئلہ ۱۶

نماز میں آیات کا جواب دینا جھوٹ ۵۷: نماز میں آیات کا جواب دینا ثابت ہے۔ ہدایہ ص ۴۲۴

مسئلہ ۱۷

جوتے پہن کر نماز پڑھنا جھوٹ ۵۸: جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ درمختار ص ۳۰۶

مسئلہ ۱۸

رفع یدین والی نماز جھوٹ ۵۹: امیر کاتب العہد متعصب حنفی تھا۔ رفع یدین والی نماز

کو باطل کہتا تھا۔ مولانا عبدالحی نے اس کی تردید کی۔ عالمگیری ص ۵۱
عالمگیری کی وفات ۱۱۱۸ھ میں ہوئی اور مولانا عبدالحی مکھنوی کی پیدائش

۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ تو کیا یہ ممکن بھی ہے؟

مسئلہ ۱۹ نماز قصر کی مسافت

جھوٹ ۶: تین میل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے۔ (شرح وقایہ مشکاۃ)
 یہ تمام حوالہ جات ۱۹ تا ۲۱ حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ۱۹۵ سے لیے ہیں
 یہ سب جھوٹ ہیں۔ اگر غیر مقلدین میں جرأت ہے تو ان کتابوں کے متن کی
 اصل عربی عبارات لکھیں جن کا یہ ترجمہ ہے۔

مسئلہ ۲۰ رکعات نماز وتر

جھوٹ ۷: وتر ایک رکعت بھی ہے۔
 ہدایہ ۵۲۸، شرح وقایہ ۱۲۵، منیۃ البصلی ۹۶، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹
 یہ جھوٹ محض ہے۔ ان کتابوں میں تو اس کے خلاف لکھا ہے کہ
 وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان سلام نہیں۔
 جھوٹ ۶۲: ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (ہدایہ ۵۲۹)
 حقیقۃ الفقہ ۱۹۹

ہدایہ میں یہ نہیں محض جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۶۳: وتر ایک، تین، پانچ، سات رکعت ہیں۔

(ہدایہ ۵۲۶، شرح وقایہ ۱۲۳، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)
 جھوٹ ۶۴: تین وتر کی روایت ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ۱۲۲، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)

مسئلہ ۲۱ بعد رکوع دعا قنوت

جھوٹ ۶۵: بعد رکوع کے دعا قنوت پڑھنے کی روایت چاروں

نظائر سے ہے۔ (شرح وقایہ ۱۲۵، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)

جھوٹ ۶۶: ابن ہمام نے کہا کہ بعد رکوع قنوت پڑھنے کی نص صریح حدیث

حسن بن علی بروایت حاکم ہے (ہدایہ ۵۳۱، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)

جھوٹ ۶۷: دعائے قنوت اللہم اھدنی حدیث سے ثابت ہے۔

(درمختار ۳۱۱، عالمگیری ۱۵۲، ہدایہ ۵۳۱، شرح وقایہ ۱۲۶، کنز ۴۸، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)

مسئلہ ۲۲ نماز فجر میں قنوت پڑھنا

جھوٹ ۶۸: نماز فجر میں قنوت پڑھنا چاروں خلفائے راشدین، عمار بن

یاسر، ابی بن کعب، ابو موسیٰ اشعری، ابن عباس، ابو ہریرہ، برادر بن عازب،

انس، سل بن سعد، معاویہ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع سے ثابت

ہے اور اسی طرف اکثر صحابہ و تابعین گئے ہیں۔ (ہدایہ ۵۳۴، حقیقۃ الفقہ ۱۹۹)

مسئلہ ۲۳ سجدہ سہویں ایک طرف سلام پھیرنے والا

جھوٹ ۶۹: سجدہ سہویں ایک طرف سلام پھیرنے والا بدعتی ہے۔

(ہدایہ ۵۸۵، حقیقۃ الفقہ ۲۰)

مسئلہ ۲۴ رکعات تراویح

جھوٹ ۷۰: تراویح بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے۔ (درمختار ۵۶۳،

شرح وقایہ ۱۳۳، حقیقۃ الفقہ ۲۰)

جھوٹ ۷۱: تراویح آٹھ رکعت کی حدیث صحیح ہے۔ (شرح وقایہ ۱۳۳، حقیقۃ الفقہ ۲۰)

جھوٹ ۷۲: تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعت ثابت

ہیں۔ (ہدایہ ۵۶۳، شرح وقایہ ۱۱۳، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۱)
 جھوٹ ۴۳: مع وتر کے تراویح گیارہ رکعت سنت رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم ہیں اور بیس خلفائے راشدینؓ۔ (ہدایہ ۵۶۳، شرح وقایہ ۱۳۴)
 جھوٹ ۴۴: تراویح آٹھ رکعت سنت اور بیس رکعت مستحب ہیں۔
 (شرح وقایہ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۵

جھوٹ ۴۵: حالتِ خطبہ میں دو رکعت پڑھنا ثابت ہے۔
 (ہدایہ ۲۸۴، شرح وقایہ ص ۱۴۸)
 حالانکہ وہاں اس کے خلاف ہے۔
 جھوٹ ۴۶: حضرت ابوبکرؓ کا قبل زوال خطبہ پڑھنا ثابت ہے۔
 (شرح وقایہ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۲۶

جھوٹ ۴۷: دُعا کرنا دونوں خطبوں کے درمیان ناشروع اور بدعت
 ہے۔ (درمختار ۳۶۳، شرح وقایہ ص ۱۴۹)
 جھوٹ ۴۸: حضرت عمار بن یاسرؓ نے جب بشیر بن مروان کو دعا مانگتے
 دیکھا تو بددعا دی۔ (درمختار ۳۶۳)
 جھوٹ ۴۹: اس دعا کی بدعت خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے پیدا ہوئی۔
 (درمختار ۳۶۴)
 جھوٹ ۵۰: دعا دونوں خطبوں کے درمیان مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار ۳۶۴)

یہ تمام حوالہ جات ۶ تا ۸ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۱ میں دیئے ہیں
 جو بالکل جھوٹ ہیں۔ ان عبارات کی اصل عربی عبارت متون سے پیش
 کی جائے۔

مسئلہ ۲۷ تکبیراتِ عیدین

جھوٹ ۴۸: نماز عیدین کی بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔
 (ہدایہ ۶۶۶، شرح وقایہ ص ۱۵۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲)
 جھوٹ ۴۹: دونوں رکعتوں میں قبلِ قرأت تکبیرات کے۔ (قدری ص ۲)
 حالانکہ وہاں اس کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۲۸ غائبانہ نمازِ جنازہ

جھوٹ ۵۰: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ غائبانہ بادشاہ
 نجاشی اور معاویہ بن مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر پڑھی ہے۔
 (شرح وقایہ ص ۱۵۴، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲)

مسئلہ ۲۹ بعد از دفن قبر پر قرآن پڑھنا

جھوٹ ۵۱: حضرت ابن عمرؓ دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کا اوّل و
 آخر پڑھنا مستحب جانتے تھے۔ (درمختار ۳۶۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲)

مسئلہ ۳۰ مَرَد کی طرف سے اسقاط دینا

جھوٹ ۵۲: مَرَد کی طرف سے اسقاط دینا مذموم ہے۔ (درمختار ۳۳۶، ص ۱۱)

مسئلہ ۳۱ نماز کا منکر کافر ہے۔

جھوٹ ۸۶: نماز کا منکر کافر ہے۔ (ہدایہ ص ۲۵۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۲ غس میں نماز صبح پڑھنا

جھوٹ ۸۷: غس میں نماز صبح پڑھنے کی احادیث کا ثبوت۔ (ہدایہ ص ۲۶۸)

جھوٹ ۸۸: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دوام غس پر تھا۔

(ہدایہ ص ۲۶۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۳ نماز ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے

جھوٹ ۸۹: امام صاحب کی روایت کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔

لائق تصحیح ہے۔ (ہدایہ ص ۲۵۷) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۴ اذان میں ترجیح

جھوٹ ۹۰: اذان میں ترجیح حدیث سے ثابت ہے۔

(ہدایہ ص ۲۹۲، کنز ص ۲) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

حالانکہ وہاں ترجیح کا رد ہے۔

مسئلہ ۳۵ نماز کے لیے صلوٰۃ کہ کر لپکارنا بدعت

جھوٹ ۹۱: نماز کے لیے صلوٰۃ کہ کر لپکارنا بدعت ہے (سوا اذان کے)

(ہدایہ ص ۳، شرح وقایہ ص ۱۴۹، کنز ص ۳) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۶ زبان کے ساتھ نیت کرنا

جھوٹ ۹۲: نیت زبان کے ساتھ بدعت ہے۔ (ہدایہ ص ۲۶۱)

مسئلہ ۳۷ عامہ پر مسح

جھوٹ ۹۳: عامہ پر مسح جائز ہے۔ (ہدایہ ص ۲۶۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۸ گردن کا مسح

جھوٹ ۹۴: گردن کا مسح بدعت ہے اور اس کی حدیث موضوع ہے۔

(درمختار ص ۵۸، ہدایہ ص ۲۶۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۹ تیمم کا طریت

جھوٹ ۹۵: تیمم میں ایک ضرب کی احادیث صحیحین بطرق کثیرہ اور

صحیح ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۴۲، شرح وقایہ ص ۵۷) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جھوٹ ۹۶: تیمم میں دو ضرب کی احادیث ضعیف ہیں اور موقوف

بھی۔ (ہدایہ ص ۱۴۲، شرح وقایہ ص ۵۷) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جھوٹ ۹۷

مسئلہ ۳۸ جرابوں پر مسح

جھوٹ ۹۸: سوت سے بنی ہوئی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ (درمختار ص ۵۸)

مسئلہ ۷۱

جھوٹ متا: پانی سے استنجا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادب تھا۔ باجماع صحابہ سنت ہو گیا۔ (در مختار ص ۲۵)

لہذا ت: وضو اور نماز کے یہ ایک صدمہ سائل میں جن پر کتاب کی جلد اور صفحہ کا نمبر بھی درج ہے اور ان کو فقہ حنفی کے مفتی بہا سائل بتا کر دعوتِ عمل دی گئی ہے مگر ایک حوالہ بھی صحیح نہیں۔

طر چہ دلا درست دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولوی محمد یوسف بے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں یہ سب جھوٹ اٹھے کیے ہیں۔ ساری دنیائے غیر مقلدیت مل کر بھی ان محولہ کتابوں کے متون سے ان عبارات کی اصل عربی پیش نہیں کر سکتی۔ یہ لوگ نام قرآن و حدیث کا بیٹہ ہیں اور حوالے جھوٹے دیتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے دکھانے کے اور۔

مرد اور عورت

نماز میں فرق

www.besturdubooks.wordpress.com

تالیف
علامہ حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مکتبہ فاروقیہ

۱۲۶
مرد اور عورت

کی
نماز میں فرق



تالیف —————
مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اویٹروی مدظلہ



www.besturdubooks.wordpress.com

مکتبہ فاروقیہ

۸ / گو بند گڑھ گوجرانوالہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ابتدائیہ

ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ آج کل مسلمان اس میں بہت شستی کر رہے ہیں۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کی جائے۔ الحمد للہ تبلیغی جماعت اس پر رات دن محنت کر رہی ہے۔ لیکن لامذہب غیر مقلدین بے نمازیوں پر محنت کرنے کی بجائے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی۔ یہ لوگ عوام کے سامنے رات دن یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں لیکن جب سے (دور انگریزی) یہ فرق بنا ہے ان کی تحریروں اور تقریروں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ قرآن پاک سے ان کی قسمت میں صرف متشابہات آئی ہیں۔ یہ طریقہ قرآن پاک کے موافق کج دلوں کا ہے اور حدیث سے ان کے حصہ میں صرف تحارضات آئی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسی احادیث کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے اُمت میں اختلاف شدید ہوتا ہے۔ اسی متعارض

روایات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ اُمت کے پاس محفوظ نہیں ہے اگر کوئی شخص ان میں سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیتا ہے تو یہ بھی اُمتی کا اجتہاد ہے اگر کوئی ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف کہتا ہے تو یہ بھی اُمتی کا اجتہاد ہے اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ ایسے موقع پر پہلے اجماع کو دیکھتے ہیں اگر متعارضات میں ایک طرف کی روایات پر اجماع ہے تو اُن پر عمل کرتے ہیں اور اگر اجماع نہ ہو تو اس رفع تعارض کے لیے مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حدیث معاذ سے صراحتہً ثابت ہے کہ اگر فیصلہ کتاب و سنت سے نہ ملے تو اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا جو شخص خود اجتہاد کر سکتا ہے وہ خود اجتہاد کرے اور جو اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو وہ مجتہد کی تقلید کر کے راجح حدیث پر عمل کرے۔ ائمہ مجتہدین کا یہ اختلاف حق اور باطل کا اختلاف نہیں بلکہ صواب و خطا کا اختلاف ہے اور مجتہد نہ ہی معصوم ہے نہ ہی مطعون ہے بلکہ ہر حال میں ماجور ہے، خواہ دو اجبریلیں یا ایک اجبریلے عمل بہر حال مقبول ہے۔ اس لیے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔

اس کے برعکس لامذہب غیر مقلدین کا طرز ایسی روایات کے بارہ میں نہایت خطرناک ہے۔ ان کے مولوی اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے خود تو روپوش میں اُن پڑھ رکھوں کو گلی بازار میں چھوڑا ہوا ہے۔ اُن کا طرز یہ ہے:

جس سے ملتے ہیں اس پر پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ آپ کا فلاں عمل کس حدیث میں ہے اور شور مچاتے ہیں کہ تمہارے پاس کوئی حدیث نہیں؟ جب آپ اُن سے پوچھیں کہ آپ کے پاس اس عمل کے خلاف کوئی حدیث ہے تو خاموش۔

۲۔ اُن سے آپ پوچھیں کہ آپ جو فلاں عمل کرتے ہیں اس کی

حدیث سنائیں تو چونکہ ان کو حدیث نہیں آتی اس لیے فوراً کہتے ہیں کہ تم ہی حدیث سناؤ کہ کس حدیث میں یہ کام منع ہے؟

۳۔ جب انھیں دکھا دی جائے تو اس کو ہرگز نہیں مانتے بس یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ تمام احادیث کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور نام اہل حدیث رکھتے ہیں۔

۴۔ اگر سنن اربعہ سے حدیث دکھائیں تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے بخاری مسلم دکھاؤ۔ اس طرح سنن اربعہ کی احادیث کے بھی منکر ہیں۔

۵۔ اگر صحاح ستہ سے کوئی حدیث دکھائیں تو فوراً اپنی طرف سے کوئی شرط لگا دیتے ہیں کہ حدیث میں فلاں لفظ ہو گا تو ہم مانیں گے ورنہ ہم نہیں مانیں گے گویا یہ فرقہ اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ حضرت اگر کوئی دینی مسئلہ بتانا ہو تو ہم سے پوچھ لینا کہ کن الفاظ میں مسئلہ بیان کریں اور کس شرط کے موافق بات کریں۔ اے اللہ تعالیٰ، اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے الفاظ میں کوئی مسئلہ بیان فرمادیا جو ہماری شرط کے موافق نہ ہو تو ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ یاد رہے کہ یہ لامذہب نہ خدا کی مانتے ہیں نہ رسول کی، صرف اپنی شرط پر ایمان رکھتے ہیں۔

۶۔ اگر ایسی حدیث بھی پیش کر دی جائے جس میں وہی الفاظ ہوں اور ان کی شرط بھی پوری ہو جائے تو پھر بھی اس کو بالکل نہیں مانتے بلکہ بڑے زور شور سے کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے، ضعیف ہے، ضعیف ہے تاکہ عوام سمجھیں کہ بڑا محدث ہے حالانکہ وہ سکول کا طالب یا دکاندار ہوتا ہے۔ الغرض ابکار حدیث کے لیے یہ فرقہ ہر دھوکہ کرتا ہے۔

۷۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ احناف کی نماز غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ احناف

تجیر تحریر سے نماز شروع کرتے ہیں۔ آپ بالترتیب ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھاتے جائیں تو بالکل تیار نہیں ہوں گے۔ حالانکہ احادیث لکھنا کوئی گناہ نہیں۔

۸۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس کا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نماز بدنی افعال اور زبانی اذکار کا مجموعہ ہے۔ آپ اپنی نماز کے اعمال اور اذکار بالترتیب لکھ دیں۔ پھر ہر عمل اور ذکر کی ترتیب اور درجہ کہ یہ فرض ہے یا سنت یا نفل وغیرہ حدیث صریح سے دکھاتے ہیں، اور ہر ذکر کے بارہ میں یہ فیصلہ کہ بلند آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ اس کی صریح حدیث دکھاتے جائیں اور ہر عمل اور ذکر میں بھول کا مسئلہ حدیث صریح سے بتاتے جائیں تو ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ کراچی، رحیم یار خان، کوہاٹ، دہاڑی، لاہور، اوکاڑہ، پل کمر والی اور ہارون آباد میں وعدہ کر کے بھاگ گئے ہیں جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم نے اپنی مکمل نماز فلاں شہر میں ثابت کر دی لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کیٹیں لاؤ تو فوراً آنکر کہتے ہیں کہ کیٹیں ہمارے پاس موجود ہیں ہم نے خود دسنی ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہمیں ان کیسٹوں سے مکمل مسائل حدیث سے سنادو تو وہاں تجیر تحریر کے مسئلہ کی بھی پوری وضاحت نہیں ملتی۔

۹۔ ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ نمازیوں کے دلوں میں دسو سے کیوں ڈالتے ہیں؟ کیونکہ قرآن پاک نے دسو سے ڈالنے والے کو خناس کہا ہے نہ کہ اہل حدیث۔ تو عوام کو کہتے ہیں کہ ہم تو تحقیق کرتے ہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ گناہ اور فتنہ فساد ہے کیونکہ یہ لوگ نہ تو محدث ہیں نہ مجتہد۔ بلکہ بے علم اور نااہل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں بے علم لوگ فتویٰ دیا کریں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسرا

”ایہ کریں گے۔ (بخاری) اور دوسری حدیث پاک میں ہے کہ: ”اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة“ (بخاری) کہ جب نااہل کی طرف معاملہ سپرد کیا جائے گا تو وہ قیامت ڈھلے گا۔ اور قیامت نام ہی فساد کا ہے وہ بھی دین میں فساد برپا کریں گے اور عجیب بات ہے کہ اس فساد کا نام تحقیق رکھا ہے اور یہ لوگ باوجود جاہل اور نااہل ہونے کے مجتہدین مثل ائمہ اربعہ اور محدثین مثلاً زلیعی، عینی، علی قاری، ابن ترکمانی، علامہ النور شاہ، حضرت بنوری وغیرہ پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ ان سے جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے وقت یہ شرط لیا کرتے تھے کہ ان لا تنزع الامر اهلہ (بخاری) ”کہ ہم اہل فن سے منازعت نہیں کریں گے“ یہ نااہل کی منازعت گناہ کبیرہ ہے لہذا ہوں نے اس کا نام تحقیق رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

مرد اور عورت کی نمازیں فرق

لامذہب غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کی نمازیں کوئی فرق نہ ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لامذہب غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن اور حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ اجماع امت اور احادیث کے خلاف محض ابن حزم ظاہری کی تقلید پر مبنی ہے۔

شرعیہ مظہرہ میں بعض احکام مرد و عورت میں مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں فرق ہوتا ہے مثلاً:

- ۱۔ حج مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے مگر عورت کے لیے زادراہ کے علاوہ محرم کی شرط بھی ہے یا فائدہ ساتھ ہو۔
- ۲۔ حج سے اعزام کھول کر مرد سر منڈاتے ہیں مگر عورت سر نہیں

منڈاتی۔

- ۳۔ حکم نکاح مرد و عورت دونوں میں مشترک ہے مگر طلاق مرد کے ساتھ خاص ہے اس کا حق صرف مرد کو ہے اور عدت عورت کے ساتھ خاص ہے۔
- ۴۔ ایک مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے مگر ایک عورت کو ایک سے زائد مرد سے نکاح کی اجازت نہیں۔
- خود لامذہب غیر مقلدین بھی نماز کے بہت سے مسائل میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ان کی مساجد میں مرد تو امام اور خطیب ہیں لیکن کسی مسجد میں عورت نہ امام ہے نہ خطیب۔

- ۲۔ ان کی مساجد میں مؤذن ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت کو کبھی مؤذن نہیں بناتے۔
- ۳۔ نماز باجماعت کی اقامت ہمیشہ مرد کہتے ہیں عورت کی اقامت نہیں کھلاتے۔
- ۴۔ ہمیشہ اگلی صفوں میں مرد کھڑے ہوتے ہیں عورتوں کو اگلی صفوں میں کھڑا نہیں کرتے۔
- ۵۔ ان کے اکثر مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں مگر عورتیں نماز کے وقت دوپٹہ نہیں اتار سکتیں۔

۶۔ ان کے مردوں کی اکثر کمینیاں اور نصف پنڈلیاں نماز میں نیچی رہتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس طرح نماز نہیں پڑھتیں۔

۷۔ مرد اور عورت کے ستر عورت میں بھی فرق ہے۔

۸۔ نماز جمعہ مرد پر فرض ہے عورت پر فرض نہیں۔ اسی طرح نماز پنجگانہ کا باجماعت ادا کرنا مردوں پر لازم ہے نہ کہ عورتوں پر۔

۹۔ نماز میں کوئی بات پیش آئے تو مرد تسبیح کے اور عورت ہاتھ سے کھٹکا کرے۔ (ترمذی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان سب مسائل میں سنتوں بلکہ فرائض تک کے مقابلہ میں عورت کے ستر اور پردہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے اسی لیے ائمہ اربعہ نے رکوع، سجود اور قعدے وغیرہ کی ہیئت میں بھی مرد اور عورت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اس میں اصل علت اسی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔

ائمہ احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ یہ اُس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے اور سجدہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔ یہ اس کے پردہ کے زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں عورت کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ سمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ زیادہ باعث ستر ہے اور ساری نمازیں ستر کا اہتمام کرے۔

امام نووی نے مجموع میں اسی طرح مذہب شافعی بیان کیا ہے۔

مالکیہ میں سے ابو زید قیروانی نے الرسالہ میں صراحت فرمائی ہے کہ ابن زیاد کی روایت جو صحیح ہے یہی ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔ حنابلہ کی معتبر کتاب مغنی ابن قدامہ میں بھی اس فرق کی صراحت موجود ہے۔

محدثین میں سے ابن دقیق العید نے شرح عمدۃ الاحکام میں اور ابن حجر نے تلخیص الجیر میں اسی کو بیان فرمایا ہے بلکہ غیر مقلدین میں سے امیر بیانی نے سبل السلام میں مولانا عبد الجبار غزنوی نے فتاویٰ غزنویہ میں اور مولوی علی محمد سعیدی نے فتاویٰ علمائے حدیث میں اسی طرح لکھا ہے بلکہ مولوی عبد الحق ہاشمی مہاجر مکی غیر مقلد نے اس فرق پر پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے نصیب العمود فی تحقیق مسئلہ تجانی المرأة فی الركوع والسجود والقعود۔

مثال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اُسے غوطہ دے کر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجماعاً یہ علت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دم مفعول (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے۔ اس لیے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا چنانچہ بکھر، بگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجماعاً چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب وسنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجماعاً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد اُن سے ماقط کر دیئے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن اے ابن حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء ذنیک برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو والمرأة ترفع یدہا حذاء ثدیہا۔ چھاتی کے برابر اٹھائے۔ (کنز العمال ج ۲)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا مگر اسلام کو فہم میں امام حماد ہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منبع اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ ہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اور اتم درواز بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں۔ اسی طرح مجمع الاسلام مکہ مکرمہ میں حضرت عطار ہی فتویٰ دیتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ اٹھانے میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے۔
اور اس خیر القرون میں کسی ایک فرد نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا کیونکہ لاندہ
اس زمانہ میں نہ تھے۔

۲۔ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى
أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضَعُ الْيَدَيْنِ
عَلَى الصُّدْرِ - (السَّعَاءِ ص ۱۵۶)
عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے
کہ ان کے لیے سنت سینے پر ہاتھ
رکھنا ہے۔

یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماع اُمت کا مخالف حکم قرآن و حدیث دوزخی
ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین مرد بھی عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ ایک جگہ
غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا۔ کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ نیا طریقہ
دیکھ کر دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اس
کو مرد بنایا مگر یہ نماز عورتوں والی پڑھتا ہے۔ دوسرے نے کہا اس نے نماز
اپنی بے بے جی سے سکھی ہوگی۔ اس لیے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیے اور
دائیں تین انگلیاں بائیں کلائی پر کھپکانا چاہیے اور عورت کو دائیں تھیلی بائیں تھیلی

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹

لی پشت پر رکھنا چاہیے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہیے۔ (شامی ص ۲۳۹)
عورت کے لیے اس طرح ہاتھ رکھنا بھی اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی
کا اختلاف منقول نہیں۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھنے کی روایات مختلف
ہیں کسی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ کسی
میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا۔ کسی میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں
بازو پر رکھا۔ فقہا جو بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے معانی زیادہ سمجھتے ہیں
انہوں نے ایسا طریقہ سمجھایا کہ تمام احادیث پر عمل ہو گیا۔ تھیلی تھیلی پر بھی آگئی اگلی
انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کو پکڑ بھی لیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں بازو پر کھپ بھی گئیں۔

۴۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر اور سرین اور پشت
برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اس قدر کہ ان کے ہاتھ
گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (عالمگیری)

اس میں بھی ستر کا زیادہ اہتمام ہے اور اس کے خلاف بھی کسی سے منقول نہیں۔

۵۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیے اور عورتوں
کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔ (عالمگیری)

کیونکہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

۶۔ مردوں کو حالت رکوع میں کنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہئیں اور عورتوں

کو ملی ہوئی۔ (عالمگیری)

۷۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے

چاہئیں اور عورتوں کو ملا ہوا۔ (عالمگیری)

۸۔ مردوں کو سجدے میں کنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئیں اور عورتوں

کو زمین پر بھی نہ ہونی۔

۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں۔

عورتوں کو نہیں۔ (عالمگیری)

عن ابن عمر مرفوعاً اذا جلست

المرأة في الصلاة وصفت فخذها على

فخذها الاخرى فاذا سجدت الصقت

بطنها على فخذها كما ستر ما يكون

فان الله تعالى ينظر اليها ليقول

يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت

لها۔ (بیہقی ص ۲۲۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم

دیا کرتے تھے کہ ان یتجا فوا فی سجودہم خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں

کو حکم دیا کرتے تھے ان ینخفن فی سجودہن کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کیا

کریں۔ (بیہقی ص ۲۲۳)

امام ابوداؤدؒ مرسل میں روایت فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں

کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو فرمایا :

اسجدتما فضا بعض جب تم دونوں سجدہ کرو تو ایسا نہ

اللحم الى الارض فان المرأة في

ذلك ليست كالرجل۔ (مش) اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ :

اذا سجدت المرأة فلتحتفز

والتضم فخذها۔ (ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲) جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارہ میں سوال ہوا

تو فرمایا :

تجتمع وتحتفز۔ (ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲) یعنی خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

اسی طریق پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ

عورت مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔ مدینہ منورہ میں

حضرت مجاہد اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲)

دور صحابہؓ تابعینؓ تبع تابعینؓ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور

ائمہ اربعہ کا بھی اس پر اجماع ہے۔

۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیئے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں

کے بل کھڑا رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہیئے اور دونوں

پاؤں دائیں طرف نکال دینے چاہئیں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے

اور دائیں پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔ (عالمگیری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ میں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ پہلے چوڑی بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا

گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔ (جامع المسانید امام اعظم ص ۱۱۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم

دیا کرتے تھے کہ تشد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمت کر بیٹھیں۔ (بیہقی ص ۲۲۲)

پہلی تمام روایات اور امت کا اجماع بھی اسی کی تائید میں ہے۔

مولانا محمد داؤد غزنوی کے والد امام عبد الجبار غزنوی سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے جواب پہلے مراہیل ابو داؤد والی حدیث نقل کر کے لکھا: "اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔" پھر چاروں مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں: "غرض کہ عورتوں کا انضمام و انخفاض نماز میں احادیث و تعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتب حدیث و تعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔" (فتاویٰ غزنویہ ص ۲۱۱، فتاویٰ علمائے المجتہدین ص ۳۷۱)

الغرض احادیث مذکورہ اور اجماع امت اس پر نص میں کہ ان مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ ابن حزم اور اس کے مقلدین کے پاس کوئی نص ہرگز موجود نہیں۔ فقہاء نے اجماعاً ان احادیث سے عموم مراد نہیں لیا اور معانی حدیث میں فقہائے پر ہی اعتماد اصل دین ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا

اعتراض: حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں عید کی نماز میں مردوں کے ساتھ شریک ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو۔ مگر فقہانے حدیث کے بالکل خلاف عورتوں کو مسجد میں آنا، جماعت یا جمعہ یا عید کے لیے مکروہ قرار دے دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا مقابلہ ہے۔

جواب: جس طرح اہل قرآن نامی فرقہ یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں تبطل کا حکم ہے وَتَبْتَلُ إِلَيْهِ تَبْتِلًا (المنزل)، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبطل سے منع فرمادیا: "ان الذی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التبتل" (ترمذی ص ۲۹۱) اور قرآن پاک میں مسافر وغیرہ کے لیے حکم ہے: "وَإِنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ" کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیس من البر الصیام فی السفر" سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ یہ کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ اختلاف ہے نہ مقابلہ۔ یہ صرف آپ کی کج فہمی ہے۔

۱۔ ان غیر مقلدین کا ہے یہ حدیث اور فقہ میں مقابلہ ثابت کرنے کے لیے۔

دھوکہ دیتے ہیں جس طرح اہل قرآن سے ہم کہتے ہیں کہ فہم قرآن میں جب بے
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منکرین حدیث اختلاف کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے فہم قرآن پر اعتماد ہوگا نہ کہ منکرین حدیث کے فہم قرآن پر۔ اس طرح جب
 فقہاء اور غیر مقلدین کے درمیان فہم قرآن و حدیث میں اختلاف ہوگا تو حکم اللہ تعالیٰ
 "لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ" اور حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رب حامل فقهه
 غير فقهه" (الحديث) اور تحقیق محدثین "الفقهاء اعلم بجمعنا في الحديث
 (ترمذی) فہم فقہاء پر اعتماد ہوگا نہ کہ اہل غیر مقلدین کی کج فہمی پر اعتماد ہوگا۔ زیر بحث مسئلہ میں
 نہ تو فقہاء نے کبھی یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مساجد میں نہیں جاتی تھیں
 نہ آپ کے حکم سے انکار کیا البتہ فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کا بھی ہر حکم ایک درجہ میں
 نہیں ہوا۔ امر کا صیغہ بعض اوقات وجوب کے لیے آتا ہے جیسے "اقِيْمُوا
 الصَّلَاةَ" کبھی استحباب کے لیے جیسے "وَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبَائِسِيْنَ
 الْفَقِيْرِيْنَ" کبھی اباحت کے لیے جیسے "وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا" (القرآن)
 فقہاء کا کہنا ہے کہ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم تاکید ہی تھا۔
 لیکن عورت کے لیے یہ حکم نہ استحباب کے لیے تھا نہ تاکید کے لیے اسی لیے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ان گھروں
 کو بلانے کا حکم دیتا جن کے مرد مسجد میں نہیں۔ (مشکوٰۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے عورتوں کو اجازت ضروری مگر ساتھ ہی فرمایا:

۱۔ عن ام سلمة زوج النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم خیر
 مساجد النساء فقعر بیوتھن
 (مستدرک حاکم ص ۲۰۹)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں
 کے لیے ان کے نماز پڑھنے کی جگہوں میں
 سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کے اندر بیٹھنے ہیں۔

۲۔ حضرت ام سلمہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا
 اندر کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز
 پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی مجمع الزوائد ص ۲۲۲)

۳۔ عن ابن عمر قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا
 نساءکم المساجد و بیوتھن
 اور ان کے لیے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں۔
 (مستدرک حاکم ص ۲۱۱)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔
 یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق گندے خیالات اور وساوس ڈالتا ہے۔
 اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کو ٹھہری ہی میں اللہ تعالیٰ کے
 بہت قریب ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب ص ۱۸۸ بحوالہ طبرانی)

۵۔ اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۲۲۵)

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک عورت آئی
 اور بڑے ناز سے زینت کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو منع کرو، زینت کا لباس پہن کر اور
 ناز کے ساتھ مسجد میں آنے سے۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں
 ہوئی۔ (یعنی اللہ کا غصہ ان پر نہیں اُترا) یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے
 بناؤ کیا اور مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہونے لگیں۔ (ابن ماجہ مترجم ص ۲۷۲)
 ۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ مسجد کو خارجہی

ہے اور خوشبو لگائے ہوئے ہے انھوں نے کہا اے اللہ کی بندو
کماں جا رہی ہے؟ وہ بولی مسجد میں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا تو نے خوشبو لگائی ہے؟
وہ بولی ہاں۔ ابو ہریرہؓ نے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس عورت نے عطر لگایا اور مسجد
میں گئی اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے۔ (یعنی خوشبو کو دھو
ڈالے اپنے بدن اور کپڑے سے۔) (ابن ماجہ ص ۲۱۲)

۸۔ حضرت ام حمیہ (جو آپ کے صحابی ابو حمید الساعدیؓ کی بیوی ہیں۔)
فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلے کی عورتوں کو ہمارے غاوند مسجد میں آنے سے منع
کرتے تھے۔ میں نے رسول قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ
ہمارا دل ناپاستا ہے کہ آپ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کریں مگر ہمارے
غاوند ہمیں اس سے منع کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا
گھر مل کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے
میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا
(میرے ساتھ مسجد نبویؐ میں) باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد ص ۲۱۲)

اس کے بعد ائمہ حید نے حکم دیا کہ میرے گھر کے تاریک کمرے میں میری
نماز کی جگہ بنا دو اور وہ وصال تک وہیں نماز ادا فرماتی رہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۲)
۵۔ عن عائشہؓ قالت لو ادرک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما احببت النساء لمنعهن
المسجد۔ (بخاری ص ۱۲۲، مسلم ص ۱۲۲، عبد الرزاق ص ۱۲۲)

لیتے جو عورتوں نے ظاہر کی ہے کہ آپ

انکو مسجد میں جانے سے ضرور منع فرمادیتے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجدوں سے
نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ۔ تمہارے گھر تمہارے لیے بہتر ہیں۔

(مجمع الزوائد ص ۲۱۲)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے روز گھر سے ہو کر عورتوں کو کنگیاں مار مار کر
مسجد سے نکالتے (عمدة القاری ص ۲۱۲) یہ سب صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

۱۲۔ حضرت فاروق اعظمؓ جب مسجد میں نماز کے لیے تشریف لاتے تو آپؓ
کی بیوی عاتکہؓ بھی پیچھے ہولیتیں۔ حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے وہ اُسکے
مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۲)

مندرجہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قبیلہ بنی مساعد کے لوگوں
نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُن غاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی
ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں
سختی سے مسجد میں آنے سے رد کرتے تھے کہ اب دور فتنے کا آگیا ہے اور کسی
صحابیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ان کو مخالف حدیث کہا۔

اب غیر مقلدین جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عورتیں مسجد میں آکر عبادت
جمعہ، عیدین میں شریک ہوں شاید یہ لوگ اپنے امام مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتے ہیں اور اپنی مسجد کو مسجد نبویؐ سے زیادہ
مقدس خیال کرتے ہیں اور اپنے آج کے زمانے کو خیر القرون و دور نبوت
اور دور صحابہؓ سے بہترین زمانہ خیال کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کو صحابیاتؓ اور

تابعیات سے زیادہ عقیف اور پاک باز جانتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر جس کام کی حضرت نے تاکید نہیں فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شدید مخالفت کی آپ لوگ اس کو اتنا مؤکد کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کو کالی گلوچ دینے تک کو جائز سمجھتے ہو اور مسلمانوں کی مساجد میں فتنہ ڈالتے ہو حالانکہ فتنہ ڈالنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بتائیے اس فحاشی اور عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں کہ عورتیں خوشبو، پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہ کریں گی اور نگاہ نجی رکھیں گی اور استے میں فساد و فحار کی نگاہیں بھی نہ پڑیں گی۔ الغرض فقہاء نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا ہے۔ فتنے کا احساس جب خیر القرون میں ہی ہو گیا تھا تو اس دور میں فتنے کا انکار کون کر سکتا ہے اور کس آیت اور حدیث میں ہے کہ فتنہ کی حالت میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی تاکید ہے؟

نماز میں باتحذات کے لیے باندھنا

آپ کا ہر ایک حرف اور ہر ایک حرکت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 ہر ایک کوئی حرکت آپ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ہر ایک حرکت میں ایک نیا ہیرو پیدا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نماز میں ہاتھ نواف کے نیچے باندھنا

مَرْتَبَةٌ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفا دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح قرآن پاک لفظی تواثر کے ساتھ ثابت ہے اسی طرح آپ سے نماز عملی تواثر کے ساتھ ثابت ہے۔ مسلمان ہر ملک میں ہر گھر میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن جس طرح متواتر قرآن کے خلاف بعض شاذ قراتیں کتابوں میں ملتی ہیں مگر ان کو آج تک مسلمانوں نے تلاوت قرآن میں شامل نہیں کیا۔ اسی طرح اس متواتر عملی نماز کے خلاف بھی بعض شاذ روایات کتابوں میں ملتی ہیں مگر ان کو اہل اسلام نے اپنی متواتر نماز میں داخل نہیں کیا۔ مثلاً: قرآن پاک میں سب مسلمان یہ آیت پڑھتے ہیں وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلٰی وَمَا خَلَقَ الذَّکْرَ وَالْاُنْثٰی (اللیل ۱-۳) مگر بخاری شریف میں ایک قرات یوں ہے وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلٰی وَالذَّکْرَ وَالْاُنْثٰی (بخاری ۲-۴۲۷) اب تمام مسلمان اسی متواتر قرات کی تلاوت کرتے ہیں۔

اس ملک میں جس طرح قرآن پاک حنفی لے کر آئے اسی طرح حضور کی نماز بھی احناف کے ذریعہ یہاں پہنچی۔ اس ملک میں قرآن پاک قاری عاصم کوفی کی قرات اور قاری حنظل کوفی کی روایت کے مطابق پہنچا تو نماز بھی امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی تدوین کے مطابق پہنچی اب کوئی شخص شاذ قراتوں کے اختلاف سے اس قرآن پاک کے بارے میں وسوسے ڈالنے لگے اور اس قرآن کو کوفی قرآن کہہ کر اس کا انکار کرے تو یہ کوئی دینی خدمت نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض شاذ و متروک اور مرجوح روایات کی بناء پر اس متواتر نماز کے خلاف وسوسے ڈالے اور اس کو کوفی نماز کہہ کر غلط قرار دے تو یہ دین دشمنی ہے۔

اس ملک میں کافروں کو مسلمان احناف نے کیا اور ان کو نماز سکھائی تو سب لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے بارہ سو سال کے طویل عرصہ

میں کبھی یہ آواز نہیں اٹھی کہ نماز کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے اس بارہ سو سال کے طو
عرہ میں یہاں کے علماء اولیاء اللہ اور عوام حج اور تعلیم کے لئے حرمین شریفین کا سفر کرتے
رہے مگر وہاں بھی کسی عالم نے ان کو یہ نہ کہا کہ تم خلاف سنت نماز پڑھتے ہو پوری تازہ
اسلام میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا۔

سنہ ۱۲۹ھ میں نہ مکہ مکرمہ میں نہ مدینہ منورہ میں نہ کسی اسلامی سلطنت میں بلکہ
ملکہ وکٹوریہ کے دور میں ہندوستان میں مولوی محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند
نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس متواتر عملی نماز کے خلاف آواز اٹھائی کہ ناف کے نیچے ہاتھ
باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے، یہ اشتہار شہر شہر قرہ قرہ پھیلا یا گیا اس اشتہار
نے حکومت برطانیہ کی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو عملی جامہ پہنایا اور برصغیر کی ہر
مسجد اور ہر گھر کو میدان جنگ بنا کر رکھ دیا، قرآنی حکم والفتنہ اشد من القتل کو پس
پشت ڈال کر مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ حکومت برطانیہ کی تعریف
اور اکابر اسلام پر سب و شتم کر کے لعن آخر ہذا الہمة اولہا کا غلغلہ بلند کیا۔
اب فطری بات تھی کہ اس متواتر نماز کے خلاف ان کے پاس کونسی متواتر
دلیل تھی۔ ان سے سوال ہوا کہ کیا سینے پر ہمیشہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی کوئی متواتر
دلیل آپ حضرات کے پاس ہے تو مولوی ثناء اللہ نے کہا

پہلی دلیل: قرآن پاک کی یہ آیت فصل لربک وانحر کے معنی یہ ہیں کہ نماز پڑھو اور سینے
پر ہاتھ باندھو، (فتاویٰ علمائے حدیث ۱۵۰۳) اندازہ لگائیے کہ متواتر نماز کے خلاف
قرآن کے غلط ترجمہ میں بعض روافض کی تقلید کی گئی جبکہ احادیث صحیحہ میں وانحر کی
تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے۔ تو کبھی لگے ہم سنتوں کے موافق اس آیت کی تفسیر قربانی سے
بھی کرتے ہیں اور روافضیوں کے موافق سینے پر ہاتھ باندھنے سے بھی تو کہا گیا کہ جب اس
آیت میں نماز عید اور قربانی کا ذکر ہے تو آپ بھی عید کی نماز کے بعد جب قربانی کریں
تو ہاتھ سینے پر باندھ لیا کریں۔ دیکھئے متواتر نماز کے خلاف کس طرح قرآن پاک کا متواتر

خط مطلب لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں۔

دوسری دلیل: اس متواتر نماز کے خلاف غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ
نے یہ لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے... کی روایات بخاری، مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت
ہیں (فتاویٰ ثنائیہ ۱-۲۳۲ فتاویٰ علمائے حدیث ۲-۹۱) مگر افسوس کہ یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا
مرزا کا دیانی نے کہا تھا کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی یہ اللہ کا خلیفہ
مہدی ہے، نہ مرزا کی یہ بات بخاری میں ہے نہ مولوی ثناء اللہ کی بات بخاری مسلم میں ہے
مرزا نے صرف بخاری پر جھوٹ بولا اور ثناء اللہ نے بخاری مسلم دونوں پر

تیسری دلیل: اس متواتر نماز کے خلاف قرآن پاک، بخاری اور مسلم پر جھوٹ بولنے کے
بعد ایک اور دلیل تلاش کی گئی۔ ابن ماجہ، ترمذی، دارقطنی اور مسند احمد میں دو جگہ ایک
حدیث حضرت ہلب سے تھی کہ میں یہ الفاظ تھے کہ آپ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا، کسی میں
تھا کہ ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا، مسند احمد میں ایک جگہ ہذا علی ہذا میں کاتب کی
غلطی سے یوں ہو گیا یضع ہذا علی صدرہ۔ یہاں صدرہ کاتب کی غلطی تھی کیونکہ

مجمع الزوائد، کنز العمال اور جمع الجوامع میں یہ لفظ نہیں آیا جبکہ مسند احمد کی زیادات سب
ان کتابوں میں درج ہیں، دوسرے ہذا کو کاتب نے غلطی سے صدرہ کر دیا تھا، پہلے
ہذا کو مولوی ثناء اللہ نے یدہ سے بدل دیا (فتاویٰ ثنائیہ ۱-۲۵۸، مسند احمد ۵-۲۲۶) اور
اس طرح تحریف لغتی کر کے متواتر نماز کو غلط قرار دینے پر زور لگایا گیا۔

چوتھی دلیل: قرآن پاک کی تحریف معنوی، بخاری مسلم پر جھوٹ اور مسند احمد میں
تحریف لغتی کرنے پر بھی مسئلہ ثابت نہ ہوا تو آخری سہارا صحیح ابن خزمہ کو بنایا گیا۔
اس میں ایک حدیث حضرت وائلؓ سے ہے جس میں علیؓ صدرہ کا لفظ ہے مگر سند یوں
تھی مؤمل بن اسماعیل، سفیان، عاصم، کلیب، وائل ان میں پہلا واری انتہائی ضعیف
س کے بعد کے تینوں راوی کوئی تھے ان کا عقیدہ ہے کہ عراقی ہزار حدیث بھی سنادے تو
نوسونوے تو چھوڑ ہی دے اور باقی دس میں بھی شبک کر (حقیقۃ الفقہ ص ۱۱) نیز سفیان کو

یہ لوگ آہستہ آمین کی حدیث میں غلط کار قرار دے چکے ہیں، اور عاصم کو ترک رفع یدین حدیث میں ضعیف کہہ چکے ہیں اور کلب کو بھی ترک یدین کی ایک روایت میں ضعیف کہہ چکے ہیں۔ ان چاروں راویوں میں سے ایک بھی کسی سند میں آجائے تو یہ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں تو جس سند میں یہ چاروں اور پانچ آجائیں وہ کیسے صحیح ہو سکتی تھی۔ آخر اس کا حل یہ تلاش کیا گیا کہ سند ہی بدل دی اور حدیث سے ابن خزیمہ ۱-۲۳۳ کی سند انارکری (مسلم ۱-۱۴۳) کی سند لگادی۔ فتاویٰ ثنائیہ ۱-۲۳۳۔ فتاویٰ علمائے حدیث ۱-۹۱) ایک متواتر نماز کو غلط قرار دینے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر انگریز کو خوش کرنے کے لئے کیسی کیسی حرکتیں کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو اپنی حفاظت میں رکھیں۔

پانچویں دلیل: مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس متواتر نماز کو غلط ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کی تحریف معنوی کی بخاری مسلم پر جھوٹ بولا، مسند احمد کی حدیث میں تحریف لفظی کی، صحیح ابن خزیمہ کی سند تبدیل کی آخر تمک ہار کر بیٹھ گئے۔ آخر گو جبر انوالہ کے مستری نور حسین میدان میں نکلے۔ آپ نے اپنے رسالہ اثبات رفع یدین ۱۹/۲ پر حضرت وائل کی ایک لکھی جس میں علی صدرہ کا لفظ لکھا اور صحیح مسلم ۱-۱۴۳، ابن ماجہ ۶۴۲ دارمی ۱۱۸۱ دارقطنی ۱۱۸۱ ابوداؤد ۱۹۳ بخاری ۱۳۴۱ مسند احمد ۳/۱۴۴ مشکوٰۃ آٹھ کتابوں کا حوالہ دیا، جبکہ ان میں یہ جملہ کسی ایک میں بھی موجود نہیں ہے۔ ایک ہی سانس میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ بڑے حوصلے کی بات ہے، اگرچہ حدیث پاک میں جھوٹ بولنا منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے، مگر الحدیث نے وہ ریکارڈ توڑ ڈالا کیونکہ ہمیں کسی ایسے منافق کا نشان نہیں ملا جس نے ایک ہی سانس میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ بول دیا ہو اگر کسی صاحب علم کو ایسا منافق معلوم ہو تو ہمارے علم میں ضرور اضافہ فرمائیں فقہ پر جھوٹ: اب غیر مقلدین جب ہر طرف سے لا جواب ہو گئے تو بے چارے عوام کو گمراہ لئے وہ سند یہ ہے کہ عفان عن عماد بن محمد بن جراح عن عبد الجبار بن وائل عن حلقہ بن وائل عن ابیہ

کرنے کیلئے یوں لکھ مارا: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ ۱-۲۵۰) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ہدایہ ۱-۲۵۰ شرح وقایہ ۱۳۲ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوعہ نہیں ہے ح وقایہ ۱۳۲ یہ چاروں حوالے محض جھوٹ ہیں کوئی غیر مقلد ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصلی عبارت پیش کرنے کا یہ ترجمہ ہو تو ہم دس ہزار روپے فی حوالہ انعام دیں گے۔ اور آخر میں آپ حیران ہوں گے یہ بھی لکھ دیا گیا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر باندھنے کی دلیل کو بسبب قویٰ سمونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے ہدایہ ۱-۳۵۱: یہ بھی محض جھوٹ ہے کیا کوئی غیر مقلد ہے جو ہمت کر کے اس عبارت کی اصل عربی ہدایہ کے متن میں دکھائے اس کے اٹھ دس ہزار روپے مزید انعام لے۔ اور یاد رہے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۱۲۹۳ھ میں ہو گیا تھا اور حضرت مظہر جان جاناں ان کے وصال کے ۵۱۸ سال بعد ۱۸۰۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کا قول اور عمل صدیوں پہلے کی کتاب میں کیسے درج ہو گیا، یہ سارے جھوٹ حقیقتہ الفحشاء پر ہیں۔ نوٹ: فتاویٰ علمائے حدیث (۳-۹۳) پر حضرت وائل کی ایک روایت اسنن الکبریٰ کے حوالے سے مذکور ہے، علامہ ابن ترکمانی نے اس پر تحریر فرمایا تھا کہ اس میں محمد بن حجر کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا ہے اس کی احادیث منکر ہے اور ائمہ عبد الجبار مجہول ہے (الجوہر النقی ۲: ۳) علامہ تیموکی فرماتے ہیں کہ اس سند کا راوی سعید بن عبد الجبار بھی ضعیف ہے۔ (کنز فی المیزان والتقریب، آثار السنن ۱-۶۹)

جھوٹ پر جھوٹ: فتاویٰ علمائے حدیث (۳: ۹۳) پر ہے کہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اعتراف فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ عبارت عمدۃ القاری میں موجود نہیں ہے پھر ابن امیر الحاج کی شرح مینہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں حضرت وائلؓ کی سینے والی حدیث کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے: یہ بات بھی شرح مینہ میں نہیں ملی، پھر فتاویٰ علمائے حدیث (۳-۹۵) پر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی شافعیؒ کی کتاب

عوارف المعارف سے نقل کیا ہے کہ وانحر کا معنی ہے ہاتھ سینے پر رکھو، حالانکہ عوارف المعارف عربی ص ۳۰۹ پر تحت الصدر اور مترجم اردو ص ۲۶۲ پر ہے کہ سینے کے نیچے رکھو، افسوس ہے کہ جھوٹ اور خیانت میں ان لوگوں نے سب کومات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کا محافظ تاہم (فتاویٰ علمائے حدیث ۳-۹۲) پر یہ تسلیم کر لیا کہ "سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث نہ ائمہ اربعہ کو پہنچی نہ ہی صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اس پر عمل تھا تاہم یہ عمل نہ ہونا نسخ کی دلیل نہیں" حیرت ہے کہ باقی نماز تو بچوں تک کو پہنچ جاتے مگر یہ نماز کی حدیث آئمہ اربعہ صحابہ اور تابعین کو خواب میں بھی نظر نہ آئے۔ اس سے بڑھ کر شذوذ اور کیا ہوگا۔

۱۱. عَنْ وَاثِلِ بْنِ حِجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ
تَحْتَ السُّرَّةِ

مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۹۰ الشافعی استاد بخاری اسکی سند نہایت صحیح ہے (آثار السنن ۱-۶۹)
مولوی محمد حنیف فرید کوٹی جھنگوی اس سنت رسول کا مذاق یوں اڑاتے ہیں "حُضُیو"

۷ قیامِ حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچر ٹی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا گنجی کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں (قولِ حق ص ۱۲)

حضرت علی سے روایت ہے کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے

مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۱/۱ منذ احمد ۱۱۰/۱ رکھے۔

۱۳ سُنّتِ داکمی عمل کو کہتے ہیں غیر مقلد اگر ایک صحیح حدیث پیش کریں جس سے حضورؐ کے سینے پر ہاتھ باندھنے کو کسی خلیفہ راشد نے داکمی عمل یعنی سنت قرار دیا ہو تو ہم ان کو مبلغ پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔

۱۳ عن انس قال ذاك من اخلاق النبوة
تجليل الافطار وما خيرا السحور وضع اليد

حضرت انسؓ نے فرمایا میں بائیس سب نبیوں
کے اخلاق میں ہیں جلد افطار کرنا، سحری میں

المعنى على السبيل في الصلوة تحت السرة
 ۳۲/۲ بحوالہ ابن حزم ۱۱۳/۴

میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر
 زیر ناف رکھنا۔

۲۲/۲) جوالہ این سیرم ۱۱۲/۲

کیا کوئی غیر مقلد انبیاء علیہم السلام کا دائمی عمل سحر و افطار کی طرح سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

غیر مقلدین میں جبرأت ہے تو لاکھ سے زائد صحابہ کرام میں سے ایک صحابی کا قول پیش کریں گے ہاتھ سینے پر باندھا کرو۔

کریں گے ہاتھ سینے پر باندھا کرو۔
 ۵) عن ابراہیم النخعی قال یضع یمینہ
 علی شالہ فی الصلوۃ تحت السریۃ

ابن ابی شیبہ ۱- ۳۹۰
 علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
 امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا اسی پر
 عمل ہے۔

۶) عن ابی مجلز۔ یضع باطن کف یمنیہ
 ابو محلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دائیں ہاتھ کی متبیلو

اسفل من السرقة (امن ابی شیبہ ۱-۳۹۱)

تمام صحابہ تمام تابعین تمام تبع تابعین میں سے کسی ایک سے کبھی سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت نہیں اور قیامت تک کوئی ثابت بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ فتاویٰ علمائے حدیث ۲-۹۲ پر اسکا اعتنا نہ کرنا ایک صحابہ و تابعین کا اس حدیث پر عمل نہیں تھا۔

۸۔ ابن حزم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلیقاً اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین باتیں تمام انبیاء کرام کے اخلاق سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں -
اختر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

آئمہ اربعہ جس طرح قرآن پاک سات قاریوں کی قسرات سے امت کو ملا ہے جو قسرات ان

ساتوں قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے قرآن ہرگز نہیں اسی طرح جس روایت پر آئمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے، سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک نہیں (تووی شرح مسلم ۱۰۶۲-۱۱ اور امام ترمذی اختلافات کا ذکر کیا کرتے ہیں انہوں نے ترمذی شریف میں کسی کا مسلک سینہ پر ہاتھ باندھنا نہیں بتایا۔ فتاویٰ علمائے حدیث ۲-۹۳ پر اعتراف کر لیا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث آئمہ اربعہ کو نہیں پہنچی۔

اجماع مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں

اما في حق النساء فاتقوا على ان السنة
لنوضع اليد على الصدر (الاعلیٰ ۱۵۶-۲) سنت ہے کہ وہ ہاتھ نماز میں سینہ پر رکھیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماعی مسئلہ ہے اور اجماع کا مخالف قرآن و حدیث کے موافق روزِ خبی ہے۔

غیر مقلدین سنت کی دشمنی کے لئے اپنی مساجد میں اشتہار لگاتے ہیں ان میں ایک اشتہار ہے نماز میں سینہ پر ہاتھ اس میں دائیں کونے پر اطمینان لکھا ہے اور پھر اشد کے حکم فصل لربک و آخر سے رافضیوں کی تقلید میں نماز عید کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنا لکھا ہے۔

حدیث اول کی سند بھی ضعیف ہے اس کا راوی سماک بن حرب ہے اور حدیث کے ترجمہ میں ہے کہ آپ دونوں طرف سلام پھیرتے اور وہ ہاتھوں کو سینہ پر رکھتے تھے یہ ہاتھوں خدا جانے کس لفظ کا ترجمہ ہے، پھر ابن خریجہ والی روایت نقل کی ہے جس کا ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے، پھر طاووس کی مرسل اور ضعیف سند جس کا راوی سلیمان بن موسیٰ ہے، لکھی ہے یہ نہایت ضعیف حدیث ہے، محمد بن حجر ضعیف، سعید بن عبد الجبار ضعیف اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں پھر ابن عباس کا قول جو بالکل جھوٹا ہے نقل کیا ہے کیونکہ راوی ریح بن المسیب جھوٹی احادیث بناتا تھا یہ شاذ متروک ضعیف روایات بھی اس کے دعویٰ کی دلیل نہیں کسی ضعیف حدیث میں سنت یعنی دائمی عمل کا مذکور نہیں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ کسی ایک صحابی ایک

یعنی ایک جمع تابعی آئمہ اربعہ میں سے کسی امام کا مذہب بھی وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثابت نہیں کر سکتا ان شاذ روایات کو سنت کہنا ایسی ہی چھالت ہے جیسے کوئی جاہل ساتوں قرآنوں کے خلاف کسی شاذ اور متروک قرأت کو قرآن کا نام دے اور اس متواتر قرآن کے خلاف اشتہار بازی کرے۔ یہ حرکت پارسی فائدہ، سوامی دیانند پنڈت رام چندر نے تو کی تھی اب اہل حدیث بھی ان کی تقلید میں اسی حرکت پر اتر آئے ہیں۔

اہل سنت حضرات کو ان کے دسواکس سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اور سورت والناس پڑھ کر ان پر دم کر دینا چاہیے کہ یا اللہ ان کے دسواکس سے ان ہی کے پاس رہیں ہمیں ان دسواکس سے محفوظ رکھنا۔ آمین یا اللہ العالمین

آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ بوقت اختلاف خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑنا۔ ہم نے اس مسئلے میں ان احادیث پر عمل کیا جن پر عمل کو خلیفہ راشد حضرت علیؑ نے سنت کہا۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جو حدیثیں میری سنت کے خلاف ہوں وہ میری طرف سے نہیں (دارقطنی) اس لئے ہم نے اس روایت پر عمل نہیں کیا جو خلاف سنت ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر مقلد سینے پر ہاتھ باندھنے کا سنت نہ ہو کسی خلیفہ راشد سے ثابت کر دے تو ہم اسے بھی سنت مان لیں گے۔

سنت کا مذاق یہ فرقہ سنتوں کا دشمن ہے یہ سنت جو تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اس کے بارے میں غیر مقلد عالم فیض عالم صدیقی اپنی کتاب اختلاف امت کا المیہ ۷ پر لکھتے ہیں "مردوں کو ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں رکتب فقہ) یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفائے نبی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں ازار بند کھل گیا۔ اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند بٹھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانہ سے ہارون الرشید کے اس فعل کو عاتقاصنی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے

بڑے بڑے منکر حدیث نے بھی حدیث کا ایسا مذاق نہ اڑایا ہوگا جیسا اس نام نہاد اہل حدیث نے سنت کا مذاق اڑایا ہے، فقہ کا نام آتے ہی یہ لوگ سراپا استہزاء بن جاتے ہیں ذرا فقہ کا تھوڑا سا تقابل دیکھئے۔

فقہ حنفی

فقہ غیر مقلدین سے

منی پاک ہے۔ عرف الجادی ص ۱۲۱ کنز الحقائق ص ۱۲

منی ناپاک ہے

صیغہ کے سوا سب خون پاک ہیں (کنز الحقائق ص ۱۲)

دم سفوح (خون) ناپاک ہے

خنزیر پاک ہے۔ اسی طرح اس کی ہڈی، پٹھے وغیرہ

خنزیر ناپاک ہے

پاک ہیں (کنز الحقائق ص ۱۲)

اظھر (شراب) پاک ہے (کنز الحقائق ص ۱۲)

اظھر (شراب) ناپاک ہے

مردار نجس نہیں (عرف الجادی ص ۱۲)

مردار نجس ہے

کتے کا جھوٹا اور پیشاب اور پاخانہ پاک ہے حق یہی ہے

کتے کا جھوٹا ناپاک ہے

(نزل الابرار ص ۱۲۱)

افسوس ہے کہ سنتوں کا انکار اور گندے مسائل کی اشاعت حدیث کے نام پر؟

ہاں یہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کے قبول اور عمل واستقامت کی توفیق فرمائے۔

خط افسوس س۔

غیر مقلدین سے مسائل قربانی کے بارے میں اکتالیس سوالات



منظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

مکتبہ فاروقیہ ۸، گوہنہ گڑھ گوجرانوالہ

اہل حدیث حضرات کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا و رسول کے سوا کسی کی بات کو دین میں جت نہیں سمجھتے۔ اس لیے گزارش ہے کہ وہ قربانی کے بارہ میں مندرجہ ذیل سوالات جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں کسی امتی قول نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔ اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، بے سند باتیں لکھ کر بے دین نہ بنیں۔ اور جواب سے سکوت کر کے گونگے شیطان نہ بنیں۔

① قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل صریح حکم قرآن و حدیث سے تحریر کریں
② اگر نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل تو یہ تحریر فرمائیں کہ جن آئمہ فقہاء یا آئمہ مدثین نے اسے واجب یا سنت وغیرہ کہا ہے وہ قرآن حدیث کی مطابقت کافر ہیں یا فاسق یا بدعتی
③ قربانی کرنے والے شخص میں کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ صریح آیت یا حدیث میں سند فرمائیں۔

④ قربانی کے ضروری ہونے کیلئے کتنا نصاب ہو یا ضروری ہے نصاب کا نامی ہونا بھی شرط ہے یا نہیں
⑤ زمین، مکان، دکان، بس، رُک وغیرہ کی قیمت سے نصاب کا حساب ہو گا یا آمدن سے
⑥ ضرورت کے کون کونسے سامان ہیں جن کا حساب نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔
⑦ جو مسلمان وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے اُس کو کتنا گناہ ہے اس گناہ کی حد کتنے کوڑے ہے۔

⑧ جو بکری، گائے وغیرہ چار چھ، آٹھ دانت والی ہو انکی قربانی کس حدیث کی مطابقت جائز ہے۔
⑨ جذعہ کا کیا معنی ہے جو دو دانت والا نہ ہو خواہ ایک دن یا ایک ہفتہ کا یا ایک ماہ کا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

⑩ مسننہ کا مادہ کیا ہے یہ لفظ واحد ہے یاثنیہ یا جمع۔
⑪ ثنی کا مادہ کیا ہے فقہاء اور شارحین حدیث نے قربانی کی حدیث میں کیا معنی کیا۔
⑫ اس معنی پر اختلاف ہے یا اختلاف اور کیوں؟

⑫ بھینس کا گوشت، دودھ، گھی، مکھن، دہی، لسی، آپٹ نے استعمال فرمائی یا حکم دیا۔
⑬ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھینس، ہرن، گھوڑے کی قربانی کی تھی یا نہیں۔
⑭ بھینس، گائے میں قربانی کے کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟ ان میں کوئی مرزائی حصہ ہے تو اہل حدیث کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں۔

⑮ ایک گائے یا بھینس میں سات شخص شریک ہوئے ایک اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مرزائی، شیعہ نے مل کر قربانی کر دی قربانی ہو گئی یا نہیں۔

⑯ ایک آدمی ۲۰ نصابوں کا مالک ہے وہ ایک ہی قربانی کرے یا بیس۔

⑰ ہاتھی، خچر، گھوڑے کی قربانی میں کتنے حصے شریک ہو سکتے ہیں۔

⑱ بچو، گود، کرلا، مینڈک، مرغ، بچھل کی قربانی جائز ہے یا نہیں صریح حدیث سے جواب دیں۔

⑲ مرغی، بطخ، چڑیا، کچھوے کے انڈے کی قربانی جائز ہے یا نہیں صریح حدیث پیش کریں۔

⑳ زید فوت ہو گیا اُس نے بیوی بچے اور گائے چھوڑی دونوں نے اسکی قربانی کر دی جائز ہے یا نہیں۔

㉑ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیے یا اندازے سے بھی جائز ہے حدیث میں کیا حکم ہے؟

㉒ قربانی کا گوشت کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، بریلوی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

㉓ قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز۔

㉔ قربانی کے جانور میں جماعت المسلمین یا قادیانی کا حصہ شامل کرنا حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں۔

㉕ قربانی کا جانور کسی جماعت المسلمین والے سے ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

㉖ قربانی کا جانور کوئی کافر بغیر مسلمان اللہ کہے ذبح کر دے تو قربانی جائز ہے یا نہیں۔

㉗ قربانی کی بکلیے اسکی قیمت اپنے اجباب میں تقسیم کر دے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں۔

㉘ اہل حدیث نے حنفی کے پیچھے نماز پڑھ کر قربانی کر لی یہ قربانی جائز ہے یا نہیں۔

㉙ نماز عید پڑھ کر قربانی کر لیں بعد میں پتہ چلا کہ عید کا امام بے وضو یا سہو نماز پڑھا۔

توبہ فرمایاں ہو گئیں یا دوبارہ کرنا پڑیں گی۔

۳۰) ایک شخص نے سر سے عید کی نماز ہی نہیں پڑھی لوگوں کے ساتھ قربانی کر لی یہ قربانی ہو گئی یا نہیں۔

۳۱) ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا شرط ہیں اُن کی تعداد اور نام صحیح حدیث سے بیان فرمائیں

۳۲) گائے کو قربانی کے لیے لٹانے لگے وہ ذبح سے پہلے گر کر ٹنگڑی ہو گئی یا کافی ہو گئی اب اُس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

۳۳) قربانی کی کھال یا قربانی کا گوشت امام مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں۔

۳۴) قربانی کی کھال قصائی کو اجرت میں دے دی اب تلافی کی کیا صورت ہے۔

۳۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی عید گاہ میں کیا کرتے تھے یا گھر اور گلی میں۔

۳۶) آج کل لوگ گھریا گلی میں قربانی کرتے ہیں اس کے جواز کی کوئی صریح حدیث تحریر فرمائیں۔

۳۷) آج کل کے غیر مقلد چوتھے دن قربانی کرنے کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں کیا کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زیادتی ثواب کی نیت سے چوتھے دن قربانی کی تھی۔

۳۸) جو صحابہ تین دن قربانی کے قائل تھے وہ خلاف حدیث اپنی رائے پر تھے یا اُن کے پاس بھی کوئی صحیح حدیث تھی۔

۳۹) رات کو قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔

۴۰) قربانی کے دن گزر گئے، اب اس کی تلافی کی حدیث میں کیا صورت ہے۔

۴۱) قربانی کا جانور گم ہو گیا۔ دوسرا خریدا پھر پہلا بھی مل گیا۔ اب یہ قربانی کرے یا کسی ایک کی۔

غیر مقلدین کی فہم

(۲) کے دو سو مسائل

ان

مناظر اسلام حمزہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مظلک العالی



ناشی

مکتبہ فاروقیہ ۸ گونبد گڑھ گوجرانوالہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد !
 دین اسلام کی تکمیل نبض قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی اور
 اس دین کامل کو تکمیل خلافت راشدہ اور جماعت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ذریعہ
 نصیب ہوئی اور باجماع امت اس کی تدوین کا سہرا سب سے پہلے سیدنا امام عظیم
 ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر رہا۔ بقول امام شافعیؒ وہ اس باب میں (اب) اصل ہیں۔ اور
 قیامت تک آنے والے اُن کی نسل ہیں۔ یہ فقہ خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی۔ اور
 خیر القرون میں ہی تمام عالم اسلام میں بحیثیت قانون اسلامی نافذ ہو گئی۔ ۱۷۰ھ میں
 قاضی ابویوسفؒ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا گیا۔ ایک آواز بھی خیر القرون میں اس فقہ
 کے خلاف نہ اٹھی۔

جس طرح قرآن پاک کی تفسیریں ہر دور میں لکھی گئیں۔ کتب احادیث کی شرح
 ہر دور میں لکھی گئیں اسی طرح فقہ حنفی کی کتابیں بھی ہر دور میں لکھی جاتی رہیں۔ ان میں
 سے ایک کتاب "در مختار" ہے۔ یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منامی اجازت
 (من رانی فقد رای الحق) سے لکھی گئی۔ مؤلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب
 میں ملے۔ اپنی مبارک زبان جو ماینطق عن الہوی۔ ان لہو الا وحی یوحی کی ترجمان
 تھی چوسنے کا حکم دیا اور مؤلف نے یہ کتاب مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 روضہ پاک پر بیٹھ کر تالیف فرمائی۔ یہی وہ مقام ہے جو روضۃ من ریاض
 الجنۃ ہے اس کا وہ خاص ٹکڑا مبارک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف
 اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مواجہ شریف میں ہے۔ وہی

رشد عرش پکڑا اس کتاب کی تالیف گاہ ہے۔

اس مبارک کتاب کو خدا تعالیٰ نے اہل عربین اور تمام اہل عجم میں وہ شرف
 قبولیت بخشا کہ ہر دارالافتاء کی زینت بنی۔ شام اور مصر کے عرب علماء نے اس کتاب
 پر شرح و حواشی لکھے۔ جو عرب و عجم کے علماء میں مقبول ہیں۔ اہل عربین کی طرف سے
 آج تک اس کی تردید میں کوئی کتاب شائع نہ ہوئی۔

پاک و ہند میں جب انگریز کے منحوس قدم آئے تو اس کافر حکومت کے
 زیر سایہ ایک غیر مقلد عالم نے اس کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "نزل الابرار
 من فقہ النبی المختار" رکھا۔ جس کا مطلب ہے کہ نبی مختار علیہ السلام کی فقہ سے نیک
 لوگوں کی مہمان نوازی۔

بس اب کیا تناسب کو یہ دعوت دی جانے لگی کہ "در مختار" اُمتی کی فقہ
 ہے اور "نزل الابرار" نبی کی فقہ ہے۔ اُمتی معصوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کی فقہ میں
 خطا کا احتمال ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے اس کی فقہ میں غلطی اور خطا کا احتمال نہیں۔
 مگر اس کتاب کو غیر مقلدین کے علاوہ کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ اس ہی کتاب
 کے دو سو مسائل نمونہ کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

- ۱۔ خدا تعالیٰ جس شکل میں چاہے تجلی فرما سکتا ہے۔ (ص ۱۱)
- ۲۔ عرش خدا کا مکان ہے۔ (ص ۱۱)
- ۳۔ خدا کا چہرہ، آنکھ، کان، ناک، کندھا، پسلی، ٹانگ، پاؤں، انگلیاں سب کچھ ہے۔ (ص ۱۱)
- ۴۔ ہم اہل حدیث اسکے قائل ہیں کہ مردے قبر میں زندوں کی پکار سنتے ہیں۔ (ص ۱۱)
- ۵۔ زندہ اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ (ص ۱۱)
- ۶۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلافی کرنا عقلاً ممکن ہے گو امتناع بالغیر ہے۔ (ص ۱۱)
- ۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن اور تحت قدرت ہے امتناع بالغیر ہے۔ (ص ۱۱)
- ۸۔ ہمارے بعض اصحاب خلف و عید کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (ص ۱۱)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

۹

۱۰۔ کرامات اولیا حق ہیں۔

۱۱۔ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے۔

۱۲۔ اہل حدیث شیعان علی ہیں۔

۱۳۔ نماز، روزہ، تلاوت، صدقہ وغیرہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۴۔ عامی کے لیے مجتہد یا مفتی کی تقلید لازمی ہے۔

۱۵۔ تمام مسائل میں خاص ایک امام کی تقلید بدعت مذمومہ ہے۔

۱۶۔ تقلید شخصی شرک فی العادت ہے۔

۱۷۔ بھلا ایک نام ہے اہل حدیث۔ ان کو وہابی کہنے والے بدعتی ہیں۔

۱۸۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اگر نبی کی بات کو امام کی بات پر مقدم سمجھیں تو یہ

لوگ مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں۔

۱۹۔ جسم پر کھیلوں کا پاخانہ لگا ہو تو دھونا ضروری نہیں۔ اس میں حرج ہے۔

۲۰۔ اہل بیت سے متواتر روایات سے ثابت ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے

مسح کیا جائے۔

۲۱۔ اگر سر، موزہ، پٹی کو بے وضو آدمی نے برتن میں ڈال دیا تو مسح ہو گیا۔

۲۲۔ سر کی بجائے وضو میں پگڑی پر مسح جائز ہے۔

۲۳۔ پگڑی پر مسح کرنے کے بعد پگڑی اتار ڈالی تو اب سر پر مسح ضروری ہے۔

۲۴۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا مسافر کے لیے مکروہ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

سے اس کا ثبوت ہے۔

۲۵۔ خون، پیپ اور قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۲۶۔ صحیح یہ ہے کہ قے کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

(ص ۱۷)

۲۷۔ صحیح یہ ہے کہ (الخمر) شراب ناپاک نہیں ہے۔

۲۸۔ نماز میں بالغ آدمی قنقہ لگا کر ہنسنے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۲۹۔ عورت کو مساس کرنے یا بے ریش رک کے کو مساس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۳۰۔ مرد، عورت ننگے ہو کر شرم گاہیں ملائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۳۱۔ اگر انگلی پاخانہ کی جگہ داخل کی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۲۔ اگر شرم گاہ میں بکڑی داخل کی اگر خشک نکل آئی تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۳۳۔ اگر لوبہ یا کسی اور چیز کا (ذکر بنا کر) داخل کیا، وہ خشک نکل آیا تو وضو

نہیں ٹوٹتا۔

۳۴۔ اگر لوبہ اور بکڑی کا ذکر اندر ہی غائب ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۳۵۔ بواسیر کا موبہ کا باہر نکل کر خود بخود اندر چلا گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاتھ سے اندر

کیا تو وضو ٹوٹ گیا۔

۳۶۔ کیڑا (چونٹا) باہر نکلا پھر خود واپس درمیں داخل ہو گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۳۷۔ اگر کوئی شخص اعضا وضو کو ہمیشہ ایک ایک بار ہی دھوتا رہے (دو بار اور تین

بار اعضاء وضو دھونے کی احادیث کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہے) تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

۳۸۔ عورت کی شرم گاہ کا بیرونی حصہ (فرج خارج) مثل انسان کے منہ کے ہے۔

۳۹۔ آنکھوں میں ناپاک سرمہ ڈالا تو آنکھوں کا دھونا غسل وضو میں فرض نہیں۔

۴۰۔ غسل فرض ہوا اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو مرد کو مردوں کے سامنے اور عورت کو

عورتوں کے سامنے ننگے ہو کر غسل کرنا ضروری ہے۔

۴۱۔ عورت نے صحبت کے بعد غسل کر کے نماز پڑھ لی۔ پھر عورت کی باقی ماندہ

منی باہر نکل آئی تو غسل اور نماز کا دہرائنا نہیں ہے کیونکہ یہ منی بغیر شہوت خاج ہوئی ہے۔

۴۲۔ مرد نے منی نکلنے سے قبل عضو مخصوص کو زور سے پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ

شہوت ختم ہو گئی۔ اب چھوڑ دیا اور منی باہر نکل آئی تو غسل فرض نہیں ہوا۔

- ۲۳۔ غیر مکلف (نا بالغ) نے بالغ سے صحبت کی یا کرائی تو نابالغ پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۴۔ غیر مکلف (دیوانے) نے عاقل سے صحبت کی یا کرائی تو غیر مکلف پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۵۔ جن نے عورت سے صحبت کی عورت کو انزال نہیں ہوا۔ تو عورت پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۶۔ جانور کی شرمگاہ میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۷۔ جانور کی دُبر میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۸۔ آدمی کے پاخانہ کے مقام میں جماع کیا (دونڈے بازی کی) تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۲۹۔ مرد عورت سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۰۔ قریب ابلوغ لڑکے یا لڑکی نے صحبت کی یا کرائی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۱۔ امام بخاری کے نزدیک عاقل بالغ مرد عورت جماع کریں، انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۲۔ کسی نے اپنا آلہ تناسل اپنی دُبر میں داخل کر لیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۳۔ خنثی مشکل نے کسی سے جماع کیا تو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۴۔ آلہ تناسل پر کپڑا پیٹ کر جماع کیا۔ جماع کی لذت نہ آئی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۵۔ کسی عورت نے انگلی استعمال کی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۶۔ کسی عورت نے غیر آدمی کا آلہ تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۵۷۔ اگر کوئی عورت لکڑی (یا لوہے وغیرہ) کا ذکر بنا کر استعمال کرے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ (ص ۲۳)
- ۵۸۔ مندرجہ بالا عورت اگر لکڑی، لوہے کا ذکر اس صفائی سے استعمال کرے کہ ذکر تو سارا اندرجاتا رہے مگر ہاتھ کی ہتھیل اندام نہانی کو نہ لگے تو وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۳)
- ۵۹۔ اگر وہ عورت کسی مردہ کا ذکر اپنی شرمگاہ میں داخل کرے تو بھی غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)

- ۶۰۔ پیسوں کو جوڑ کر ذکر بنالے اور عورت استعمال کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۱۔ اگر عورت نے لڑکے کا آلہ تناسل داخل کر لیا جو بالغ نہ تھا تو کسی پر بھی غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۲۔ عورت نے کسی خسرے سے جماع کر لیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۳۔ اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا اور کنوار پٹی نہ ٹوٹی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۴۔ (غیر مقلد) مرد بھی اپنی دُبر میں لوہے، لکڑی یا مردے یا جانور کا اگر تناسل داخل کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۵۔ حیض، نفاس والی عورت جنبی دعا اور شمار کی نیت سے قرآن ایک ایک کلمہ کر کے پڑھیں تو جائز ہے۔ (ص ۲۳)
- ۶۶۔ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک بہ نیت تلاوت بھی حیض، نفاس والی اور جنبی کو قرآن پڑھنا جائز ہے۔ (ص ۲۳)
- ۶۷۔ آخر اہل حدیث کے نزدیک بے وضو شخص قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (ص ۲۳)
- ۶۸۔ قرآنی دعائیں پڑھنا حائضہ اور جنبی کے لیے مکروہ نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۶۹۔ قرآن پڑھنے والے بچے، پڑھانے والا استاد بے وضو قرآن کو پکڑ سکتے ہیں۔ (ص ۲۳)
- ۷۰۔ قرآن پر غلاف ہو تو سر کے نیچے (تکیہ کی جگہ) یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۷۱۔ فلسفہ، منطق اور کلام (عقائد) کی کتابوں سے استنجا کرنا جائز ہے۔ (ص ۲۳)
- ۷۲۔ پاخانہ پھرتے یا استنجا کرتے وقت دل میں قرآن پڑھنے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ص ۲۳)
- ۷۳۔ عرق گلاب سے وضو جائز ہے۔ (ص ۲۳)
- ۷۴۔ پانی خواہ کتنا تھوڑا ہو جب تک نجاست سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدے وہ پاک رہتا ہے۔ (ص ۲۳)

۷۵۔ مستعمل اور غیر مستعمل پانی میں کوئی فرق نہیں۔ (صفحہ ۲۹)

۷۶۔ انسان، خنزیر، کتے وغیرہ ہر جاندار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۲۹)

۷۷۔ خنزیر یا کتے، بلی وغیرہ کے چمڑے کو دھوپ میں سکھائے تو بغیر رنگے پاک ہیں۔ (صفحہ ۳۱)

۷۸۔ جن جانوروں کی کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں (مثلاً آدمی، خنزیر، کتا، بٹا وغیرہ) ان کو اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لیا جائے تو پھر بغیر رنگے بھی ان کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۷۸ (ب) حرام جانوروں کو ذبح کرنے سے سوائے خنزیر کے باقی سب کا گوشت اور چربی بھی پاک ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۷۹۔ مردار جانور اور خنزیر کے بال، ہڈیاں، پتھے، کھڑ اور سینگ پاک ہیں۔ (صفحہ ۳۱)

۸۰۔ کتا اور اس کا لعاب محققین اہل حدیث کے نزدیک پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۱۔ کتے کو بیچا جاسکتا ہے۔ کرائے پر دیا جاسکتا ہے۔ کسی کا کتا مار ڈالا تو تاوان دینا پڑے گا۔ (صفحہ ۳۱)

۸۲۔ کتے کی کھال کا ڈول بنانا جائز ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۲ (ب)۔ کتے کی کھال کا جائز بنانا جائز ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۳۔ کتا کنویں میں یا حوض یا پانی میں گر گیا۔ اگرچہ اس کا منہ پانی تک پہنچا تو بھی پانی پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۴۔ بھیکے کتے کی چھینٹیں بدن یا کپڑوں پر پڑیں تو بدن اور کپڑا پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۵۔ کتے نے کاٹا اگرچہ جسم یا بدن کو اس کا لعاب بھی لگ گیا تو بھی جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۶۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا پانی، دودھ وغیرہ بھی پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۷۔ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۸۸۔ شراب کی میل آٹے میں گوندھ کر روٹی پکائی وہ پاک بھی ہے اور حلال بھی۔ (صفحہ ۳۱)

۸۹۔ مہرام دوا کا استعمال حالت اضطراب میں جائز ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۹۰۔ گدھا اور خنزیر نمک کی کلن میں گر کر نمک بن گیا تو وہ پاک ہے اور کھانا حلال ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۹۱۔ کتے کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۹۲۔ ناپاک زمین خشک ہو جائے تو اس پر تمیم جائز ہے۔ (صفحہ ۳۱)

۹۳۔ ایک شخص کو نجاست لگی ہے، پانی تھوڑا ہے وہ نجاست دھوئے تو

وضو کے لیے نہیں بچے گا اور اگر وضو کرے تو نجاست نہیں دھلے گی تو وہ

نجاست نہ دھوئے بلکہ وضو کر لے اور نجاست سے نماز پڑھے۔ (صفحہ ۳۲)

۹۴۔ حائضہ اور جنابت والا کو بسم اللہ اور قرآنی دعائیں، ان کا اٹھانا،

چھونا سب جائز ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۹۵۔ ٹوپی، برقع اور دستاؤں پر مسح جائز نہیں۔ (صفحہ ۳۲)

۹۶۔ منی پاک ہے، خشک ہو یا تر، تیلی ہو یا گاڑھی۔ (صفحہ ۳۲)

۹۷۔ ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۹۸۔ گندم، چنوں میں اتنا انسان کا پیشاب ڈالا کہ گندم اور چنے پھول گئے

ان کو پانی میں ڈال کر نکال کے خشک کر لو تو پاک ہو گئے۔ (صفحہ ۳۲)

۹۹۔ شراب جب سرکہ بن گئی تو اس کا کھانا حلال ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۱۰۰۔ اگر بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو جائز مع الکراہت ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۱۰۱۔ استنجار کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا مکروہ نہیں۔ (صفحہ ۳۲)

۱۰۲۔ گندگی پر سو گیا۔ گندگی، کپڑے یا جسم پر ظاہر نہیں ہوئی تو جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (صفحہ ۳۲)

۱۰۳۔ چوباشراہ میں گرا۔ پھر وہ شراب سرکہ بن گئی تو پاک ہے۔ (صفحہ ۳۲)

- ۱۰۴۔ اہل ذمہ کافروں اور فاسقوں کے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔ (ص ۵۴)
- ۱۰۵۔ جانور کے گوشت میں گنی یا جگالی میں جو ہے تو دھو کر کھاو۔ (ص ۵۴)
- ۱۰۶۔ بچے نے گندگی کھالی پھر پانی وغیرہ پی لیا تو باقی پانی وغیرہ ناپاک نہیں۔ (ص ۵۵)
- ۱۰۷۔ کھانا حاضر ہو تو کھانا کھانے سے پہلے جو نماز پڑھی وہ نماز نہیں ہوئی۔ (ص ۵۵)
- ۱۰۸۔ آج کل اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔ (ص ۵۵)
- ۱۰۹۔ نجاست لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی، ص ۶۲)
- ۱۱۰۔ صلیق حسن (ص ۶۲)
- ۱۱۱۔ جسم پر نجاست لگی تھی۔ اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی، ص ۶۲)
- ۱۱۲۔ صلیق حسن (ص ۶۲)
- ۱۱۳۔ پلید مرد عورت (جنسی) کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (ص ۶۲)
- ۱۱۴۔ شوکانی، نواب صلیق حسن فرماتے ہیں: کپڑا ہوتے ہوئے ننگے نماز پڑھی تو بھی نماز صحیح ہے۔ (ص ۶۵)
- ۱۱۵۔ عورت کی آواز کا پردہ نہیں۔ (ص ۶۵)
- ۱۱۶۔ شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ (ص ۶۵)
- ۱۱۷۔ جو کتے پن کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ (ص ۶۵)
- ۱۱۸۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ (ص ۶۹)
- ۱۱۹۔ نماز کے تمام اذکار میں صرف تکبیر، فاتحہ، آخری تشہد اور سلام ہی ضروری ہیں۔ (ص ۸۲)
- ۱۲۰۔ عورت اپنے ہاتھ پستانوں تک اٹھائے اور سجدوں میں سمٹ کر اور بل کر سجدہ کرے۔ (ص ۸۵)
- ۱۲۱۔ اذان اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں جائز ہے۔ (ص ۸۶)
- ۱۲۲۔ اس طرح نماز میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ (ص ۸۶)

- ع ال م تان۔ (ص ۸۶)
- ۱۲۱۔ زمین پر کھڑا ہو کر سجدہ میسر پر کرے تو درست ہے۔ (ص ۸۶)
- ۱۲۲۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب مسلمان ہیں انکے پیچھے نماز جائز ہے۔ (ص ۸۸)
- ۱۲۳۔ نماز باجماعت میں مرد عورت ساتھ ساتھ ایک صف میں مل کر پڑھیں تو نماز فاسد نہیں۔ (ص ۹۱)
- ۱۲۴۔ امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا میں بے وضو تھا تو مقتدی نماز نہ دھرائیں ان کی نماز صحیح ہے۔ (ص ۹۱)
- ۱۲۵۔ امام نے نماز کے بعد کہا، میں کافر ہوں۔ مقتدیوں کی نماز صحیح ہے۔ دھرائے کی ضرورت نہیں۔ (ص ۹۲)
- ۱۲۶۔ امام نے بعد نماز کہا، میں ناپاک ہوں۔ مقتدیوں کی نماز صحیح ہے۔ (ص ۹۲)
- ۱۲۷۔ نماز پڑھتے ہوئے اشارہ سے پانی مانگا یا پانی خرید لیا تو نماز باطل نہیں ہوئی۔ (ص ۹۲)
- ۱۲۸۔ نماز پڑھتے ہوئے ایک ہاتھ سے اگال دان اٹھا کر تھوک لیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (ص ۹۲)
- ۱۲۹۔ عورت نماز پڑھ رہی تھی مرد نے شہوت سے اس کا بوسہ لیا اور چھو (ص ۹۲)
- تو نماز نہیں ٹوٹی۔
- ۱۳۰۔ مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لے لیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۹۳)
- ۱۳۱۔ نماز میں چوپائے کو منگوا دیا۔ یا چند قدم کھینچ لیا۔ اگر سینہ قبلہ سے نہ پھرا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۹۳)
- ۱۳۲۔ نمازی نے نماز پڑھتے ہوئے چھرا اٹھا کر پرندے یا آدمی کو دے مارا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۹۳)
- ۱۳۳۔ نمازی بکھے ہوئے کو دیکھ کر سمجھتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۹۳)
- ۱۳۴۔ نماز میں لڑائی کے لیے لشکر کی تیاری کا منصوبہ بنانا یا نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۹۳)

۱۳۵۔ نمازیں دینی مدرسہ کا نصاب وغیرہ سوچتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۱۱۳)

۱۳۶۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے سر سے ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر

رکھ لینا افضل ہے۔ (ص ۱۱۴)

۱۳۷۔ اگر نماز میں کلائی سے گھڑی آنکھوں سے عینک گر جائے تو نماز میں ہی

اٹھا لینا جائز ہے۔ (ص ۱۱۴)

۱۳۸۔ نماز میں جوئیں مارنا یا مکھیاں مارنا ناپسند ہے مگر نماز ہو جاتی ہے۔ (ص ۱۱۵)

۱۳۹۔ نماز پڑھتے بند یا ابل جائے تو نماز توڑ ڈالے۔ (ص ۱۱۶)

۱۴۰۔ حقہ سگریٹ پینے والے کو مسجد سے نکال دینا مستحب ہے۔ (ص ۱۱۶)

۱۴۱۔ مسجد کو کسی فرقے کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں جیسے مسجد احناف

(مسجد اہل حدیث) (ص ۱۱۸)

۱۴۲۔ مسجد کی دیواروں پر کچھ نہ لکھنا چاہیے۔ (ص ۱۲۱)

۱۴۳۔ مسجد میں ریاکاری کا خوف نہ ہو تو ذکر جہر مکروہ نہیں۔ (ص ۱۲۱)

۱۴۴۔ دو التحیات سے تین وتر پڑھنا منع ہیں۔ (ص ۱۲۳)

۱۴۵۔ جو شخص مکرہ سنتیں ادا نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ص ۱۲۵)

۱۴۶۔ نماز تراویح کی رکعات کا کوئی خاص عدد معین نہیں۔ (ص ۱۲۶)

۱۴۷۔ اگر ایک ہزار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے۔ (ص ۱۲۷)

۱۴۸۔ نماز فرض رہ جائے تو اس کو قضا پڑھنا جائز نہیں۔ (ص ۱۲۸)

۱۴۹۔ ایک شخص نماز پڑھ کر مرتد ہو گیا پھر اسی وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو دوبارہ

نماز نہ پڑھے۔ (ص ۱۳۶)

۱۵۰۔ بوقت نکاح باجے بجانے واجب ہیں۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۱۔ کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا۔ اس عورت کی ماں اور بیٹی اس

مرد پر حلال ہیں۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۲۔ بیٹے نے عورت سے زنا کیا، باپ کے لیے وہ عورت حلال ہے۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۳۔ سات سال کے لڑکے نے کسی عورت سے صحبت کی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۴۔ سات سال کی لڑکی نے جوان مرد سے صحبت کرائی تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۵۔ کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے دیکھا، چھوا بلکہ شرمگاہیں ملائیں تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ (ص ۱۳۷)

۱۵۶۔ ساس کا بوسہ لیا، اس کو کاٹا، گلے لگایا، بلکہ اس سے صحبت بھی کی تو نکاح قائم رہا۔ (ص ۱۳۸)

۱۵۷۔ فقہار حجاز کے ہاں متعہ کرنا جائز ہے۔ (ص ۱۳۸)

۱۵۸۔ فقہار اہل مدینہ کے نزدیک عورتوں کا غیر فطری مقام استعمال کرنا جائز ہے۔ (ص ۱۳۸)

۱۵۹۔ نکاح میں خمر یا خنزیر کا سر مقرر کیا تو نکاح صحیح ہے۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۰۔ بیوی سے آلات تناسل کے علاوہ کسی اور عضو سے جماع کیا یا پتھر لوہے، بکری کا

ذکر بنا کر جماع کیا اور اس طرح وہ مرگئی تو مرد لوہے یا پتھر کا ہوگا۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۱۔ غیر عورت کے پتھر بکری لوہے کے آلات تناسل سے جماع کیا وہ مرگئی تو کوئی مہ نہیں۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۲۔ بعض صحابہ فاسق تھے مثلاً ولید معاویہ، عمرو مغیرہ، سمرہ۔ (العیاذ باللہ) (ص ۱۳۸)

۱۶۳۔ پیشاب کی چھینٹیں جو نظر نہ آئیں ناپاک نہیں۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۴۔ مونہ اور جوتا مٹی پر گرنے سے پاک ہو جاتا ہے نجاست تر ہو یا خشک جسم والی ہو یا غیر جسم۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۵۔ گوبر اور پاخانے کی رکھ پاک ہے۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۶۔ کپڑے کی کوئی ایک جانب ناپاک ہوگئی مگر یاد نہیں بی کوئی تھی تو تھری کے ایک طرف دھو لے۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۷۔ عائشہ عورت اور حنی کو خانہ کعبہ کا غلاف پہننا جائز ہے۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۸۔ جنبی کو قرآن لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ مکتوب نہ چھوا جائے۔ (ص ۱۳۸)

۱۶۹۔ شراب پینے والے کا جھوٹا ہر حال میں پاک ہے چاہے شراب پیتے ہی فوراً جھوٹا کرے۔ (ص ۱۳۸)

- ۱۴۰۔ اگر کچھ میں پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ (ص ۲۱۹)
- ۱۴۱۔ اگر تیمم کی نیت سے زمین پر ٹوٹا جائے تو نماز ہو جائیگی کیونکہ حضور نے عمارؓ پر انکار نہ فرمایا۔ (ص ۲۲۹)
- ۱۴۲۔ اگر کسی نے ضاد کو ظا پڑھا تو نماز درست ہے کیونکہ دونوں صفات میں متشابہ ہیں۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۳۔ نماز جنازہ میں تیسرا رکن سورت الفاتحہ ہے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۴۔ نماز میں سلام وغیرہ کے لیے اشارہ جائز ہے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۵۔ اگر کسی کے درود کی وجہ سے نماز میں آہ یا آف کما تو نماز مکروہ ہے۔ (مفسد نہیں) (ص ۲۳۱)
- ۱۴۶۔ اگر نمازی کی زبان سے ہاں یا البتہ یا نہیں نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۷۔ نماز میں صرف چہرہ (قبلہ) سے پھیر لیا تو نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوگی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۸۔ بے وضو ہو جانے کے خیال میں قبلہ سے پھر کر چل دیا مسجد سے نکلنے سے پہلے یاد آ گیا کہ میں بے وضو نہیں ہوا، تو واپس آجائے نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۴۹۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے آگے یا پیچھے کی طرف چلتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۰۔ کسی نے نمازی سے پوچھا کتنی رکعتیں ہوئیں اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتا دیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۱۔ ایک شخص نے چار رکعت نماز ایک ایک رکعت چاروں طرف تحری سے پڑھی نماز ہو گئی۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۲۔ جو شخص مر گیا اسکے ذمہ نمازیں رہ گئیں اس نے وصیت کی تو ہر نماز کے بدلے مثل صدقہ فطر کفارہ دے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۳۔ فجر کی نماز میں کبھی کبھی قنوت پڑھ لیا کرے اکثر چھوڑ دیا کرے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۴۔ کسی خطیب نے بغیر وضو کے خطبہ پڑھ دیا تو جائز ہے مع الکراہت۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۵۔ جو خطیب سے دُور ہو اس پر خاموش رہنا واجب نہیں درود ذکر کرنا مباح ہے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۶۔ ذمی سے شراب اور مردار کی کھال کی قیمت کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۷۔ اگر عورت کی طرف دیکھا اور تفکر کیا جس سے منی خارج ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۸۔ ذہن میں بکری یا بوا داخل کیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۵۹۔ اگر مرد نے اپنی انگلی ڈبر میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۳۱)

- ۱۹۰۔ اگر عورت نے اپنی انگلی اپنی شرم گاہ میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۱۹)
- ۱۹۱۔ اگر عورت فرج کے علاوہ جماع کیا، انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۲۹)
- ۱۹۲۔ اگر عورت مرد نے قصد جماع کیا تو مرد پر کفارہ و قضاء دونوں لازم ہیں عورت پر صرف قضاء لازم ہے۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۳۔ اگر عورت زبردستی صحبت کی تو اس پر قضا بھی لازم نہیں۔ (گو یا اسکا روزہ ٹوٹا ہی نہیں)۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۴۔ دو عورتیں آپس میں جیٹی لڑائیں، انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۵۔ مرد نے عورت کی ڈبر زنی کی انزال بھی ہو گیا تو مرد پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۶۔ پہلے جھوٹے سے جماع کر لیا روزہ یاد نہ تھا پھر قصد جماع کر لیا کہ اب روزہ نہیں تو کوئی کفارہ نہیں۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۷۔ حالت اعتکاف میں بغیر شوکت مباحثت کی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۸۔ حرم مدینہ میں کسی نے دخت کا ٹایا شکار کیا تو اسکے جسم پر جو کچھ ہے وہ چھین لیا جائے گا اور وہ چھیننے والے کے لیے حلال ہے، نہ جزا ہے نہ قیمت۔ (ص ۲۳۱)
- ۱۹۹۔ عورت کو سوگ میں سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ (ص ۲۳۱)
- ۲۰۰۔ جس نے جانور سے جماع کیا اس پر تعزیر ہے۔ (ص ۲۳۱)
- حضرات آپ کے دیکھنے کے لیے یہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد نے نبی کی فخر مرتب فرمائی ہے۔ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں اس کتاب کا مطالعہ کرنا افضل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ (دکن الحقائق) غیر مقلدین درخواست ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ایک فہان دو سو مسائل کی تلاوت کر لیا کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کیا لکھوں اپنے گرو یا مرزاؤں نے اپنے نبی کی طرف بھی کبھی ایسی خرافات منسوب کیں یا یہ صرف لاندہ بھوں کا ہی حصہ ہے۔ حضرات غیر مقلدین اگر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن حدیث کے موافق مسائل بیان کرتے ہیں تو ان مسائل کے موافق ایک ایک صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں اگر وہ ان مسائل کو حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں تو یہ اعتراف کر لیں کہ اہل حدیث کھلانے والے علماء حدیث کے خلاف مسائل لکھتے ہیں پھر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صریح غیر معارض حدیث لکھ کر ان مسائل کی تردید کر دیں اب تک تو یہ مسائل انکو مسلم ہیں کیونکہ ابھی تک کسی غیر مقلد نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر کوئی صاحب اس پمفلٹ کا جواب لکھنا چاہیں تو ضرور لکھیں مگر قرآن و حدیث سے جو باتیں جواب میں اپنا قیاس پیش نہ کریں کہ کار شیطان ہے نہ کسی امتی کا قول پیش کریں کہ شرک تقبیہ ہے نہ مخالفین کو گالیاں دیں کہ یہ شر مناک شکست ہے۔



www.besturdubooks.wordpress.com

پیش لفظ

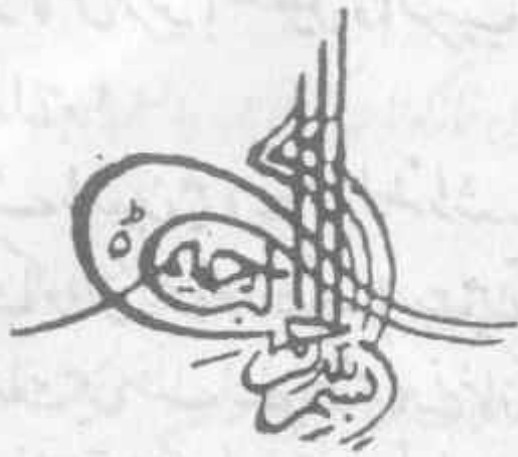
آج کل ہر باطل فرقہ کی طرف سے اہل حق پر سوالات کی بھرمار رہتی ہے لیکن ان کے اکثر سوالات باطل ہوتے ہیں۔ ایسے صحیح اور غلط سوالات کی پیمائش ضروری ہے اصول و ضوابط میں یہ وضاحت ہے کہ مناظرہ میں دو فریق جو ہیں مدعی اور مدعا علیہ۔ مدعی اس کو کہتے ہیں جو کسی حکم شرعی کو ثابت کرنا چاہے اور مدعا علیہ کو کہتے ہیں جو مدعی کے دعویٰ کا انکار کر رہا ہو اور سوال کی صرف تین ہی قسمیں ہیں۔ مانع، ناقض اور ممانع الغرض سوال کے سوالات ثلاثہ کا تعلق مدعی کے دعویٰ سے ہوتا ہے جب تک مدعی کا دعویٰ طعن نہ آئے سوالات ممکن ہی نہیں۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام دعویٰ نبوت کرتے تھے اب انہیں کوئی سوال کا حق تھا۔ مگر ان سوالات کا جو دعویٰ نبوت سے متعلق ہوں، لیکن کفار آپ سے ایسے سوالات کرتے تھے جو دعویٰ نبوت کی بجائے دعویٰ الوہیت سے متعلق تھے کہ ہم پر آسمان گرا دو۔ ہمارے سامنے آسمان پر جا کر کتاب لاؤ وغیرہ یہ سوالات غلط تھے۔ کیوں کہ آپ کے دعویٰ کے مطابق نہیں تھے۔

مثال ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ میں صرف قرآن کو ماننا ہوں سنت کو نہیں مانتا۔ تو ہم اُن سے سوال میں طرح کریں گے کہ قرآن پاک سے گدھے کا حلال یا حرام ہونا دکھاؤ۔ صرف قرآن پاک سے مکمل نماز کا طریقہ دکھاؤ۔ تو ہمارے یہ سوالات درست ہیں۔ کیونکہ یہ اسکے دعویٰ کے مطابق ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تسنن اور حدیث کو مانتا ہوں تو اس سے یہ سوال کرنا مکمل نساخ صرف تسنن پاک سے دکھاؤ یہ سوال غلط ہے کیونکہ اس دعویٰ کے خلاف ہے اُس اسکے صحیح سوال یوں گا کہ اپنی نماز کا ہر مسئلہ جو ہم پوچھیں اور وہ باتہا پر عمل میں ہو اس کا جواب صرف تسنن یا حدیث سے اگر آئے کسی ایک جہزنی مسئلے میں اجماع یا قیاس شرعی کا سہارا لیا اور انتی کے قول سے استدلال کیا تو آپ دعویٰ چھوٹا ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متقلدین

کو اکثر بلکہ تمام سوالات غلط ہوتے ہیں کیونکہ وہ فقہی مسائل میں یوں سوال کرتے ہیں کہ اس کا جواب قرآن یا حدیث سے دو حالانکہ جس نے اصول فقہ کی پہلی کتاب اصول الشاشی بھی پڑھی ہو وہ جانتا ہے کہ اصول فقہ چار ہیں، ۱۔ کتاب اللہ، ۲۔ سنت، ۳۔ اجماع امت، ۴۔ قیاس شرعی۔ اس لئے فقہی مسائل میں سوال کرنا کہ صرف تسنن یا حدیث سے دکھاؤ ایسا ہی غلط ہے جیسے غیر متقلدین کا یہ سوال

کرنا کہ تمام مسائل صرف قرآن یا حدیث سے دیکھا۔ اس لئے لازم ہے کہ فقہین کا نسخہ ہے کہ سوال ہوتا
 دہوی کے موافق اسٹیج کیا کریں کہ اس فقہی مسئلہ کا ثبوت قرآن پاک یا سنت نبویہ یا اجماع امت یا قیاس
 شرعی سے دیں۔ ورنہ ان کا سوال ہی غلط ہوگا۔ پہلے سوال کا حق کس کو ہے؟ اگر ایک شخص یہ کہتا
 ہے کہ صرف قرآن کافی ہے تو سوال کا حق سنت کے ماننے والے کو ہے اور یہ حق خود آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے دیا ہے اس لئے آپ کے بارے میں بالترتیب سوالات کرتے جائیں اور وہ صرف قرآن پاک
 سے ان کا جواب دے اگر مکمل نماز کے سوالات کا جواب اس نے قرآن سے دیدیا تو وہ سچا ہو گیا۔ ورنہ سکا
 تو اس کا دہوی جھوٹا ہو گیا اسی طرح ایک شخص دہوی کرے کہ نماز اور دین کے تمام جزئی مسائل صرف
 قرآن اور حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہیں۔ ہم اس دہوی کے منکر ہیں کیونکہ بہت سے مسائل ہمارے
 نزدیک صرف قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ اجماع یا قیاس شرعی سے ثابت ہیں تو سوال
 کرنے کا حق ہمارا ہوگا ہم نماز کا اہل دین کا ایک ایک مسئلہ ان سے پوچھتے جائیں کہ وہ ہر مسئلہ کا ثبوت
 صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیتے جائیں اگر ان سب سوالات کا جواب
 وہ اپنے دہوی کے موافق دے گا تو ان کا دہوی سچا ہوگا ورنہ جھوٹا۔

اس لئے ہم نے نماز کے بارے میں زیادہ تر وہ سوالات لکھے ہیں جو اگر مقلد ہر نمازی کو پیش آتے ہیں
 ال سنت والجماعت سے درخواست ہے کہ اگر ان کا کسی منکر حدیث یا لاپرواہی سے تو یہی سوالات اس طرح کریں
 کہ ان کا جواب صرف قرآن سے و انشاء اللہ العزیز اس کا دہوی جھوٹا ثابت ہوگا اور وہ ہرگز ان سوالات
 کے جواب قرآن سے نہ دے گا اور اگر آپ کا واسطہ کسی لازمہ یا غیر مقلد سے پڑے تو اس کی ترتیب
 یہ سوالات اس طرح پڑھیں کہ ہر سوال کا جواب صرف قرآن کی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دے
 انشاء اللہ العزیز آپ مشاہدہ کریں گے کہ وہ لازمہ یا جواب جھوٹا ثابت ہوگا۔ ادا کی ساری کچھ کر کر
 ہو جائیگی ادا اس کا دہوی عمل بالحدیث ایسا ہی باطل ہوگا جیسے منکر حدیث کا دہوی عمل بالقرآن باطل ہے
 اس کے بعد ان کو حق ہوگا کہ ہم سے مکمل نماز کے بارے میں سوالات کریں کہ کیا نفلان مسئلہ قرآن
 یا سنت یا اجماع یا قیاس شرعی سے ثابت کریں ہم انشاء اللہ العزیز ان کی خدمت کیلئے حاضر ہیں
 زیادہ تر سوالات نماز کے بارے میں ہیں۔ باقی دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں۔



۱۱) کیا قرآن پاک میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالترتیب بالتفصیل موجود ہے؟
 نوٹ ۱۔ بالتفصیل سے مراد شرط، ارکان، واجبات، سنن، مؤکدہ، مستحبات
 مباحات، مکروہات اور منکرات ہیں۔ ان میں ہر ایک کی تعداد، ہر ایک کی تشریف
 ہر ایک کے عمدہ اور سہو اچھوٹ جانے کا حکم صراحۃً موجود ہونا۔

۱۲) کیا صحیح بخاری شریف میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۳) کیا صحیح مسلم شریف میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۴) کیا سنن نسائی میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۵) کیا جامع ترمذی میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۶) کیا سنن ابی داؤد میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۷) کیا سنن ابن ماجہ میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل وبالترتیب موجود ہے؟
 ۱۸) جب صحاح ستہ میں کسی ایک کتاب میں بھی نماز کے مکمل مسائل بالتفصیل
 بالترتیب موجود نہیں ہیں تو یہ چھ محدثین نماز کس طرح پڑھا کرتے تھے؟

۱۹) کسی مسلمہ محدث نے کوئی نماز کی ایسی جامع کتاب مرتب فرمائی ہے جس میں نماز
 کا طریقہ مکمل بالتفصیل وبالترتیب ہو اس میں ہر مسئلہ صحیح صریح غیر معارض احادیث
 سے پیش فرمایا ہو۔ اور اس کتاب کی صحت پر کوئی آیت یا حدیث صریح دلیل ہو؟
 ۲۰) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیر نگرانی کوئی ایسی کتاب مرتب کروائی

جس میں نماز کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب درج ہوا اور وہ کتاب آج تک امت میں متداول ہو؟

(۱۱) کیا خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد نے اپنی زیرنگوئی کوئی نماز کی ایسی جامع کتاب مرتب کر دالی جس کو آج تک امت میں ملتی یا قبول کا شرف حاصل ہو؟
(۱۲) اس امت میں سب سے پہلے کس نے نماز کو بالتفصیل و بالترتیب مرتب کر دیا جن کی مرتبہ نماز آج تک امت میں متداول ہے؟

کیا آپ حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ قیامت کو فرانس کا جہاں ہوگا، اور ان میں انگوٹھی ہوگی تو نوافل سے پوری کی جائے گی اور کیا حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں فراتین اور سنتوں کا بیان فرمایا ہے؟

نماز پڑھنے سے پہلے جو باتیں ضروری ہیں ان کو ائمہ مجتہدین شرائط نماز کہتے ہیں ائمہ اربعہ کی نقد دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ نماز کی کچھ شرائط ہیں

آپ بتائیں کہ نماز کی شرائط قرآن و حدیث میں کتنی مذکور ہیں اور کیا ہیں؟
آپ یہ بیان فرمادیں کہ نماز کے ارکان کون کون سے ہیں۔ رکن کی تعریف کیلئے؟
آپ یہ بیان فرمائیں کہ نماز میں واجبات کتنے ہیں۔ نیز واجب کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟

آپ یہ بیان نہ ایں۔ نماز میں کتنی چیزیں سنت مؤکدہ ہیں اور سنت مؤکدہ کی تعریف بتائیں؟

آپ کے نزدیک نماز میں کتنے کام مستحب ہیں اور مستحب کی تعریف بھی بیان ہو
آپ کے نزدیک نماز میں کتنے کام مباح ہیں اور مباح کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟
آپ کے نزدیک کتنی چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ کی تعریف بھی بیان کریں؟

آپ کے ان نماز میں کتنی باتیں نماز کو ناسخ کرتی ہیں۔ باطل اور ناسخ کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟

آپ کے ان فجر کی نماز کتنی رکعت ہے سنت اور فرض کا لفظ صراحۃً حدیث میں ہو؟
آپ کے ان نماز ظہر کی کتنی رکعات ہیں سنت فرض یا نفل کا لفظ صراحۃً حدیث میں ہو؟
آپ کے ان نماز عصر کی کتنی رکعات ہیں سنت فرض کی صراحت حدیث میں ہو؟

آپ کے ان نماز مغرب کتنی رکعات ہیں۔ فرض سنت کی تفصیل صراحۃً حدیث میں ہو؟
آپ کے ان نماز عشاء کتنی رکعتیں ہیں فرض۔ سنت۔ نفل کی تفصیل صراحۃً حدیث میں ہو؟
آپ کے ان جو مجتہدین، محدثین اور دیگر مسلمان نماز کی شرائط ارکان واجبات

سنن۔ مکروہات۔ مفسدات کے قائل ہیں وہ مسلمان ہیں یا کافر؟
نوٹ: ہر بات کا جواب صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے اسناد توہین رجال دیں؟

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں نہ تو خود قیاس کر کے شیطان بنیں نہ کسی امتی کی تقلید کر کے مشرک بنیں جس جواب میں قرآن کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض نہ ہوگی وہ جواب کالعدم ہوگا۔

(۱) تبکیر تحریم فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب حکم صراحۃً آیت یا حدیث میں مذکور ہو
(۲) تبکیر تحریم امام کے لئے بلند آواز سے کہنا سنت ہے اور مقتدی کیلئے آہستہ آواز سے۔

(۳) اکیلے نماز کیلئے تبکیر تحریم بلند آواز سے سنت ہے یا آہستہ آواز سے
(۴) تبکیر تحریم کے ساتھ رفع یدین فرض ہے یا سنت مؤکدہ
(۵) تبکیر تحریم کے ساتھ اگر رفع یدین نہ کرے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ

- (۶) بغیر تحریر کے بعد سینہ پر ہاتھ بانٹنا فرض ہے یا سنت مؤکدہ۔
 (۷) جو لوگ ان کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں ان کی نماز باطل ہے یا مکروہ۔
 (۸) آپ کی کتاب ہدیۃ المہدی جلد اول صفحہ ۱۱۸ پر لکھا ہے کہ ہاتھ
 چھوڑ کر نماز پڑھنے پر انکار جائز نہیں یہ مسئلہ کس نیت اور حدیث میں ہے۔
 (۹) آپ کے فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۳ اور فتاویٰ علمائے حدیث
 جلد سوم صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے فصل لِرَبِّكَ وَاخْشَعْ نَافْسَكَ اور سینے پر ہاتھ
 باندھ کر قرآن کا یہ معنی کما حدیث صحیح صریح غیر ساری سے ثابت ہے۔
 (۱۰) آپ کے فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۴۴ اور فتاویٰ علمائے حدیث
 جلد سوم صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رخ مین کرنے کی روایات
 بخاری و مسلم اور ان کی تشریح میں بکثرت ہیں۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث
 زہبیری میں ہے اور زہبیری میں کیا یہ ایسا ہی جھوٹ نہیں ہے جیسے مرزا قادیانی نے
 لکھا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پرست مولا کا آنا قرآن پاک احادیث اور کثوب
 اولیاء سے ثابت ہے (شہادت القرآن)
 (۱۱) بنی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے... صحیح بخاری
 میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۴ ملاحظہ فرمائی شریف
 میں ایسی کوئی حدیث نہیں کی یہ ایسا ہی جھوٹ نہیں جیسے مرزا قادیانی نے لکھا کہ
 بخاری میں ہے کہ آسمان سے آواز آئے گا ہذا خلیفۃ اللہ المہدی
 ۱۲ حدیث سلب طائی ترمذی صفحہ ۱۳ ابن ماجہ صفحہ ۵۹ دارقطنی صفحہ ۱۷۱ اور
 مسند احمد بروایت دیکھ صفحہ ۲۲۹ ج ۵ پر تو علی صدیق میرے سے ہے ہی نہیں
 ہاں مسند احمد صفحہ ۲۲۹ ج ۵ بروایت یحییٰ بن سعید یضیع ہذا علی صدیق تھا۔
 گر فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۲۵۸ ج اول پراسس کے غلط بدل کر دیدہ علی صدیق

- کر دیا گیا یہ ایسا ہی دھوکا نہیں ہے جیسے مرزا قادیانی نے نساہ شریف
 کی حدیث نقل کرتے ہوئے رجال کو دجال بنا دیا تھا۔
 (۱۳) فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۱۱۸ پر لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح
 صحیح ابن خزیمرہ کے حوالہ سے ایک حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے کی نقل کی ہے
 مگر اس کی ضیف سند آثار کریم کی سند راۃ ملاوی ضیف سند یہ کھنٹی اخبار
 ابو طاہرنا ابو بکرنا ابو موسیٰ نامول تاسنیان عن عامر بن کلیب عن ابیہ عن رائل
 بن حجر (ابن خزیمرہ صفحہ ۲۲۳ ج ۱) سند یہ نگاری محمد بن یحییٰ عن
 عفان عن حماد عن محمد بن عباد عن عبد الجبار
 بن وائل عن علقمہ عن ابیہ (مسلم صفحہ ۱۷۲ ج ۱) اتنا ظہیم
 فریب ہے کہ اسکی شاں میں مرزا قادیانی، پادری فائدر، سوامی دیانند
 اور ماسٹر رام چندر کی کتابوں میں بھی نہیں ملی۔
 (۱۴) فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے کہ ابن خزیمرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔
 حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔
 (۱۵) فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۹۵ ج سوم پر لکھا ہے کہ حافظ ابو داؤد الحرام
 میں اس کو صحیح کہا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔
 (۱۶) الحجاج ابی قنطر فرخ بن عیاض بنی ٹنڈ والہ یار ضلع حیدرآباد نے فتاویٰ
 فقہ حنفیہ صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث تو کی ہے (پایہ
 منہ ۲۵ شرح و تالیف صفحہ ۹۳ یہ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح و تالیف پر مرتب جھوٹ ہے۔
 (۱۷) اسی مولوی نے لکھا ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضیف ہے
 (۱۸) غیر مقلدین کے مشہور مناظر مستری ابو خالد نور حسین گھر جاکھی نے اپنے رسالہ

نبات فی دین ۱۹ پر دال بن جبر کی شہادت کی سرنی تالم کی ہے اور سینے پر ہاتھ
باندھنے کی ایک حدیث مسلم ص ۱۳۱ اول ابن ماجہ ص ۶۲ دارمی ص ۱۱۱ دارقطنی ص ۱۱۱
ابوداؤد ص ۱۹۲ اول جزر فی الیدین بناری ص ۱۲۱ مسند احمد ص ۱۲۱ ج ۲۱ ارشکبات
کے حوالے سے نقل کی ہے حالانکہ یہ ان حدیث کی آٹھ کتابوں پر اکل مبعوث بانفا
ہے ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی یہ حدیث موجود نہیں ہے

(۱۹) غیر مقلدین کے مشہور مناظر محمد حنیف فرید کوئی ٹھنگوئی نے اپنے اخلاق
کا منظر برویوں فرمایا ہے کہ یہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلتنا سل
پر ہاتھ باندھتے ہیں (قولے حقے ص ۲۱)

(۲۰) مشہور غیر مقلد مناظر فیض عالم صدیقی خطیب جامع مسجد المہدیہ مکہ
مکرمات جہلم اپنی کتاب اختلاف امت کا الیہ ص ۶۲ پر فرماتے ہیں کہ ان
کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ابتداء ہارون الرشید سے ہوئی کیونکہ نماز
پڑھتے ہوئے اس کا ازار بند کھل گیا تھا اس نے ہاتھ نیچے کر کے
ار بند باندھ لیا تو قاضی ابویوسفؒ نے فتویٰ دے دیا کہ اب ہاتھ ہاتھ
لے نیچے باندھا کر دے سنت کا اس طرح مذاق شاید ہی کسی منکر حدیث
میں اڑایا ہو۔

(۲۱) نبات قابل انوس بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں یہ حضرات جو بڑے
وٹ بولتے گئے مگر ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ صرف ایک صحیح صریح غیر مبالغہ منشیہ
میں سینے پر ہاتھ باندھنے کو صریح سنت مؤکدہ کہا گیا ہو پیش کر
لیکن وہ نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

(۲۲) ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء پڑھنا آپ کے ان فرض ہے یا واجد
ت صریح حدیث لائیں۔

۲۳ ثناء بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے یا آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے
(امام کے لئے)

۲۴ کیا کسی حدیث پاک میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی
مقتدی نے دعائے افتتاح بلند آواز سے پڑھی تو آپ نے اسے
خوش خبری سنائی کہ بارہ فرشتے تیری دعا کو لے جا رہے تھے۔
آخر غیر مقلد مقتدی اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے اور ثناء بلند
آواز سے کیوں نہیں پڑھتے۔

۲۵ کیا کسی صحیح صریح غیر مبالغہ منشیہ حدیث میں مقتدیوں کو یہ حکم موجود ہے۔
کہ وہ ثناء آہستہ پڑھیں۔

۲۶ کیا کسی حدیث میں آتا ہے کہ صحابی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ثناء
پڑھتے سنا جس سے امام کا یا منفرد کا بلند آواز سے ثناء پڑھنا ثابت ہو

۲۷ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثناء کے بارہ سینے ثابت ہیں یہ سب مائیں
یا ذکر فی ضروری ہیں یا ایک آدمی یاد کر لینا کافی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔

۲۸ ان دعاؤں میں سے سبحانک اللہ کے پڑھنے کا تو آپ نے حکم

دیا یا ای اور دعا کا بھی حکم دیا ہے۔

۲۹

آج اور آپ کے خلفائے راشدین نے سبحانک اللہ کے سوا کسی اور دعا پر موافقت فرمائی ہو تو اس کی صحیح صریح غیر سار من حدیث پتیں فرمائیں

۳۰

اگر کوئی شخص شتا پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۳۱

اگر کوئی شخص شتا کی جگہ بھول کر التیات پڑھ لے تو نماز دوبارہ پڑھے یا سجدہ ہو کرے

۳۲

کیا کسی صحیح صریح غیر سار من حدیث میں یہ صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شتا کے بعد متصلاً اخوذ باللہ من الشیطن الریم پڑھتے تھے۔

۳۳

یہ تموز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

۳۴

یہ تموز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز سے پہلے سکایا یا صحابہ نے نماز میں آپ کو پڑھتے سنا تو نماز میں تموز کا بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے یا اہستہ آواز سے صریح حدیث لائیں

۳۵

کیا دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں مسکودہ فاتحہ سے پہلے تموز پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ

من الشیطان الرجیم سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

۳۶

کیا کسی حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جماعت کرائی اور تموز بلند آواز سے پڑھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے مقتدیوں کی یہ نماز صحیح ہوئی یا مکروہ حدیث صریح سے حکم بتائیں۔

۳۷

بعض غیر مقلدین کو جماعت کراتے دیکھا گیا ان کا امام تو بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتا ہے اور مقتدی اہستہ آواز سے کیا کسی صریح حدیث میں یہ فرق موجود ہے کہ امام کہنے سمیہ بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی کے لئے اہستہ آواز سے سنت ہے

۳۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے جہر تسمیہ پر موافقت فرمائی یا تہر تسمیہ پر

۳۹

کیا کسی حدیث میں ہے کہ بسم اللہ بالجہر بدعت ہے اور صحابہ کو بدعت سے بہت نفی تھا کیا فعل رسول کو بدعت کہنے والے اور فعل رسول سے نفی رکھنے والے صحابہ کمال الایمان تھے

۴۰

کیا حضرت عبداللہ بن زبیر نے بسم اللہ بالجہر کو جنگلیوں کا فعل قرار دیا ؟

۴۱

کدام سورت فاتحہ قرآن اور قرأت میں شامل ہے یا نہیں جو غیر مقلد سورت فاتحہ کے قرآن یا قرأت ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان ہے یا کافر جواب صریح

مترج حدیث سے دیں۔

۴۲

جس طرح قرآن پاک میں قوموا للہ قانتین - وارکعوا - واسجدوا سے قیام رکوع بخود کی فرضیت ثابت ہے کیا کسی آیت میں صلوٰۃ نماز میں سورت فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے۔

۴۳

کیا قرآن پاک میں کوئی ایسی مترج آیت موجود ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے جو نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی اور باقی ۱۱۳ سورتیں امام کے پیچھے پڑھنا منع اور حرام ہیں۔

۴۴

کیا باری اور مسلم میں کوئی ایک ہی مترج حدیث موجود ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور باقی قرآن منع اور حرام ہے۔ فاتحہ نہ پڑھنے والے مقتدی کی نماز باطل اور سبک کا رہے۔

۴۵

آیت وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ ہوتی ہے یا نہیں اور یوں کیا کسی حدیث میں یہ ہے کہ آیت وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ میں نازل نہیں ہوئی۔

۴۶

کیا کسی محدث نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ میں نازل ہوئی ہے۔
۴۷ کیا کسی مترج حدیث میں آیا ہے کہ آیت وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ کے

نے نازل ہوئی ہے مسلمان مل کر لیں۔

۴۸

کیا کسی صحیح مترج حدیث میں آیا ہے کہ جن گروہوں میں امام قرائت اسے کرتا ہے ان میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض اور باقی قرآن مقتدی کو پڑھنا حرام ہے۔

۴۹

کیا کسی صحیح مترج حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری نمازیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا فرمائیں ان میں آپ نے فاتحہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھی۔

۵۰

کیا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع میں شریک ہوا جس نے اس رکعت میں نہ خود سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی تسبیح کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ رکعت دہرانے کا حکم دیا۔

۵۱

جس طرح حدیث میں ہے لاجمعة الا خطابة کذا ہے کے بغیر منع نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہر شخص اپنا علیحدہ خطبہ نہیں پڑھتا بلکہ خطبہ ہی سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کسی کو خطیب کی آواز نہ سنی جائے تو اسے خطبہ سنانے کے بعد اگر جماعت میں شریک ہوا تو اس کی طرف سے خطبہ ادا ہو گیا۔ اسی طرح نماز باجماعت میں امام کی قرائت سب کی طرف سے ہو جاتی ہے خواہ امام کی آواز نہ سنی جائے یا بعد میں آکر رکوع میں ہی شامل ہوا ہو۔
(۵۲) ایک ہی حدیث صحیح مترج غیر ما من آید پیش فرمائیں کہ اکیسے نمازی

کے لئے آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

۵۳

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائی کہ مقتدی کو امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

۵۴

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقتدیوں کو چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنے کا حکم دیا ہو۔

۵۵

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائی کہ پورے تیس سالہ دو نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے صرف ایک دن اپنے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہا ہو۔

۵۶

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی حدیث پیش کریں کہ پورے تیس سالہ دو نبوت راشدہ میں کسی ایک خلیفہ راشد یا ان کے ہزاروں مقتدیوں میں سے کسی ایک مقتدی نے صرف ایک ہی دن چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہا ہو۔

۵۷

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے لئے ہمیشہ چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں

آہستہ آواز سے سنت ہے۔

۵۸

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش فرمائی کہ کسی خلیفہ راشد نے امام بن کر ایک ہی دن چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہا ہو۔

۵۹

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائی کہ جو مقتدی اس وقت جماعت میں شریک ہو جیسا امام نصف سے زیادہ ناکھڑ پڑے چکا ہو اس کے لئے دو دفعت آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ایک دفعت اپنی ناکھڑ کے درمیان بلند آواز سے اور ایک دفعت اپنی ناکھڑ کے بعد آہستہ آواز سے۔

۶۰

ایک حدیث صحیح صریح فرمائی کہ امام کے سلام کے بعد مقتدی ہو کر تین بڑھتے ان میں آمین آہستہ سنت ہے۔

۶۱

راشدہ ہوں، کے مشہور مناظر ستری نور حسین گھمرباگھی اپنے رسالہ آمین بالجہر میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ آمین بالجہر کہا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی کہا کرتے تھے کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو بخدا کی قسم آج ازل حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے بخاری کی اس روایت میں چھ کا کوئی لفظ نہیں۔

۶۲

یہی مولوی صاحب ص ۲۲، ص ۲۳ پر حضرت ابن عباسؓ سے روایت انس حضرت

عائشہؓ اور حضرت سہیلہؓ جیل کے عادیث نقل کرتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں سے آمین بالجہر دینا لک الحمد اور سلام پر حسد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے نہ تو کوئی حدیث صحیح ہے اور نہ ہی ان میں کسی میں آمین کے ساتھ جہر کا لفظ موجود ہے یہ اللہ کے بنی اور صحابہ پر جھوٹ ہے۔

۶۳

نماز مغرب نماز مشاء نماز فجر کے وقت یہودی بازار میں نہیں ہوتے ظہر عصر میں وہ بازار میں ہوتے ہیں مگر ان دونوں نمازوں میں غیر مقلد آمین بلند آواز سے نہیں کہتے کہ یہودی نماز میں نہ ہو جائیں

۶۴

لائد صوب عورتیں گھروں میں بلند آواز سے آمین نہیں کہتی آخر وہ یہود کو کیوں ناراض کرنا نہیں چاہتیں۔

۶۵

حافظ عبد اللہ روپری شہور غیر مقلد مناظر اپنی کتاب اہل حدیث کے امتیازی مسائل میں لکھتے ہیں

(جو ہرمیرہ رخ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو آپ کے نزدیک حوتہ سن لیتے روایت کیا اس کو ابو داد نے اور ابن ماجہ نے اور ابن ماجہ نے کہا کہ پہلی صف سن لیتی یہاں تک بہت آوازوں کے ملنے مسجد میں ہرج مہج ہو جاتا۔ نیل الاوطار میں ہے اس حدیث کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد اچھی میں اور حاکم نے بھی

روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری مسلم کی شرط صحیح ہے اور یہی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے؟ شوکانی اور حافظ عبد اللہ روپری نے اس روایت کے نقل کرنے میں تیسرے دھوکے دیئے ہیں اور تین جھوٹ بولے ہیں۔

۱۱۔ ابن ماجہ میں اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں ترك الناس التامین میں سے معلوم ہوتا تھا کہ صحابہ تابعین کا اجماع تھا کہ وہ آمین بالجہر نہیں کہتے تھے یہ فقرہ حدیث کا نقل نہیں کیا

۱۲۔ یہ نہیں بتایا کہ اس کی سند کا ردی بشر بن رافع نہایت ضعیف ہے

۱۳۔ یہ نہیں بتایا کہ اس سند کا ایک راوی مجہول دستور ہے

یہ **تین دھوکے** تھے اور تین جھوٹ یہ ہیں دارقطنی میں سرے سے یہ ہرج مہج والی حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی سند کو اچھا کہا ہو۔

۱۲۔ مستدرک حاکم میں سرے سے یہ حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اسے بخاری مسلم کی شرط صحیح کہا ہو۔

۱۳۔ بیہمتی میں سرے سے یہ حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اسے حسن صحیح کہا ہو

۶۶

ہاک دہند میں بارہ سو سال سے اسلام آیا ہوا ہے یہاں کے سب بادشاہ قاضی منصف، محدث، مفسر، علماء، موم اسہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا ان بارہ سو سال کے مسلمانوں کی نمازیں باطل ہیں یا مکروہ

۶۷

غیر مقلدوں کے مشہور مورخ امام خاں سے فوٹو لکھتے ہیں مولانا شاہ ناخراہ آبادی نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں

حقیت سے ثابت ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہی چیز ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۶

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۵

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۴

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۳

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۲

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

۶۱

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

Sorry for This Pages

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

کہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔
وہ جس کی طرف سے ہے اور جس کی طرف سے ہے۔

بر کی سنتوں میں قرأت بلند آواز سے سنت ہے یا آہستہ آواز سے
حدیث صریح ہو

غیر کے فرائض اگر اکیلا پڑھے تو قرأت بلند آواز سے سنت ہے یا
آہستہ آواز سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات میں بعض خاص سورتیں
پڑھنا ثابت ہے اب وہ سورتیں اُن نمازوں میں پڑھنا سنت
ہے یا نہیں اور اگر اُن کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لے تو یہ نماز
غلط سنت ہوگی یا نہیں جواب صحیح حدیث سے علالت فرمائیں

نماز میں امام پر تین سکعات ایک فاتحہ سے پہلے ایک فاتحہ کے بعد
ایک سورت کے بعد واجب ہیں یا نہیں جو امام سکعات نہ کرے اس
کے پیچھے نماز خلاف سنت ہے یا نہیں

رکوع جانے سے پہلے رفع یدین کرنا سنت ہوگا ہے یا سنت غیر ہوگا
حدیث میں کیا حکم ہے

تو شخص یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں صریح
حدیث سے حکم بیان کریں

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رفع یدین کی چار سو احادیث و آثار ہیں اُن
چار سو صحابہ کے نام بتانے جائیں

جو غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مشرہ مبشرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک یہ رفع یدین کرتے رہے مشرہ مبشرہ کی
یہ روایت صحیح سند سے توثیق روایت پیش فرمائیں

ایک صحیح صریح غیر مسموع حدیث پیش فرمائیں کہ امام کے لئے رکوع کی
تکبیر بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ
آواز سے سنت ہے

ایک حدیث صحیح صریح غیر مسموع حدیث پیش فرمائیں کہ رکوع کی تسبیحات
آہستہ پڑھنا سنت ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع میں سات اذکار مروی ہیں
ان میں سے مواہبت کس پر فرمائی

کہ آیت فسبح باسم ربك العظيم کے نازل ہونے کے
بعد آپ نے یہ سبحان رب الاعلیٰ کے سلاوہ
کیے پڑھا

اگر کوئی شخص بھول کر رونا میں سبحان ربی الاطی پڑھے تو سجدہ
سہو لازم ہوگا یا نہیں

۹۰

اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیح بلند آواز سے پڑھے تو اس کی نماز باطل
یا مکروہ

۹۱

رکوع سے کھڑے ہو کر قمر میں اتمہ باندھنا سنت ہے یا اتمہ لٹکانا
صریح حدیث پیش فرمائیں

۹۲

ایک حدیث صحیح صریح غیر ساریش پیش فرمائیں کہ منفرد اور مقتدی
کے لئے قمر کا ذکر آہستہ پڑھنا سنت ہے

۹۳

اگر کوئی مقتدی قمر کا ذکر بلند آواز سے پڑھے تو اس کی نماز سنت
کے موافق ہوگی یا خلاف سنت

۹۴

اگر کوئی شخص رکوع یا قمر میں کچھ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی
یا مکروہ صریح حدیث پیش فرمائیں

۹۵

قمر میں دعا کی طرح اتمہ اٹھا کر قنوت پڑھنا اور منہ پر اتمہ پھیر کر سجدہ
پانا کس حدیث میں ہے

ایک صحیح صریح غیر ساریش حدیث پیش کریں کہ سجدہ کی تکبیر امام کے
لئے بھرا اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ سنت ہے

۹۷

ایک صحیح صریح غیر ساریش حدیث پیش فرمائیں کہ سجدہ میں جاتے اور
سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رشتہ بدین کرا منع اور حرام ہے

۹۸

ایک صحیح صریح غیر ساریش حدیث پیش فرمائیں کہ سجدہ کی تسبیحات
آہستہ پڑھنا سنت ہو کہ نہ ہے

۹۹

ایک حدیث لائیں کہ اگر سجدہ کی تسبیحات بلند آواز سے پڑھی جائیں
تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۰۰

دونوں سجدوں کے درمیان جو دعا پڑھتے ہیں ایک حدیث صحیح
صریح غیر ساریش سے دکھائیں کہ اس دعا کا آہستہ پڑھنا سنت ہے

۱۰۱

ایک حدیث صحیح صریح غیر ساریش پیش فرمائیں کہ یہ دعا فساد
ہے یا سنت واجب یا نفی

۱۰۲

ایک حدیث صحیح صریح غیر ساریش پیش فرمائیں اگر کوئی شخص یہ دعا
پان پڑھے کہ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۰۳

ایک حدیث صحیح صریح غیرعارض ایسی پیش فرمائی کہ اگر کوئی نماز میں بول کر نہ پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں

۱۰۴

کیا کسی حدیث میں ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے جس حدیث مستندہ میں اشارہ کا ذکر ہے اس کے موافق آپ اس کو سنت مؤکدہ سمجھ کر عمل کیوں نہیں کرتے

۱۰۵

کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جملہ استراحت سنت مؤکدہ ہے

۱۰۶

کیا کسی صحیح صریح غیرعارض حدیث میں ہے کہ جملہ استراحت کی حدیث صحیح ہے اور نہ کرنے کی ضعیف ہے

۱۰۷

ملازم شبیہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جملہ استراحت نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ) کیا ان خلفائے راشدین کی نماز خلافت سنت تھی

۱۰۸

حضرت عثمان بن ابی یاسر فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا وہ جملہ استراحت نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ) کیا یہ صحابہ خلافت سنت نماز پڑھتے تھے

۱۰۹

ابو نعیم کا بیان ہے کہ عمر بن سلمہ کے سوا میں نے کبھی کسی کو جملہ استراحت کر کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا یہ عمر بن سلمہ بڑھے تھے (بخاری) تو کیا سب صحابہ ۱۰۹ تب تابعین خلافت سنت نماز پڑھا کرتے تھے

۱۱۰

کیا کسی صحیح صریح غیرعارض حدیث میں ہے کہ دوسری رکعت کے لئے نعرہ ہوتے وقت امام کے لئے بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت مؤکدہ ہے اور مقتدی اور منفرہ کے لئے آہستہ کہنا سنت ہے

۱۱۱

کیا کسی صحیح صریح غیرعارض حدیث میں ہے کہ دوسری رکعت کے شروع میں رخ یدین منع و حرام ہے

۱۱۲

کیا احادیث میں یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ادب و رخ پر رخ یدین کرتے تھے ان پر آپ کا عمل کیوں نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث کو ضعیف اور ناقابل عمل قرار دیا ہے

۱۱۳

کیا دوسری رکعت کے شروع میں ثنا پڑھنا منع ہے اگر کوئی پڑھ لے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۱۴

دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنا فرض ہے یا واجب سنت ہے یا نفل

اس قدر میں تشبہ پڑنا فرض ہے یا واجب - سنت ہے یا نفل

اگر قعدہ میں بھول کر تشہد کی جگہ الحمد شریف پڑھ لی تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں

اگر کوئی شخص تشبہ بلند آواز سے پڑھتے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں

فتاویٰ ثنائیہ میں دو متضاد فتوے ہیں ایک نفل ہے کہ در بیان تشبہ کے بعد بھی درود پڑھنا سنت ہے دوسرا فتوہ ہے کہ سنت نہیں صحیح حدیث سے فیصلہ بتائیں

تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت امام کے لئے تکبیر بلند آواز سے کہنا سنت ہو کہ وہ ہے اور مقتدی اور مفرد کے لئے آہستہ آواز سے سنت ہو کہ وہ ہے ایک صحیح صحیح غیر معارض حدیث لائیں

اگر کوئی شخص تیسری رکعت کے شروع میں منہ پین نہ کرے تو اسکا نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں

تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھ لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں

حضرت عبدالقدوس مسودہ تیسری پڑھتی رکعت میں اکیسے ہی فاتحہ اور سورت نہیں پڑھتے تھے (رواہ احمد) کیا انکی نماز باطل ہوئی تھی یا مکروہ

حضرت علیؓ فرماتے تھے پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھ کر پہلی دو رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھو (ابن ابی شیبہ) اس طرح نماز ہو جاتی ہے یا نہیں

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں

سخن اور زوال کی تیسری پڑھتی رکعت میں سورت ملانا جائز ہے یا نہیں صحیح حدیث لائیں

پڑھتی رکعت کے شروع میں منہ پین کے منع اور حرام ہونے کی حدیث پیش فرمائیں

پڑھتی رکعت کے بعد قعدہ فرض ہے یا واجب سنت ہے یا نفل صحیح حدیث لائیں

پڑھتی رکعت کے بعد اگر بنیر قعدہ کہے پانچویں رکعت میں کھڑا ہو جائے تو ارکان پر بیٹھ جائے یا نہیں اور سجدہ ہو جائے یا نماز باطل ہو جائے

پہنٹی رکعت کے بعد قنہ کیا اور تشہد پڑھنے کے بعد پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور یاد آنے پر بیٹھ گیا تو کس طرح نماز پوری کرے طریقہ صحیح حدیث سے بتائیں

چوتھی رکعت کے بعد قنہ کیا پھر بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا اور رکعت پوری کرنے کے بعد یاد آیا تو پانچویں نماز کس طرح پوری کرے

آخری تشہد میں درود پڑھنا سنت ہے یا فرض حدیث صحیح سے حکم دکھائیں

درود شریف آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے صحیح حدیث صحیح حدیث لائیں

درود ایرانی پڑھنا میں کیا اور سلام پھیر دیا تو اب کیا کرے نماز دوبارہ پڑھے یا کیا

در کے بعد دعا پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت حکم صحیح حدیث سے دکھائیں

در کے بعد والی دعا آہستہ پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے صحیح حدیث لائیں

یہ دعا ماتہ اشکار اور منہ پیراۃ پھیرتے ہیں اس میں ماتہ اشکار منہ میں

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ جب تشہد ختم ہو جائے تو نماز پوری ہو گئی چاہے بیٹھ چاہے اٹھ کھڑا ہو کیا واقعی آپ اس حدیث پر عمل کر کے درود دعا اور سلام کے بغیر اٹھ جاتے ہیں یا حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پر عمل کرنے سے روک دیا تھا

کیا حدیث کی کتابوں میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ التقیات کے بعد اگر حدیث (یا پاد مارے یا آہستہ آواز خواہ مخواہ کر دے یا ی پیشاب) کر دے تو اس کی نماز پوری ہوگی

وضاحت سے جواب دیں

نماز کے آخر میں سلام فرض ہے یا واجب یا سنت یا نقل صحیح حدیث پیش کریں

ایک صحیح صحیح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ امام کے لئے سلام

بند آواز سے سنت نوکد ہے اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ آواز سے سنت ہے۔

۱۲۱

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ذکر جبر کیا کرتے تھے تو اب کس نے منسوخ کیا۔

۱۲۲

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد اتمہ اشاکر دعا سے منسوخ کیا کرتے تھے۔

۱۲۳

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کے بعد کی سنتیں مسجد میں پڑھا کرتے تھے یا گھر جا کر۔

۱۲۴

آج کل جن لوگوں نے سنتیں پڑھنے کا مستقل معمول مسجد میں بنایا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز۔

۱۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے تو اس کا ثبوت حدیث سے دیں ورنہ بتائیں کہ یہ طریقہ حضورؐ سے کتنا عرصہ بعد شروع ہوا اور جائز ہے یا بدعت۔

۱۲۶

جب مسجد یا گھر میں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو لاؤ سپیکر پر تعزیر کرنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو اس کے جواز کی صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۴۰۰

۱۲۷

میں نے ایک مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو اس کو کتنے کوڑے حد لگائی صاف مرد پر تہمت کا حکم ہو۔ عورت پر قیاس نہیں جائے۔

۱۲۸

کلبِ مسلم کے ساتھ شکار کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں مذکور ہے اگر کوئی شخص شیر، چیتے، بھٹیڑیے اور خنزیر کو تسلیم دے یا بندر کو شکار کا طریقہ سکھا دے تو ان جانوروں کا مارا ہوا مشکار حلال ہوگا یا حرام! یہ حلال حرام کا صاف حکم اور ان درندوں کا نام حدیث شریف میں ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر جواب نامکمل ہوگا۔

۱۲۹

ہونا گھی میں گر جائے تو اس کا حکم حدیث شریف میں مذکور ہے۔ لیکن اگر بلی کا بچہ، کتے کا بچہ، بندر کا بچہ، چھپکلی، سانپ، کبوتر، بھڑ، جینگر، مڈی، انڈیا گھی میں گر کر سر جائیں تو گھی کا کیا حکم ہے؟ پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح صحیح حدیث پیش کریں۔

۱۵۰

اگر تیل، دودھ، شربت، سرکے، شیرے، لٹی اور عرق میں چوہا گر کر مر جائے تو اس کا حکم حدیث صحیح و صحیح سے دکھلائیں، گھی پر قیاس نہ فرمائیں۔

۱۵۱

کیا بیع الغنہ بالزبیہ جائز ہے یا ناجائز؟ صحیح صحیح حدیث سے جواب دیا جائے۔ بیع الرطب بالتمر پر قیاس نہ کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ کیا سونے چاندی کے برتن میں پانی لے کر دھو کرنا، غسل کرنا، اس میں سے تیل لگانا، اس کے قلم سے لکھنا، اس کی سلائی سے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، اس کی سطرانی سے سطر چھڑکنا، سونے چاندی کے برتن کھانا یہ سب جائز ہیں یا نامہائز؟ صحیح صحیح حدیث پیش کریں۔ قیاس سے کام نہ لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب تم رفق و متاع کے لئے جاؤ تو ساتھیوں میں پھرتے جاؤ۔ اب اگر کوئی شخص پتھر کی بجائے، کچی مٹی، کپڑے، روئی، اون، ریشم کے چیتھرے، گھاس اور درخت کے پتوں وغیرہ سے استنجا کرے تو کیا اس شخص کا استنجا ہو جائے گا یا نہیں؟ جواز و عدم جواز اور ان اشیاء کے نام صحیح احادیث سے دکھلائیں پتھر پر قیاس نہ کریں۔

لوٹڈیوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر نصف عذاب ہے۔ اگر غلام بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے سزا کا حکم صحیح آیت یا صحیح حدیث سے بتائیں۔ محدث پر مرد کو قیاس نہ کریں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم حالت جنابت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو، اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے ناریخ ہوئی ہو تو اسے تیمم کی اجازت ہے یا نہیں صحیح حدیث لائیں

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص پاخانہ سے ناریخ ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لے، اب اگر پیشاب یا خروج ریح، یا آپ کے مذہب پر پیش ذکر یا عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو پانی نہ ملنے کی صورت میں وہ تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث سے جواب دیں پاخانہ پر قیاس نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اگر پانی پاس موجود ہے لیکن وضو کر لے تو راستہ میں پھینک دے پانی نہ ملے گا یا جائز پایا رہے گا۔ یا آٹا نہیں گندھے گا۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا، تو ایسے شخص کیلئے ان حالتوں میں تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں جواب صحیح صحیح حدیث سے ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وان كنتم على سفر ولم تجدوا ماء فرهان مقبوضة" اب سوال :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ کیا سونے چاندی کے برتن میں پانی لے کر دھو کرنا، غسل کرنا، اس میں سے تیل لگانا، اس کے قلم سے لکھنا، اس کے سلالے سے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، اس کی مٹروانی سے مٹر چھڑکنا، سونے چاندی کے برتن کھانا یہ سب جائز ہیں یا نامہائز؟ صحیح صحیح حدیث پیش کریں۔ قیاس سے کام نہ لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب تم رفق و متاع کے لئے جاؤ تو ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ اب اگر کوئی شخص پتھر کی بجائے، کچی مٹی، کپڑے، روٹی، اون، ریشم کے پتھر، گلاس اور درخت کے پتوں وغیرہ سے استنجا کرے تو کیا اس شخص کا استنجا ہو جائے گا یا نہیں؟ جواز و عدم جواز اور ان اشیاء کے نام صحیح احادیث سے دکھلائیں پتھر پر قیاس نہ کریں۔

لونڈیوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر نصف عذاب ہے۔ اگر غلام بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے سزا کا حکم صحیح آیت یا صحیح حدیث سے بتائیں۔ حدیث پر مرد کو قیاس نہ کریں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم حالت جنابت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو، اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے ناروغ ہوئی ہو تو اسے تیمم کی اجازت ہے یا نہیں صحیح حدیث لائیں

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص پاخانہ سے ناروغ ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لے، اب اگر پیشاب یا خروج ریح، یا آپ کے مذہب پر پیش ذکر یا عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو پانی نہ ملنے کی صورت میں وہ تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث سے جواب دیں پاخانہ پر قیاس نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اگر پانی پاس موجود ہے لیکن وضو کر لے تو راستہ میں پھینک دینے کے لئے پانی نہ ملے گا یا جائز پایا رہے گا۔ یا آٹا نہیں گندھے گا۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا، تو ایسے شخص کیلئے ان حالتوں میں تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں جواب صحیح صحیح حدیث سے ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وان كنتم على سفر ولم تجدوا ماء فامسحوا بامان مقبوضه" اب سوال ہے

ہے کہ اگر کاتب ہی ہو تو رخصت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر سفر میں نہ ہوں تو گھر میں یعنی وطن میں رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں۔
صحیح صحیح حدیث ہے جواب دیں جو اس آیت کے بعد کیا ہوتا کہ
”نسخ الحدیث بالآیۃ“ کا خدشہ نہ رہے

۱۵۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مکھی پننے کی چیز میں گر پڑے تو اسے غزوہ دے کر باہر پھینک دو، اب حکماء غیر مقلدین فرماتے ہیں کہ بتلائیں کہ اگر چوٹی، کچھرا، بھڑ، جگنو، پتنگ، جھپکلی، بھوا، سانپ وغیرہ پانی میں گر جائیں تو کیا پاک رہے گا یا ناپاک، ان جانوروں کے نام صراحۃً حدیث پاک میں دکھائیں، تمہیں پر تیس اس نہ فرمائیں۔

۱۶۰

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنٹوں کے بالوں کے اکھاڑے کا حکم دیا ہے۔ آج کل سونیہ غیر مقلد استرو سے بنٹیں صاف کراتے ہیں اور سونیہ غیر مقلد عورتیں بال صفا پاؤڈر سے بنٹیں صاف کرتی ہیں اسے غیر مقلدین آپ حضرات صحیح صحیح حدیث کی مخالفت پر کیوں ڈٹے ہوئے ہیں، استرو اور بال صفا پاؤڈر سے بنٹوں کے بال صاف کرنے کا کوئی صحیح صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ ورنہ اپنے اس فعل پر شرمائیں

۱۶۱

ابن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے موٹے زیر ناف کی صفائی کے لئے استرو کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن آج کل سونیہ غیر مقلد عورتیں پاؤڈر

یکرم استعمال کرتی ہیں۔ اس بارے میں صحیح صحیح حدیث پیش فرمائیں
۱۶۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص حالت احرام میں کسی جانور کو قتل کر دے یا شکار کر لے (مَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعِدًّا) تو اس پر دم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر قتل صید خطا ہو، تو کیا حکم ہے۔ صحیح، صحیح حدیث پیش کریں۔ عمدہ یہ خطا کو قیاس نہ کریں۔

۱۶۳

آج کل سب غیر مقلدین بھینس کا دورہ پیتے ہیں۔ گھسی کھاتے ہیں، دہی اور اسی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی صحیح آیت یا صحیح، صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ اونٹ، گائے وغیرہ پر قیاس نہ کریں۔

۱۶۴

حق تعالیٰ نے قرض کے بارے میں نصاب شہادت یہ بیان فرمایا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں۔ اب سوال یہ ہے کہ میراث، وصیت، امانت، غضب اور دیگر مالی معاملات کے لئے نصاب شہادت بھی یہی ہے یا کچھ اور ہے؟ جواب صحیح صحیح حدیث سے دیں، ان تمام معاملات کو قرض پر قیاس نہ فرمائیں۔

۱۶۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کتا برتن میں منہ ڈال ڈال دے تو سات مرتبہ دھو لو، اب سوال یہ ہے کہ اگر کتا برتن میں پیٹاب کر دے یا پاخانہ کر دے، یا قے کر دے یا خون برتن کو لگ جائے تو کتنی مرتبہ دھوئے۔ حدیث صحیح ہوئی چاہیے

کے منہ پر تھو کے یا پیشاب ڈال دے تو یہ بھی حرام ہے۔ کہو کہ اس سے والدین کو تکلیف ہوگی۔ آپ لوگ چو کہ قیاس کو کارائیں کہتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کے منہ پر تھوکنے یا پیشاب کر کے منع ہونے کی صریح صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۱۷۲

قرآن پاک میں سورہ نور میں لا اور الا کلمہ محصر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر ہے جن سے پردہ لڑیں نہیں اور ان کے سامنے منہ کھولنا جائز ہے۔ مگر ان میں نہ ماموں کا ذکر ہے نہ چچا اور تایا کا، ظاہر قرآن سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ماموں، چچا اور تایا کے سامنے منہ کھولنا جائز ہے۔ لیکن اہل قیاس نے مذکورہ افراد میں علت محرمیت کا سراغ لگایا اور کہا چونکہ ماموں، چچا اور تایا بھی محرم ہیں، اس لئے ان کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے حضرات غیر مقلدین سے سوال ہے کہ آپ قیاس کو تو کارائیں کہتے ہیں، اس لئے صریح آیت یا صریح حدیث میں دکھائیں کہ حقیقی چچا، حقیقی تایا اور حقیقی ماموں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے۔

۱۷۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی عورت کو سزا کیلئے بلایا۔ اس عورت کا خون سے محل ساقط ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تو تمہیں تادیب چاہتے تھے۔ اس لئے جس طرح کسی کی بیوی یا بیٹا خون سے مر جائے تو کوئی سزا نہیں آپ بری ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو گناہ تو نہیں ہو گا

مگر یہ واقعہ قتلِ خطا سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے آپ پر دیت آئے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قیاس کی اتباع فرمائی حضرت غیر مقلدین سے سوال یہ ہے کہ آپ حضرات تو قیاس کو کارائیں، سلطان، قرار دیا کرتے ہیں۔ اس لئے قیاس کی بجائے حدیث صریح صریح پیش فرمائیں کہ اگر کسی کی ڈانٹ ڈپٹ سے اس کی بیوی یا خدام یا لڑکا فوت ہو جائے یا کسی کا محل ساقط ہو جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ خود قیاس کرنا یا کسی امتی کا قول پیش کرنا غیر مقلدیت کے مفہوم و معنی کو سمجھ لیا جاتا ہے

۱۷۴

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یغنی القاضی بین اثنين وهو غضبان اہل قیاس یہ کہتے ہیں کہ مٹھے سے چونک کر دل و دماغ متاثر ہوتے ہیں۔ اور سوچ سمجھ نہیں رہتی اس لئے اگر کسی کو ایسا غم آئے ہو جو عقل و فکر اور دہن و ذکاوت پر اثر انداز ہو، یا ایسا خون سراز ہو جائے یا سخت مسکوک و پیاس میں اس کا دل مشغول ہو جائے۔ تو ان مواضع کی موجودگی میں قاضی فیصلہ نہ کرے۔ آپ حضرت یونس علیہ السلام کے منکر ہیں اس لئے ایسے غم و خون اور ایسی شدت یہ مسکوک اور پیاس کے تحت قاضی کے لئے فیصلہ کرنے کی اجازت یا ممانعت کسی صریح حدیث سے ثابت فرمائیں

۱۷۵

ایک آدمی نے قسم کھائی کہ مجھ پر تیرے گھر کا ایک لقمہ اور ایک گڑ بھی مسلام ہے۔ اس کے بعد اُس نے اُس گھر سے نہ کوئی لقمہ کھایا نہ گڑ پیا۔ اُن سے روپے لئے سونا چاندی لیا، مل بکائی، اہل قیاس

کہتے ہیں کہ اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ آپ حضرات چونکہ قیاس
وہیں مانتے۔ اس لئے کسی صحیح، صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ ایسی
قسم کے بعد سونا، چاندی وغیرہ لینے سے کفارہ لازم ہے یا نہیں

۱۷۶

ایک شخص نے قسم کھا کر خدا کی قسم میں زید سے بات نہیں کروں
گا۔ اس کے بعد اس نے زید سے بات تو نہیں کی مگر اس کے
ساتھ کھانے، پینے، شادی بیاہ میں شریک رہا، اہل قیاس
کہتے ہیں کہ قسم کا کفارہ لازم ہے۔ آپ صحیح حدیث سے بتائیں
کہ کفارہ لازم ہے یا نہیں۔

۱۷۷

اگر کوئی عورت خون استحاضہ کی وجہ سے مسدور ہو، اس کا حکم
تو حدیث شریف میں موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی مرد، نکیر، ریا،
بواسیر، سسل بول یا کسی ناسور کے بستے رہنے سے مسدور ہو اس
کا حکم اہل قیاس تو استفاضہ پر قیاس کر کے معلوم کر لیتے ہیں آپ
کے نزدیک چونکہ قیاس کا روالہ نہیں ہے۔ اس لئے ان مسدوروں کے
لئے حدیث صحیح، صحیح مرفوع غیر مقطوع پیش فرمائیں۔

۱۷۸

زید نے زینب کو تین شرعی طلاقیں دیں۔ اس نے بکر سے نکاح کر لیا
بکرت ہو گیا یا زینب نے بکر سے خلع کر لیا، یا عدالت کے ذریعہ
بکر سے نکاح فسخ کرا لیا، تو عدت گزرنے کے بعد وہ پھر زید
سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، طلاق پر قیاس نہ کریں صحیح

حدیث پیش کریں۔

۱۷۹

غلام ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے یا دو؟
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ غلام
دو سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتا کیا یہ حکم قرآنی ہے
یا حدیث صحیح صحیح یا روایتی بلکہ حدیث صحیح

۱۸۰

غلام تین طلاقیں کا مختار ہے یا دو؟ یا ڈیڑھ کا جواب صحیح، صحیح
حدیث سے ہونا چاہیے۔

۱۸۱

روٹی کی طلاق کی عدت تین حیض ہے یا دو حیض یا ڈیڑھ حیض، جواب صحیح
صحیح حدیث سے دیں

۱۸۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - یا ایہا الذین آمنوا اذا نكحتم
المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم
عليهن من عدة تعتدوا فیهما۔ اس آیت کریمہ سے
مومنہ عورت کا حکم تو معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی شخص کسی یہود
یا عیسائی سے نکاح کرے اور خستی سے قبل اسے طلاق دے دے
تو اس عدت پر عدت ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث پیش کریں
کا مرنے کو مومنہ پر قیاس نہ کریں۔

۱۸۳

ایک عورت کو طلاق دینے کی گئی تھی وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا
خلوند فوت ہو گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ولادت کا حصہ دلایا اور تمام
مصلحت کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ سے اتفاق کیا۔

(اعلام المؤمنین ص ۲۵ ج اول)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ کس آیت یا حدیث صحیحہ سے ماخوذ ہے

۱۸۴

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر زنا کر ہے حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ اور ابن کی تقلید میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ قسم ہے
حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہیں اور
حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ ایک طلاق ہے

سب نے یہ مسئلہ اپنی رائے سے بتلایا ہے۔ آپ حضرات
رائے کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں اس لئے کوئی صحیح یا صحیح حدیث
پیش فرمائیں تاکہ ذات تنازعہ عظمیٰ شئی فسد وہ الی اللہ والی الرسول کے
قانون پر مسئلہ کا فیصلہ ہو سکے۔

۱۸۵

مسواک کرنا وضو میں سنت ہے یا دعو کے بعد نماز کے وقت یا دونوں
وقت صحیح۔ صحیح حدیث پیش فرمائیں

۱۸۶

مسواک کے بغیر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو اس سنت کے رو جانے
سے وضو ہو گیا یا نہیں۔

۱۸۷

وضو میں کل کتنی چیزیں سنت ہیں جن کے رو جانے سے وضو ہو
جاتا ہے۔ صحیح حدیث لائیں

۱۸۸

کیا موجودہ برش (ٹوئپٹ) کرینے سے مسواک کی سنت کا ثواب
مل جاتا ہے یا نہیں تفصیل حدیث سے ہو

۱۸۹

اگر کسی نے ایک ہی پلو سے تین بار ناک میں پانی پڑھا کیا تو سنت تکلیف
ادا ہو گئی یا نہیں؟

۱۹۰

ایک شخص کے انگلی یا مسواک کے استعمال سے مسدھوں سے خون
بہنے لگا۔ اگر وہ خون بند ہونے تک بیٹھے تو جماعت نکل جاتی ہے۔
وہ مسواک چھوڑے یا جماعت؟ صحیح حدیث پیش کریں۔

۱۹۱

آپ کے نزدیک منی پاک ہے۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟
جو حکم بھی ہو صحیح حدیث سے پیش فرمائیں۔

۱۹۲

خنزیر کا جوٹھا اور خنزیر پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح حدیث لائیں۔

۱۹۳

کتے کا پیشاب پانا پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح حدیث سے
جواب دیں۔

۱۹۳

ایک ماہ میں ایک ہی کنوئیں ہے۔ اس میں کتا سرا پڑا ہے، گندگی پری ہے، جینس کے چھتھرے پڑے ہیں کیا اس کنوئیں سے پانی پینا، وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح، صریح حدیث و روایت ہے۔

۱۹۵

کنوئیں کس چیز سے ناپاک بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ناپاک ہو جاتا ہے تو صحیح، صریح حدیث سے اس کے پاک کرنے کا طریقہ بیان فرمائیں۔

۱۹۶

دودھ میں دیہلنے نے پشاب کر دیا، پس سے دودھ کا نہ رنگ بدلا نہ مزہ نہ ہو، وہ دودھ پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح صریح حدیث سے جواب دیا۔ جو اس کو پاک کہے اس کے بارے میں حدیث کا کیا حکم ہے۔

۱۹۷

ایک گلاس شربت میں دودھ پئے بچے نے پشاب کر دیا، دودھ کا نہ رنگ بدلا نہ مزہ نہ ہو کیا اس کا پینا جائز ہے یا حرام؟ حدیث صحیح سے جواب دیں۔

۱۹۸

عورت کے فرج کی رطوبت پاک ہے یا ناپاک؟ اس کے بدلے میں صحیح حدیث کا حکم بیان فرمائیں۔

۱۹۹

شراب الخمر المستیقی پاک ہے یا ناپاک؟ حدیث صحیح صریح سے جواب دیں

۴۱۴

تو اسے پاک کہے اس کا حدیث میں کیا حکم ہے۔

۲۰۰

خون پاک ہے یا ناپاک؟ حدیث پاک سے حرمت دکھائیں

۲۰۱

زید نے زینب سے زنا کیا اس زنا کے نطفہ سے سمیہ نانی لڑکی پیدا ہوئی کیا زید کا نکاح سمیہ سے حلال ہے؟ کیا زمانہ رسالت میں ایسا کوئی نکاح ہوا۔

یہ سوالات کی پہلی قسط ہے۔ دوسری اقساط بھی بیچے بہت دیگر سے اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آئی رہیں گی۔

ناظرین کرام

رساؤں میں بارہ کہیں اور تواضع کے ارتقاع کیلئے قسطیں رساؤں میں فرماتے رہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

تصانیف مناظر اسلام حضرت مولانا محمد بن صفدر اوکاڑوی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

قیمت	نام کتاب
۳—۰۰	تحقیق مسئلہ تقلید
۱۵—۰۰	تحقیق مسئلہ قرآنہ خلف الامام
۱۲—۰۰	تحقیق مسئلہ آمین
۶—۰۰	تحقیق مسئلہ رفع یدین
۹—۰۰	تحقیق مسئلہ تراویح
۶—۰۰	نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت
۹—۰۰	نماز کے متعلق غیر مقلدین کے جھوٹ اور غلط بیانیوں پر مرد و عورت کی مابین فرق
۳—۰۰	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا
۶—۰۰	مسائل قربانی کے متعلق غیر مقلدین سے اکتالیس سوالات
۳—۰۰	غیر مقلدین کی فقہ سے دو سو مسائل
۹—۰۰	غیر مقلدین سے دو سو سوالات
۶—۰۰	تاریخ غیر مقلدیت
۳—۰۰	پچاس ہزار روپے انعام کی حقیقت اور غیر مقلدین کے سوالات کے جوابات
۱۲—۰۰	فتح المقلدین حصہ اول روئیداد مناظرہ ہارون آباد
—	غیر مقلدین کے غیر مستند نماز
۳—۰۰	رسول اکرم کی نماز
—	فرقہ جماعت مسلمین
—	تحقیق مسئلہ رفع یدین پر اشکالات کے جوابات